الحیلۃ الناجزہ

یعنی

خاوند و عورت کی مشکلات کا حل

از: حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ رضی دیوبند (انڈیا)

الحیلۃ الناجزۃ

یعنی

احکام طلاق و نظام شرعی عدالت

جس میں

خواتین کو طلاق کے حقوق ملنے، شوہر مجنون و نامردوں سے چھٹکارا پانے کا طریقہ،
نیز نابالغہ کے فسخ نکاح، حرمت نکاح کے رشتے، یورپین اقوام سے نکاح اور مسلم
پرسنل لا پر جامع مدلل تحقیقات

از حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

تجدید و ترتیب و تسہیل

مولانا خورشید حسن قاسمی

استاذ دار العلوم دیوبند

مکتبہ رضی دیوبند (انڈیا) ۲۴۷۵۵۴

کتاب کے بارے میں

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم!

مسائل "حیلۂ ناجزہ" جس قدر نازک اور اہم تھے اس سے زیادہ یہ اہم تھا کہ اس دشوار گذار میدان میں قدم کون رکھے؟ دنیا و آخرت کی اتنی بڑی ذمہ داری کون اٹھائے؟ اس کے لئے بے شمار کتابوں کی ورق گردانی اور علماء وقت سے مراجعت و مشاورت کی مشقت کون برداشت کرے؟

چنانچہ ہر طبقے کے علماء میں ان مسائل پر مستقل تصنیف کی اشد ضرورت محسوس کی جاتی تھی مگر علمی دشواریاں سدِ راہ بن جاتی تھیں۔

اللہ تعالیٰ کو حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہٗ کے دست مبارک سے یہ خدمت لینا تھی آپ کے قلب میں اس کا داعیہ قوت کے ساتھ پیدا ہوا، درحقیقت ان ہی کی ذات اقدس اس فریضہ کی مستحق تھی، آپ نے اپنے تفقہ اور ورع و تقویٰ کی وجہ سے حرف بحرف دلائل کا تتبع اور بحث و تحقیق کے بعد احتیاط سے مسائل پر انکشاف فرمایا، بلکہ جس مسئلہ میں ذرہ شبہ ہوا بار بار غور فرمایا، جب جاکر حدیث و فقہ سے تائید ثابت کرتے رہے، پھر امام العصر رئیس دار العلوم دیوبند اور مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے علماء کو بھی تصنیف میں گویا شریک رکھا، کتاب کا کوئی لفظ ان حضرات کی نظر و مشورہ کے بغیر نہیں لکھا گیا۔ لیکن اس کے بعد بھی یہ ضروری سمجھا گیا کہ ہندوستان کے دوسرے علماء مشاہیر سے بھی اس میں مشورہ کیا جائے۔ چنانچہ تمام مشہور علماء کی خدمت میں یہ مسائل بغرض مشورہ بھیجے گئے اور الحمد للہ ان حضرات کے جوابات مشورہ موصول ہوئے جو کتاب میں درج کردیئے گئے ہیں۔

حق تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے برادر معظم مولانا خورشید حسن قاسمی رفیق دار الافتاء دار العلوم دیوبند کو کہ موصوف نے کتاب کو جدید عنوانات سے مزین فرماکر عام فہم کردیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی یہ خدمت قبول فرمائے اور مقبول بھی کرے۔ آمین۔

طالب دعا

محمد رفعت قاسمی

خادم التدریس دار العلوم دیوبند

۱۰ محرم الحرام ۱۴۲۶ھ ، ۲۰ فروری ۲۰۰۵ء

فہرست مضامین

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

پیش لفظ

الحمد للہ طویل جد وجہد کے بعد "شرعی عدالت اور طلاق و نکاح کے فقہی احکام یعنی الحیلۃ الناجزۃ" کی جدید ترتیب اور جدید عنوانات کا کام مکمل ہو گیا اور کتاب منظر عام پر آ گئی۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ آج سے تقریباً ساٹھ سال قبل شوہروں کے مظالم سے تنگ آ کر اور شوہر کے مفقود یا متعنت "مجنون" عنین وغیرہ صورتوں میں بیویوں کے معلق رہنے اور خواتین پر مختلف زیادتیوں کے عام ہو جانے کی وجہ سے عورتوں میں فتنۂ ارتداد پھیلنا شروع ہو گیا تھا۔

اس ضرورت شدیدہ اور وقت کے اہم تقاضے کے پیش نظر حکیم الامت مجدد ملت حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے "الحیلۃ الناجزۃ" نامی کتاب تصنیف فرمائی۔

اور مالکی مذہب کے مدینہ منورہ سے متعدد مرتبہ مراسلات کے بعد ایسے فتاویٰ جمع فرمائے کہ ضرورت شدیدہ میں جن پر عمل کر کے حنفی مسلک کے لیے گنجائش ہے مذکورہ موضوع پر مشتمل فتاویٰ کو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ نے اپنے زمانے کے مفتیانِ کرام اور علماء عظام کی خدمت میں پیش فرما کر مذاکرہ اور بحث و تنقیح کے بعد "الحیلۃ الناجزۃ" نامی کتاب تصنیف فرمائی اور جس کی تصنیف میں جد کی المکرم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ اور حضرت مولانا عبدالکریم صاحب گنگوہیؒ نے غیر معمولی

تعاون فرمایا اور مدینہ منورہ کے مفتیانِ کرام سے فتاویٰ حاصل کرنے اور خط و کتابت کے سلسلہ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہ نے بھی غیر معمولی رہنمائی فرمائی۔

اگرچہ اس کتاب کے متعدد ایڈیشن شائع ہوتے رہے لیکن کتاب کے ظاہری حسن اور کتاب کے جدید عنوانات کی طرف خاطر خواہ توجہ نہیں ہو سکی، چنانچہ راقم الحروف نے حضرتؒ کی عبارات کو باقی رکھتے ہوئے بعض جگہ معمولی طور پر تسہیل کی اور پوری کتاب پر جدید عنوانات قائم کیے اور اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل خدمات انجام دیں۔

(۱) "الشہاب الثاقب" کے قدیم نسخہ کی پوری کتاب کی عبارات پر جدید عنوانات قائم کرکے فہرستِ مضامین اور فہرستِ عنوانات جدید ترتیب سے اشاعت کی۔

(۲) اصل کتاب کی سابقہ عبارات کو باقی رکھتے ہوئے بعض اصطلاحی الفاظ کی تسہیل کی ہے اور جن مقامات پر نمایاں تسہیل کی ہے ان کو بین القوسین کر دیا ہے لیکن حضرتؒ کے اصل مفہوم کو پوری طرح باقی رکھا گیا ہے۔

(۳) قدیم نسخہ میں بعض مقامات پر حاشیہ نہایت طویل بلکہ کئی کئی صفحات پر مشتمل تھا جو مستقل ایک مضمون ہے، جدید عنوان قائم کرکے متعلقہ مضمون کے آخر میں پیش کر دیا گیا ہے اور ایسے مقامات پر مختصر نوٹ حاشیہ پر دے دیا گیا ہے تاکہ اس ترتیبِ جدید کی وضاحت ہو سکے۔

(۴) سابقہ نسخہ میں جن مقامات پر مختصر حاشیہ تھا اس کو باقی رکھتے ہوئے بعض جگہ اس کا عنوان حاشیہ پر قائم کر دیا ہے اور بعض جگہ اگر حاشیہ عربی میں تھا تو اس کا مفہوم اردو میں پیش کر دیا ہے۔

(۵) حیلۂ ناجزہ کی تصنیف کے زمانہ کے مفتیانِ مدینہ منورہ، حضرت علامہ السید ہاشم مالکی، علامہ مفتی سعید بن صدیق فلاتی، علامہ مفتی محمد طیب الانصاری، مفتی عبداللہ تونسی، و دیگر مالکی مفتیانِ مسجد نبوی کی خدمت میں ارسال کیا گیا سوال نامہ اور مذکورہ مفتیانِ مالکیہ کے جوابات حسب سابق باقی رکھے گئے ہیں البتہ "حیلۂ ناجزہ" میں حضرتؒ نے مالکیہ کا اردو میں جو مسئلہ بیان فرمایا ہے قدیم نسخہ میں اس کی دلیل عربی فتوے کے ساتھ کافی فاصلہ پر درج تھی جس کی نشاندہی حضرتؒ نے روایات کا نمبر تحریر فرما کر فرمائی تھی۔ راقم الحروف نے بعض مقام پر مالکیہ کے مسئلہ کی دلیل ساتھ ہی ساتھ عربی فتویٰ سے عربی میں ہی پیش کر دی اور سابقہ جگہ بھی وہ عبارت عربی فتوے میں بھی باقی رکھی اور اردو میں بھی اسی جگہ عنوان لگا دیا۔

(۶) جن رسائل کے عربی میں نام تھے وہ قدیم نام بھی باقی رکھے البتہ افادۂ عام کی غرض سے تعارفی جدید ناموں کا بھی اضافہ کر دیا جس کی وضاحت فہرست مضامین میں ہے۔

(۷) "الحیلۃ الناجزہ" پر جن اکابر علماءِ ہند نے تصدیقات تحریر فرمائی ہے ان کے اسماءِ گرامی کی ایک تفصیلی فہرست کتاب کے آغاز میں شریک اشاعت کی گئی ہے۔

(۸) حیلۂ ناجزہ کے پانچوں رسائل سابقہ جگہ باقی رکھے گئے ہیں اس کے پہلے رسالے میں تفویض طلاق کے احکام، مفقود الخبر، عنین، مجنون سے تفریق شرعی کی صورتیں حسب سابق درج کی گئیں ہیں۔

اسی طرح رسالہ "المختارات فی مہمات التفریق والخیارات" میں بالغہ کے فسخ

نکاح کی تفصیلی بحث اور حرمت مصاہرت کے احکام، کفو، غیر کفو میں نکاح کی بحث پیش کی گئی ہے۔

اور رسالہ حکم الازدواج میں غیر مسلم اقوام اور یورپین اقوام سے نکاح کے احکام بیان کیے گئے ہیں اور سابقہ نسخہ کی طرح رسالہ المرقات لمطلوبات میں مذکورہ تمام مسائل کا عام فہم خلاصہ پیش کیا گیا ہے نیز رفاق المجتہدین سے وفاق المجتہدین میں حیلۂ ناجزہ پر پیش کئے گئے سوالات اور حیلۂ ناجزہ پر کیے گئے شبہات کا جامع جواب پیش کیا گیا ہے۔

(۹) مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند میں آخر ۱۴۰۳ھ تا ۱۴۰۹ھ چھ سال تک محکمہ عدلیہ شرعیہ دارالقضاء کے قیام کے دوران راقم الحروف کو بطور معتمد دارالقضاء جو تجربات کا موقع ملا اور مختلف نوعیت کے جو شرعی مقدمات سامنے آئے۔ ان تجربات کی روشنی میں مدعی / مدعا علیہ کو نوٹس روانہ کرنے کا مضمون مختار نامہ ثالث نامہ کا مضمون اور شرعی مقدمہ کی سرکاری حیثیت بنانے سے متعلق رہنمائی پر مشتمل مسودات اور عرضی دعویٰ، درخواست دعویٰ کا مسودہ وغیرہ بھی شریکِ اشاعت کیا گیا۔

(۱۰) مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون، دیوبند، دہلی کے مفتیانِ کرام اور دیگر اکابر علماء ہند کی جو تصدیقات قدیم نسخے میں آخرِ کتاب میں شامل تھیں ان کو آخرِ کتاب میں شریکِ اشاعت کیا گیا۔

مذکورہ تمام امور کی انجام دہی میں غیر معمولی احتیاط سے کام لیا گیا، پھر بھی سہو و نسیان خارج از امکان نہیں، اس لیے جو سہو نظر سے گذرے از راہ نوازش راقم الحروف کو مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اس کی اصلاح کی جا سکے۔

دعا ہے خداوند قدوس اس خدمت کو قبول فرمائے اور نافع خلائق بنائے

آمین۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

خورشید حسن قاسمی بن حضرت مولانا سید حسن صاحبؒ
سابق استاذ تفسیر و حدیث دارالعلوم دیوبند ۲۴ شعبان ۱۴۱۳ھ
مطابق ۱۷ ؍ فروری ۱۹۹۳ء
یوم چہارشنبہ

احقر خورشید حسن قاسمی بن حضرت مولانا سید حسن صاحبؒ (استاذ دارالعلوم دیوبند) نے کتاب "الحیلۃ الناجزۃ" یعنی "احکام طلاق وانظام شرعی عدالت" کے جملہ حقوق جناب قاری محمد رفعت صاحب مالک مکتبہ رحمی دیوبند کو دیدیے ہیں اور احقر نے کتاب کے حقوق کے آپسی معاملات طے کر لئے ہیں۔

نیز احقر نے مذکورہ کتاب کی اشاعت کے حقوق قاری صاحب موصوف کو دائمی دیدیے ہیں اب احقر یہ کتاب شائع نہیں کرے گا اور نہ ہی کسی دوسرے کو شائع کرنے کی اجازت دے گا۔

تحریر لکھ دی ہے تاکہ سند رہے اور وقت ضرورت کام آئے۔

[illegible]

"الحیلۃ الناجزۃ"
کے تصدیق کرنے والے اکابرین کے اسماء گرامی

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ

فقیہ ملت حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ مفتی اعظم پاکستان وسابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند

حضرت مولانا سید اصغر حسین میاں صاحب نور اللہ مرقدہ

شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا محمد اعزاز علی صاحب

حضرت مولانا عبداللطیف صاحبؒ ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ

حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحبؒ استاذ مدرسہ مظاہر العلوم دیوبند

حضرت مولانا عبدالسمیع صاحبؒ دیوبندی استاذ دارالعلوم دیوبند

حضرت مولانا محمد رسول خان صاحبؒ استاذ دارالعلوم دیوبند

حضرت مولانا سید محمد مبارک علی صاحبؒ نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند

حضرت مولانا مفتی محمد مسعود احمد صاحبؒ نائب مفتی دارالعلوم دیوبند

حضرت مولانا محمد ریاض الدین صاحب استاذ دارالعلوم دیوبند

حضرت مولانا سراج احمد صاحبؒ استاد مدرسہ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب گمتھلویؒ

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی صاحبؒ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون

ودیگر اکابرین ومفتیان ہند

جن حضرات نے "الحیلۃ الناجزہ" کی تصدیق وتائید فرمائی ان کے اسماء گرامی

مولانا سلطان محمود صاحبؒ

مولانا محمد شریف اللہ صاحب

مولانا سجاد حسین صاحبؒ استاذ مدرسہ فتح پوری دہلی

مولانا محمد عبد القادر صاحبؒ استاذ مدرسہ فتح پوری دہلی

مولانا اشفاق الرحمن صاحبؒ کاندھلویؒ استاذ مدرسہ فتح پوری دہلی

حضرت مولانا محمد شفیع دیوبندیؒ

مولانا محبوب الٰہیؒ دیوبندی استاذ مدرسہ عبد الرب دہلی

مولانا رشید احمدؒ استاذ درجۂ علیا مدرسہ حسینیہ دہلی

مولانا عقیل احمد صاحبؒ سند یافتہ دارالعلوم دیوبند استاذ عربک ہائی اسکول دہلی

مولانا عبد الرحمن صاحبؒ صدر المدرسین مدرسہ امداد الاسلام میرٹھ

مولانا سید طاہر حسن صاحبؒ استاذ مدرسہ امداد الاسلام میرٹھ

مولانا اختر شاہ صاحبؒ استاذ مدرسہ امداد الاسلام میرٹھ

مولانا مشیت اللہ صاحبؒ استاذ مدرسہ عالیہ میرٹھ

مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھیؒ

مولانا شاہ صاحبؒ صدر مفتی مدرسہ عالیہ امدادیہ مراد آباد

مولانا خلیل احمد صاحبؒ مفتی مدرسہ عالیہ امدادیہ

مولانا محمد سید حسن صاحبؒ

مولانا محمد انور صاحبؒ

مولانا محمد فاضل صاحبؒ

مولانا عبدالحق صاحبؒ مدرسہ شاہی مراد آباد

مولانا خیر محمد صاحبؒ صدر مدرس مدرسہ خیر المدارس جالندھر

مولانا محمد رمضان صاحبؒ مدرسہ عربی خیر المدارس جالندھر

مولانا محمد علیؒ مدرسہ خیر المدارس جالندھر شہر

مولانا محمد عبدالستار رائے پوری مدرسہ خیر المدارس جالندھر

مولانا عبدالکریم صاحبؒ

مولانا محمد فقیر اللہ صاحبؒ استاذ مدرسہ رشیدیہ جہت پور جالندھر

مولانا فضل احمد صاحب مہتمم مدرسہ رائے پور گوجران پنجاب

مولانا محمد ابراہیم صاحبؒ مہتمم مدرسہ عربیہ جگراون ضلع لدھیانہ پنجاب

مولانا عبدالعزیز صاحب استاذ مدرسہ رائے پور جالندھر پنجاب

مولانا محمود حسنؒ بہروی

مولانا عبدالکریم صاحبؒ جہت پور جالندھر

مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحبؒ مفتی مدرسہ راندیر ضلع سورت گجرات

مولانا محمد حسن صاحب صدر مدرس مدرسہ نعمانیہ امرتسر پنجاب

مولانا عبدالرحمٰن صاحب مدرس مدرسہ نعمانیہ امرتسر پنجاب

مولانا عبدالمجید صاحبؒ استاذ مدرسہ نصرۃ الحق امرتسر

مولانا محمد بہاؤ الحق قاسمی بن حضرت مولانا مفتی پیر غلام مصطفیٰ صاحب قاسمی امرتسریؒ

مولانا غلام محمد صاحبؒ امام جامع مسجد خیر الدین امرتسر

مولانا احتشام الدین استاذ مدرسہ تقویۃ الاسلام امرتسر

مولانا محمد نور عالم استاذ عربی مسلم ہائی اسکول امرتسر

مولانا حکیم عبد الخالق صاحب چوک فرید امرتسر

مولانا عمر الدین شیخ مولوی فاضل قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

مولانا احمد بخش استاذ مدرسہ عربیہ احمد پور شرقیہ بہاول پور

مولانا محمد صدیق صاحب

مولانا افضل احمد صاحب

مولانا چراغ محمد صاحب استاذ مدرسہ انوار العلوم گوجرانوالہ

مولانا عبد الواحد صاحب جامع مسجد مدرسہ انوار العلوم گوجرانوالہ

مولانا عبد الجبار صاحب مفتی و امام جامع مسجد سوپور کشمیر

مفتی محمد یٰسین دار القضاء و فتاویٰ سوپور کشمیر

مولانا محمد اسحٰق بردوانی مدرسہ عالیہ ڈھاکہ

مولانا محمد شمس الدین صاحب مدرسہ عالیہ ڈھاکہ

نوٹ : الحیلۃ الناجزہ للحیلۃ العاجزہ پر مذکورہ بالا حضرات کی تفصیلی تصدیق و رائے گرامی کتاب کے آخیر میں بعنوان "تصدیقات علماء ہند" ملاحظہ فرمائیں۔ قدیم نسخے میں یہ تصدیق آغاز کتاب میں درج تھی۔

خورشید حسن قاسمی

رفیق دار الافتاء و رکن رویت ہلال کمیٹی

دار العلوم دیوبند یوپی انڈیا

۴ر شعبان ۱۴۱۲ھ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تالیف کتاب کی پہلی وجہ

حمد و صلوٰۃ کے بعد عرض ہے کہ یہ رسالہ چند فتاویٰ کا مجموعہ ہے جن میں تفویضِ طلاقِ منکوحہ کا مسئلہ ہے (یعنی نکاح کے وقت بیوی کو حقِ طلاق سپرد کر دینے کا مسئلہ ہے) اور جو رسالہ پہلا جزو ہے اس میں حنفیہ کے مذہب کے مطابق فتویٰ ہے اور اس کے دوسرے جزو میں مذہب مالکیہ مدینہ منورہ کے مفتیان کرام ہیں جن میں سے بعض اجزا فقہ حنفی میں بھی پائے جاتے ہیں اور بعض اجزا مذہب مالکیہ کی فقہ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اور ان رسائل کو جمع کرنے کی مذکورہ وجوہ میں پہلی وجہ تو ان اعتراضات کا جواب دینا مقصود ہے جو کہ عورتوں کی تکالیف سے متعلق ہیں جن کا تعلق شوہر سے ہے جس کے مندرجہ ذیل اسباب ہیں۔

شوہر کا گم ہونا، مجنون ہونا، عنین، نامرد ہونا، وسعت کے باوجود بیوی کو نان و نفقہ نہ دینا اور زد و کوب وغیرہ

بیوی کے مرتد ہونے سے نکاح فسخ نہ ہوگا

(ارتداد زوجہ سے نکاح فسخ نہیں ہوتا) (بعض حلقوں کی جانب سے یہ عرض کہ اسلام

شرعی قاضی کے بغیر براہ راست، خواتین کو مصائب (مذکورہ) سے نجات کا کوئی طریقہ تجویز نہیں کیا جبکہ ہندوستان میں شرعی قاضی کا وجود نہیں، بہرحال شوہر کے مذکورہ مظالم سے تنگ آ کر بہت سی خواتین مرتد ہو جاتی ہیں چنانچہ کچھ ہی دن پہلے سنا تھا کہ بعض علاقوں میں بہت کم وقفہ میں کافی تعداد میں عورتیں مرتد ہو

چکی ہیں اگرچہ اس بات کا جواب بالکل ظاہر ہے کہ اسلام کا کام صرف تدبیر بتلانا ہے اگر مسلمان اس پر عمل نہ کریں تو مورد الزام مسلمان ہیں، یا اسلام؟

شرعی قاضی کے انتخاب کیلئے کوشش کی ضرورت

بہر حال اس اعتراض کا اور اس مشکل کا حل یہی ہے کہ اس قسم کے حاکم اور قاضی مقرر کیے جائیں جو کہ حکومت کے اقتدار سے اس قسم کے فیصلوں کو نافذ کر سکیں اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو موجودہ حکومت سے مطالبہ کریں اور اس بات کی کوشش کریں کہ حکومت اس قسم کے حاکم مقرر کر دے کہ جن میں وہ تمام صفات ہوں جو کہ شرعی قاضی میں ہونی چاہئیں یا کم از کم ہر ایک ضلع میں ایک اس قسم کا حاکم مقرر کرے جو کہ اس قسم کے معاملات میں اختیار رکھے اگر وہ حاکم عالم نہ ہو تو قانونی طور پر اس بات کی پابندی کی جائے کہ ہر ایک معاملہ میں علماء سے فتویٰ حاصل کرے اگر کسی وجہ سے مسلمان اس بات کا انتظام نہ کریں یا ان کی اس قسم کی درخواست اور کوشش کامیاب نہ ہو تو انصاف کرنا چاہیے (یعنی اگر شرعی قاضی کا انتخاب نہ ہو سکے تو اس میں مسلمانوں کا قصور ہے یا اسلام کا؟)

بہر صورت مذکورہ اعتراض خود مسلمانوں پر آتا ہے نہ کہ اسلام پر، اور اس صورت میں اسلام پر اعتراض کرنا آیت کریمہ "ولا تزر وازرۃ وزر اخری" کے مخالف ہے۔

اور فارسی کے اس شعر کا مصداق ہے ؎

نوٹ: قدیم نسخہ میں اس جگہ نہایت طویل حاشیہ تھا جس کو افادۂ عام کی غرض سے آئندہ صفحات میں "مسلمان عورت کا کافر سے نکاح" کے عنوان سے نیز قاضی کی صفات، ترکِ مذہب اور دوسرے مذہب پر فتویٰ دینے کے مدد کے عنوانات سے پیش کیا گیا۔ (خورشید حسن قاسمی)

حملہ بر خود می کنی اے سادہ لوح !
ہمچوں آں شیرے کہ بر خود حملہ کرد

(یعنی اے سادہ لوح انسان تو خود اپنے اوپر حملہ کرتا ہے تو اس شیر کی طرح ہے جو کہ خود اپنے اوپر حملہ آور ہوتا ہے)

دوسرے مذہب پر فتویٰ دینے کی حد ــ بعض شرائط

مذکورہ جواب اگرچہ اعتراض کرنے والوں کے لیے کافی ہے لیکن اس جگہ ایک اشکال یہ باقی رہ جاتا ہے کہ شوہر کے طلاق دیئے بغیر یا شوہر کی وفات کے بغیر بھی تفریق شرعی یعنی علیحدگی کی کوئی صورت ہے یا نہیں ؟ اگرچہ مذکورہ جواب کے بعد مزید جواب کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی لیکن کیونکہ اس جواب میں مظلوم عورتوں کی مشکلات کا شرعی حل ہے اس وجہ سے ہم تبرعاً اس جواب کو بھی پیش کرتے ہیں ۔

مظلوم عورتوں کیلئے گنجائش

جن عورتوں کا ابھی نکاح نہیں ہوا ان کی قسم قسم کی تکالیف دور کرنے کے لیے فقہ حنفی میں ایسے مسائل کی کمی ہے اس وجہ سے اس طرح کے واقعات کے متعلق مدینہ منورہ سے چند مرتبہ خط و کتابت کے بعد مذہب مالکیہ کے مفتیان کرام سے فتاویٰ حاصل کیے گئے یہ فتاویٰ جو کہ مع سوال و جواب عربی میں ہیں اس کتاب کے دوسرے جزو بعنوان مجموعہ فتاویٰ مالکیہ میں مذکور ہیں ۔ اس جواب کے بعد اور شدید ضرورت میں دوسرے امام کے مسلک کو مع شرائط و قیودات اختیار کر لینے کی گنجائش کے بعد اس اعتراض کی گنجائش نہیں کہ " اسلام میں کوئی ایسی تدبیر نہیں کہ جس میں قاضی شرط ہو"

کتاب کی ترتیب

اس کتاب کی ترتیب یہ ہے کہ اس کے پہلے جزو میں تفویض طلاق کا فتویٰ ہے اور دوسرے میں زوجۂ عنین زوجۂ مجنون کی تفریق کے احکام ہیں اسی طرح وہ شوہر جو کہ حاضر ہو لیکن متعنت ہو (یعنی آوارہ، بیوی کے حقوق سے لاپرواہ سرکش ہو) اور غائب غیر مفقود (یعنی ایسا شوہر جو کہ غیر ملک وغیرہ پردیس چلا گیا ہو کہیں موجود ہو لیکن بیوی کے حقوق شرعیہ ادا نہ کرتا ہو) کے تفصیلی احکام مذکور ہیں۔

اس کے بعد حضرات اکابرین دیوبند و اکابرین سہارنپور کی تصدیق درج ہے[1] اور سب سے آخر میں ان تمام عربی فتاویٰ کو جو کہ مدینہ منورہ کے مذہب مالکی کے مفتیان کرام سے حاصل کیے گئے تھے ان کو شامل کر دیا گیا ہے تاکہ اہل علم بھی ملاحظہ فرما سکیں اور ان مالکی مذہب کے فتاویٰ میں سے جس جس عبارت سے اس کتاب میں استدلال کیا گیا ہے ان کا روایت اولیٰ اور روایت ثانیہ نام رکھا

---

[1] اکابرین ہند کی تصدیق: دارالعلوم دیوبند سے گیارہ حضرات اور مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور سے چار حضرات نے اس تصنیف کو نہایت غور و خوض سے ملاحظہ فرمایا اور جگہ جگہ مفید مشورے بھی دیئے اور اپنے قیمتی وقت کا بڑا حصہ صرف کر کے اس قدر اہتمام سے اصلاحی نظر فرمائی ہے کہ ان حضرات کو تصنیف میں شریک کہنا چاہیے اسی وجہ سے ان چودہ حضرات کی تصدیق کو سب سے مقدم اصل تصنیف کے ساتھ درج کیا گیا اس کے علاوہ اس کے بعد دیگر علماء کرام کی تصدیقات رسالہ شائع ہونے کے بعد حاصل کی گئی ہیں ان تمام عربی فتاویٰ (جو کہ مالکی مفتیان سے حاصل کیے گئے تھے ان کی اصل امداد العلوم تھانہ بھون میں محفوظ ہے)

[2] جدید ترتیب میں فہرست تصدیق کنندگان آخر میں شریک اشاعت کر دی گئی اور صرف ناموں کی فہرست شروع میں لگا دی گئی۔ خورشید حسن قاسمی۔

[3] جدید نسخہ میں اس موقع پر مذہب حنفی و مالکی سے متعلق مسائل کے عنوانات بڑھا دیے گئے ہیں۔ خورشید حسن ق۔

گیا اور اصل رسالہ میں اسی استدلال کی گئی روایت کا اسی عنوان سے حوالہ بھی دے دیا ہے اور اس کا نام "الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ" تجویز کیا گیا ہے جس کی مناسبت ہر ایک دونوں اجزاء کے ساتھ ظاہر ہے۔

حیلۂ ناجزہ کی جامع تلخیص کا تعارف

مذکورہ بالا تمام مضمون علمی نوعیت کا تھا اسی وجہ سے ان تمام کا خلاصہ نہایت عام فہم اور آسان عبارت میں پیش کر دیا گیا عوام کو بجائے پوری کتاب کے یہ خلاصہ دیکھ لینا اور سمجھ لینا کافی ہے یہ خلاصہ آخر میں شائع شدہ ہے۔ بہرحال اس خلاصہ کو بھی کسی عالم دین سے سمجھ لینا چاہیے لیکن عالم دین کے لیے مناسب ہے کہ اس خلاصہ کو اصل رسالہ سے مقابلہ کر لیں کہ آسانی کے لیے یہ خیال رہے کہ اس خلاصہ کو انشاء اللہ عنقریب مستقل طور پر بھی شائع کیا جائے گا اور اس رسالہ کا نام ہے "المرقومات للمظلومات" (یعنی مظلوم عورتوں کی مشکلات کا شرعی حل) بہرحال اعتراض مذکورہ کا جواب مکمل ہوا۔

ایک ضروری ہدایت

زیر نظر تصنیف میں مذکورہ مسائل پر عمل کرنے والے حضرات کے ذمہ دو قسم کے کام ہیں پہلا کام تو یہ ہے کہ مسئلہ پر عمل سے پہلے کسی صاحب استعداد عالم سے جو کہ اہل علم حضرات کی نظر میں فن فتویٰ نویسی میں شہرت یافتہ بلکہ فتویٰ نویسی میں تسلیم شدہ ہوں ان سے اچھی طرح مسئلہ سمجھ لیں صرف اپنی قوت مطالعہ پر اعتماد کر کے کسی واقعہ کو اس مسئلہ پر منطبق نہ کریں اور مکمل کارروائی میں ان عالم یا مستند مفتی کو اس طریقہ سے شریک رکھیں کہ مسئلہ کے ہر ایک جزو اور معاملہ کے ہر ایک پہلو کے بارے میں ان کو مطلع کرتے رہیں اور ان سے شرعی حکم دریافت کرتے رہیں اور ان مفتی یا عالم کو بھی چاہیے کہ غیر معمولی بصیرت اور خوب توجہ سے کام لیں اور جس جگہ معمولی سا بھی

حسین احمد مدنی ؒ نے علماء مالکیہ سے فتاویٰ حاصل کرنے میں بہت تعاون فرمایا بلکہ مسئلہ
مفقود کے علاوہ دیگر مواقع میں تحقیق احکام کے اصل محرک بھی وہی ہیں نیز مدینہ منورہ
میں مولانا سید احمد صاحب مہتمم مدرسۃ العلوم الشرعیہ نے علماء مالکیہ سے حصول
فتاویٰ میں ہر مرتبہ کوشش فرمائی اور ہمیشہ نہایت اہتمام سے فتاویٰ روانہ فرماتے رہے
اور پھر اس رسالہ کا ابتدائی مسودہ عزیزم مولوی ظفر احمد صاحب تھانوی سلمہ نے تیار
کیا اور اس کے بعد ان کے رنگون چلے جانے پر اس رسالہ کی تفصیلی ترتیب میں مولوی
محمد شفیع صاحب مفتی دار العلوم دیوبند و مولوی عبد الکریم صاحب گمتھلوی مقیم خانقاہ امدادیہ
تھانہ بھون نے بہت مدد دی ہے بلکہ واقع میں قریب قریب رسالہ کی ترتیب
انہی کا کام ہے اگرچہ ہر جگہ تمام میں یہ ناکارہ بھی شریک رہا اس وجہ سے ناظرین
سے اپنے ہمراہ ان حضرات کے لئے بھی دعا کی گزارش کرتا ہوں۔ وما توفیقی الا باللہ
علیہ توکلت والیہ انیب

کتبہ

اشرف علی اوائل ذیقعدہ ۱۳۵۱ھ

مسلمان عورت کا کافر سے نکاح

(یعنی عورت کے مرتد ہونے سے)

واضح رہے کہ اس کارروائی سے شرعاً نکاح فسخ نہیں ہوتا اگرچہ تجدید اسلام اور تجدید نکاح سے قبل موجودہ شوہر کے لیے ہمبستری وغیرہ حرام ہو جاتی ہے اس مسئلہ کو اس رسالہ کا ضمیمہ میں پوری وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ مسلمان عورت کا نکاح کسی کافر سے کرنا ہرگز جائز نہیں ہے قطعاً حرام ہے اور اسی طرح کتابیہ عورت کے علاوہ کسی کافر عورت سے مسلمان مرد کا نکاح بھی بالکل باطل اور قطعی حرام ہے۔

قاضی کی صفات

قاضی کے لیے شرعاً جو صفات ضروری ہیں ان کی تفصیل کتب فقہ ہدایہ، عالمگیری، رد المحتار وغیرہ میں مذکور ہے بوقت ضرورت مراجعت کر لی جائے اس جگہ چند ضروری صفات کو بیان کیا جاتا ہے۔

شرعی قاضی کی شرائط

قاضی شرعی کے لیے شرط یہ ہے کہ قاضی مسلمان ہو غیر مسلم قاضی نہیں ہو سکتا کسی طریقے سے قاضی کا مکلف ہونا بھی شرط ہے بچہ یا مجنون قاضی نہیں بن سکتے یہ بھی شرط ہے کہ آنکھ کان زبان صحیح و سالم ہوں اندھا یا بہرا یا گونگا نہ ہو اور قاضی بننے کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ رشوت دے کر قاضی نہ بنا ہو اور اگر رشوت دے کر قاضی بنا ہو تو وہ شرعاً قاضی نہ ہوگا اور اس کا حکم بھی نافذ نہ ہوگا (کذا فی البحر)

اور یہ بھی ضروری ہے کہ علم دین میں مہارت تامہ رکھتا ہو جاہل کو قاضی بنانا جائز نہیں یہ الگ بات ہے کہ اگر کسی جگہ جاہل قاضی بن گیا اور اس نے اہل علم سے فتویٰ لے کر شریعت کے موافق فیصلہ کر دیا تو اس کا حکم نافذ ہو جائے گا۔

اسی طریقہ سے فاسق کو بھی قاضی بنانا جائز نہیں۔

اگرچہ وہ عالم بھی ہو اگرچہ اس کا فیصلہ نافذ ہو جائے گا بشرطیکہ شریعت کے موافق ہو لیکن مسلمانوں پر واجب ہوگا کہ اس کے معزول کرانے کی کوشش کریں۔

دوسرے مذہب پر فتویٰ دینے کی حد، شرائط و تفصیلات

اس سلسلہ میں پہلی شرط یہ ہے کہ مذہب غیر پر عمل کرنا ضرورت شدیدہ کی وجہ سے ہو، خواہش نفسانی کے لیے نہ ہو اور اس شرط پر تمام امت کا اجماع اور اتفاق علامہ ابن تیمیہ نے نقل کیا ہے:

حیث قال فی من نکح عند شہود فسقۃ ثم طلقہا ثلاثاً فاراد التخلص من ایقاع الطلقۃ بان النکاح کان فاسداً فی العمل علی مذہب الشافعی فلم یقع الطلاق۔ ان ہذا القول یخالف اجماع المسلمین سواء فانہم متفقون علی ان من اعتقد حل الشیء کان علیہ ان یعتقد ذلک سواء وافق غرضہ او خالفہ ومن اعتقد تحریمہ کان علیہ ان یعتقد ذلک فی الحالین وہؤلاء المطلقون لا یفکرون فی فساد نکاحہم بفسق الولی الا عند الطلاق الثلاث لا عند الاستمتاع والتوارث یکونون فی وقت یقلدون من یفسدہ وفی وقت یقلدون من یصححہ بحسب الغرض والہوی ومثل ہذا لا یجوز باتفاق الائمۃ وشرع قال بعد ثلاثۃ اسطر ونظیر ہذا ان یعتقد الرجل ثبوت شفعۃ الجوار اذا کان طالباً لہا وعدم ثبوتہا اذا کان مشتریاً فان ہذا لا یجوز بالاجماع وکذا من صحح ولایۃ الفاسق فی حال نکاحہ ویعتقد فساد ولایتہ حال طلاقہ لم یجز ذلک باجماع المسلمین ولو قال المستفتی المعین انا لم اکن اعرف

اور قیود میں طویل کلام اور کافی اختلاف ہے جس کو ایک مستقل تصنیف "التحقیق فی التلفیق" میں بیان کر کے اعلاء السنن کی کتاب البیوع کے مقدمہ کا جزو بنا دیا گیا ہے اور ہمارے نزدیک ان اقوال مختلفہ میں سے یہ قول سب سے زیادہ بہتر ہے کہ عمل واحد میں تلفیق خارق للاجماع کی اجازت نہ ہو اور دو عمل علیحدہ ہوں تو ان میں تلفیق کی اجازت دی جائے اگرچہ ظاہری طور پر اجماع کے خلاف لازم نہ آتا ہو مثلاً کوئی شخص ترتیب کے بغیر وضو کرے تو حضرات شافعیہ کے نزدیک وضو صحیح نہیں۔

اور کوئی شخص چوتھائی سر سے کم مسح کرے تو احناف کے نزدیک وضو نہیں ہوتا پس اگر کوئی شخص اس طریقہ سے وضو کرے کہ ترتیب کی رعایت نہ ہو اور چوتھائی سر سے کم کا مسح کرے تو کسی امام کے نزدیک بھی وضو نہیں ہوا۔ اور یہ تلفیق خارق للاجماع ہے۔

اور اگر کسی نے وضو میں چوتھائی سر سے کم کا مسح کیا اور نماز میں فاتحہ خلف الامام پڑھی تو گو ظاہری طور پر اس صورت میں بھی اجماع کے خلاف لازم آتا ہے کہ وضو حضرات شوافع کے مذہب پر ہے۔ اور نماز احناف کے مذہب پر ہے لیکن وضو ایک علیحدہ عمل ہے اور نماز علیحدہ عمل اس وجہ سے یہ تلفیق ممنوع نہیں۔ لیکن احتیاط پیش نظر رکھ کر اس تصنیف میں تلفیق کی دونوں قسم سے بھی بچاؤ رکھا ہے۔

پہلا جزو

فقہ حنفی میں نکاح کے وقت عورت کو طلاق کا حق سپرد کرنے کی بحث

سوال:۔ آج کے دور میں زوجین کو نکاح کے بعد جس قدر پریشانیوں کا سامنا

ہوتا ہے وہ محتاج بیان نہیں، کبھی مرد (شوہر) عورت کے ساتھ ظلم اور بے رخی سے پیش آتا ہے نہ تو نان و نفقہ دیتا ہے نہ طلاق دیتا ہے کبھی شوہر بیوی بچوں سے بے فکر ہو کر پردیس چلا جاتا ہے کبھی شوہر نامرد ثابت ہوتا ہے بعض مرتبہ یتیم لڑکی کا نکاح چچا وغیرہ نامناسب جگہ کر دیتے ہیں اور لڑکی ناپسند کرتی ہے بعض مرتبہ شوہر کو جنون کا مرض ہو جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اگر ہندوستان میں شرعی قاضی کا وجود ہوتا تو اس طرح کی تمام پریشانیوں کا علاج آسان تھا مگر اب جبکہ قاضی شرعی موجود نہیں تو خواتین کو سخت مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ نکاح کو فسخ کرنے کے لیے اگر عدالت میں دعویٰ دائر کریں تو بعض مرتبہ حاکم غیر مسلم اس کے معاملہ کا فیصلہ کرتا ہے جو کہ شرعاً نافذ نہیں ہوتا اور بعض مرتبہ حاکم مسلم ہی فیصلہ کرتا ہے لیکن احکام سے ناواقفیت وغیرہ کی وجہ سے قانونِ شریعت کی پابندی سے فیصلہ نہیں دیتا اس لیے وہ فیصلہ بھی قابلِ اطمینان نہیں ہوتا لہٰذا علمائے کرام سے دریافت کیا جاتا ہے۔

۱۔ بعض جگہ ان مشکلات کا یہ جو علاج تجویز کیا گیا ہے کہ نکاح کے وقت شوہر سے کابین نامہ میں اس قسم کی شرائط لکھوالی جائیں جن کی وجہ سے خواتین کو بوقتِ ضرورت اپنے اوپر طلاق واقع کرنے کا اختیار حاصل ہو جائے یہ شرعاً صحیح اور معتبر ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو اس قسم کے کابین کے معتبر ہونے کی شرط کیا ہے؟

۲۔ کیا اس کابین نامہ کو نکاح سے قبل اور نکاح کے بعد لکھوانے یا عین عقد نکاح کے وقت شرائط کو زبانی کہلوانے میں کوئی فرق ہے؟

الجواب

(۱) اس قسم کا "کابین نامہ" تحریر کرانا کہ جس میں طلاق کا اختیار عورت کے (بیوی کے) ہاتھ میں دے دیا گیا ہو اور بوقتِ ضرورت اس سے کام لینا شرعاً

ضرور ہے۔

حق طلاق عورت کے سپرد کرنے کی تیسری صورت

اور تیسری صورت کہ نکاح کے بعد کوئی اقرار نامہ شوہر سے اس طرح کا لکھوا لیا جائے یہ صورت بھی صحیح اور بالکل درست ہے۔

جس نکاح میں کابین نامہ نہ لیا گیا ہو

یہ صورت اُس عورت کے لیے مفید ہے کہ جس کے نکاح میں کابین نامہ نہیں تحریر کرایا گیا تھا لیکن جو عورت نکاح کے وقت احتیاط چاہتی ہے اس کے لیے اس میں بھی وہ ہی کمی ہے جو اوپر مذکور ہوئی یعنی جب کہ نکاح مکمل ہو چکا تو اب عورت کے اختیار میں نہیں رہا کہ شوہر کو ایسا اقرار نامہ تحریر کرنے پر مجبور کرے بلکہ عورت و شوہر کی رضامندی پر معاملہ کا دارومدار ہے۔

نکاح سے قبل شوہر سے کابین نامہ لینا

جس عورت کو مطلق مصیبت زدہ عورت کے چھٹکارہ حاصل کرنے کی اصل تدبیر پہلی یا دوسری صورت اختیار کرنا ہے اور ان میں آسان صورت جس میں عوام کے مغالطہ میں پڑنے کا اندیشہ نہیں، وہ صرف پہلی ہی صورت ہے کہ نکاح سے قبل ہی شوہر سے کابین نامہ تحریر کرا لیا جائے۔

لیکن اس میں نکاح کی جانب اضافت ضرور ہونا چاہیے یعنی "کابین نامہ" میں شوہر سے یہ الفاظ ضرور تحریر کرائے جائیں کہ اگر میں فلاں بنت فلاں سے نکاح کر لوں اور پھر فلاں، فلاں شرط کے خلاف کروں الخ تو میری بیوی کو طلاق بائن)

اور اگر کابین نامہ میں نکاح کی جانب اضافت نہیں کی گئی تو "کابین نامہ" کالعدم ہوگا جیسا کہ اس سے قبل عرض کیا جا چکا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

معلق نکاح اور مشروط نکاح میں فرق

مذکورہ بالا نکاح کہ جس میں شوہر سے کچھ شرائط منظور کرائی گئی ہیں حنفیہ کے نزدیک اس کے جائز ہونے میں شبہ نہیں ہے بعض حضرات نے اس صورت کو نکاح معلق میں داخل کر کے منع کیا ہے لیکن حقیقت میں یہ نکاح معلق نہیں بلکہ نکاح منجز ہے جو کہ معلق تفویض کے ساتھ مشروط ہے. نکاح معلق وہ ہے کہ اس وقت نکاح ہی نہ ہو۔ جیسے کہ کوئی عورت اس طرح کہے کہ اگر میرے والد رضامند ہوں تو میں نے خود کو تمہارے نکاح میں دے دیا، یا شوہر اس طریقے سے کہے کہ اگر میرے والد راس نکاح سے رضامند ہوں تو میں نے قبول کر لیا تو اس صورت میں نکاح منعقد نہیں ہوتا. اور اگر اصل نکاح معلق نہ کیا جائے بلکہ اس کے ساتھ کوئی زائد شرط لگا دی جائے تو اس طریقے سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے جس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ مجلس عقد میں نکاح اسی وقت ہو رہا ہے لیکن اس کے ساتھ ایک شرط ہے جس کو شوہر سے تسلیم کرایا جاتا ہے۔

حق طلاق عورت کو دینے میں احتیاط کی ضرورت

چونکہ خواتین ناقص العقل ہوتی ہیں اس وجہ سے حق طلاق مطلقاً ان کے اختیار میں دے دینا خطرہ سے خالی نہیں ہے اس وجہ سے مناسب یہ ہے کہ عورت کو طلاق کا حق سپرد کرنے کی صورت میں کوئی مناسب قید کا اضافہ کر دیا جائے جس میں وہ خطرہ نہ رہے مثلاً یہ کہ نکاح کے وقت عورت کی جانب سے وہ خود یا اس کا ولی یا وکیل یعنی قاضی نکاح خواں اس طریقہ سے کہے کہ میں نے خود کو یا مسماۃ فلاں دختر فلاں کو تمہارے نکاح میں بعوض مہر...... بحکم رائج الوقت اسی شرط کے ساتھ دے دیا کہ جس وقت اس کو تم سے کسی قسم کی شدید تکلیف پہونچے گی جس کو فلاں

اشخاص میں سے کم سے کم دو حضرات تسلیم کرلیں اس جگہ مناسب یہ ہے کہ کم سے کم دس افراد کے نام فریقین کی رضامندی سے متعین کر دیے جائیں اس کے بعد معاملہ کے وقت میرے یا اس کے اختیار میں ہوگا کہ خود پر ایک بائن طلاق واقع کرے کر اس نکاح سے علیحدگی اختیار کرلی جائے اس صورت کا اختیار عورت کو اس وقت حاصل ہوگا جبکہ تسلیم کردہ حضرات میں سے دو حضرات تسلیم کرلیں کہ (واقعی) تکلیف شدید ہے (یعنی شوہر نے بیوی کو تکلیف شدید پہنچائی ہے) تو اس صورت میں نکاح کے وقت جو کابین نامہ شوہر سے تحریر کرایا گیا ہے اس کے مطابق وہ دو حضرات عورت پر طلاق بائن واقع کرسکتے ہیں۔

تفویض طلاق کے لیے ایک ضروری ہدایت اس کے باوجود عورت کو بھی چاہیے کہ طلاق واقع کرنے میں عجلت سے کام نہ لے بلکہ اطمینان سے غور کرکے قدم اٹھائے اور تین باتوں کا ضرور التزام کرے۔

ایک ضروری مشورہ پہلی بات یہ ہے کہ فوراً غصہ (یا ناراضگی) کے وقت اس اختیار (یعنی تفویض طلاق) سے کام نہ لے بلکہ ایک معتد بہ (یعنی مناسب مدت) تک غور و فکر کرے جس کی میعاد ایک ہفتہ سے کم نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ اپنے خیر خواہوں سے مشورہ کرے۔

تیسرے یہ کہ سنت کے موافق استخارہ کرے اور دعا بھی کرے کہ اے خدا میرا دل ایسے کام کی جانب پھیر دے جو کہ میرے لیے دین و دنیا میں بہتر ہو اس تمام کوشش کے بعد جو کچھ دل میں آئے اس پر عمل کرے اور خداوند قدوس پر اعتماد رکھے اس طریقہ پر وہ خطرہ نہیں ہوگا جو کہ عورت کو حق طلاق سپرد کرنے کی صورت میں حاصل ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

جائے اور نہ اس قدر وسعت ہو کہ عورت کو تینوں طلاقیں واقع کرنے کا اختیار مل جائے
اسی وجہ سے ہم نے کابین ناموں میں اور گذشتہ مثالوں میں اس قسم کے الفاظ استعمال کیے
ہیں جو کہ باتفاق محاورات فریقین کی رعایت اور مصلحت پر مشتمل ہیں۔ ان الفاظ
سے صرف ایک ہی مرتبہ طلاق دینے کا اختیار حاصل ہوگا، لیکن وجود شرط کی مجلس
کے ساتھ مقید نہ ہوگا، اور اردو کے محاورات مختلف ہونے کی وجہ سے تمام الفاظ مذکورہ کا
حکم بیان نہ ہو سکا۔

اس وجہ سے عربی الفاظ کی تفصیل نقل کی جاتی ہے تاکہ اہل علم ضرورت کے
وقت اس تفصیل میں اور متکلم کے محاورہ میں غور سے مطابقت کر کے بقیہ شروط کے
الفاظ کا حکم متعین کر سکیں اور عام لوگوں کے لیے لازم ہے کہ ہم نے جو الفاظ تجویز کیے
ہیں ان کی رعایت پیش نظر رکھیں اور اگر ان کے علاوہ کسی لفظ کا حکم معلوم ہونے کی
ضرورت پیش آجائے تو علماء کرام سے دریافت کریں صرف اپنی زبان دانی پر اعتماد
کر کے خود فیصلہ کرنا جائز نہیں۔

والتفصيل ما في العالمگيرية عن الجوهرة النيرة اذا قال لها طلقي نفسك
سواء قال لها ان شئت اولا فلها ان تطلق نفسها في ذلك المجلس خاصة
ص۲۶ ج۲ -

وفيه ايضاً ان قال لها طلقي متى شئت فلها ان تطلق في المجلس وبعده
ولها المشية مرة واحدة وكذا قوله متى ما شئت واذا ما شئت ولو
قال كلما شئت كان ذلك لها ابدا حتى يقع ثلاثا كذا في السراج الوهاج
والباب الثالث في تفويض الطلاق فصل ثاني في المشية ص۳۰ ج۲ وفي البحر
فصل الامر باليد ص۳۲۱ ج۲ - واطلق الامر باليد فشمل المنجز والمعلق
اذا وجد شرطه ومنه ما في المحيط لو قال ان دخلت الدار فامرك بيدك

فان طلقت نفسها كلما وضعت الصدمر فيها أطلقت لان الامر في يدها وان طلقت بعدما شئت خطوتين لم تطلق ثم أطلقت بعد ما خرج الا مصر من يدها۔

نوٹ : جب کبھی کا لفظ استعمال کرنے سے نکاح کے ثنائیے کے بعد بھی ان ہی شرائط کی پابندی ضروری رہے گی اگر تجربہ کی بنا پر شوہر بیوی شرائط نامہ سے کسی شرط کو موقوف کرنا چاہیں تو یہ نہ ہو سکے گا۔

حق طلاق دینے کے بعد شوہر کی حیثیت

تنبیہ دوم : شوہر کو عورت کو طلاق کا حق سپرد کرنے کے بعد اس حق تفویض سے رجوع کرنے کا حق نہیں رہتا۔ بلکہ تفویض طلاق کے بعد عورت طلاق کی مالک ہو جاتی ہے اس لیے شرائط میں مرد کو (یعنی شوہر کو) غور و خوض اور اہل علم وفہم سے مشورہ کر لینا ضروری ہے ورنہ بعد میں پریشانی اور ندامت ہوگی۔

لہ مہر کی معافی کی شرط پر طلاق دینا : شوہر کے حق میں ایک مفید بات یہ ہے کہ عورت کو طلاق دینے کے لیے مہر معاف کرنے کی شرط لگا لے، اگر یہ شرط طے ہو جائے تو اس کو پڑھانے کا موقع یہ ہے کہ کابین نامہ میں جو یہ جملہ ہے "اپنے اوپر ایک طلاق بائن واقع کرے" اس سے قبل یہ الفاظ لکھے جائیں۔ "مہر معاف کر کے اپنے اوپر الخ" (طلاق بائن واقع کرتی ہوں) قال لها طلقي نفسك ثلاثا بالف او على الف فطلقت نفسها واحدة لم يقع شيء (شامی) قال لها طلقي نفسك ثلثا بيدك ان ابرأتني من مهرك رالی قوله) ان قدمت الابراء وقع وان لم تبرأه من المهر لا يقع لان التوكيل كان بشرط الابراء ۔ منه

یہ مضمون سابقہ قدیم نسخہ میں حاشیہ پر تھا۔

کابین نامہ[1]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں .... پسر ...... قوم .... ساکن ....

ضلع .... صوبہ ..... ملک .... کا باشندہ ہوں۔

میرا نکاح مسماۃ .... دختر .... قوم ....

ساکن .... ضلع .... صوبہ .... ملک کے ساتھ

مندرجہ ذیل شرائط پر مہر .... روپے کے عوض سکۂ رائج الوقت میں متعین

ہوا ہے۔ لہٰذا میں ہوش و حواس کے ساتھ بغیر کسی جبر و اکراہ کے مندرجہ ذیل اقرار

نامہ لکھتا ہوں تاکہ میں اس کا پابند رہوں اور پابندی نہ ہونے کی صورت میں مسماۃ

موصوفہ کے لیے رہائی کی صورت ہو سکے پس میں اقرار کرتا ہوں کہ جب تک وہ

میرے نکاح میں رہے میں شرائط مندرجہ ذیل کا پابند رہوں گا، اور اطمینان کی

غرض سے لکھتا ہوں کہ اگر میں مسماۃ مذکورہ سے نکاح کر لوں اور نکاح کرنے کے

بعد شرائط ذیل میں سے کسی شرط کے خلاف کروں تو اس کے بعد مسماۃ مذکورہ

کو اختیار ہوگا کہ اسی وقت یا پھر کسی وقت جب چاہے تو اپنے اوپر ایک طلاق بائنہ

واقع کر کے اس نکاح سے الگ ہو جائے۔

شرائط مندرجہ ذیل ہیں۔ اس کابین نامہ کو میں نے منظور کیا اور لکھوا کر دیکھنے

کے بعد آج مورخہ .... کو دستخط کرتا ہوں۔

گواہ شد   گواہ شد

---

[1] شرائط طے کرتے وقت تجربہ کار اہل علم سے مشورہ مناسب نیز وکلاء سے مشورہ بھی کر کہ قانوناً یہ شرائط معتبر ہیں یا نہیں؟ اور اس کابین نامہ کی رجسٹری کرا دینا بھی مناسب ہے۔

مذکورہ کابین نامہ میں تو صرف اس کی رعایت کی گئی ہے کہ شرعاً جائز اور معتبر ہو جائے لیکن اس کی رُو سے ایک مرتبہ شرط کی خلاف ورزی ہونے کے بعد عورت کو ایک طلاق کا معلق اختیار مل جائے گا اور ضروری مشورہ کے عنوان سے ہم اس سے قبل لکھ چکے ہیں کہ عورت کو مطلقاً اختیار دے دینا مناسب نہیں ہے ، اس وجہ سے ایک دوسرا مضمون بھی تحریر کیا جاتا ہے تاکہ جو شخص اس ضروری مشورہ پر عمل کرنا چاہے وہ اس طریقہ سے کابین نامہ لکھوا لے۔

معلق کابین نامہ کا مسودہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں ...... پسر ...... قوم ...... ساکن ......

ضلع ...... صوبہ ...... ملک ...... کا رہنے والا ہوں ،

میرا نکاح مسماۃ ...... دختر ...... قوم ...... ساکن ......

ضلع ...... کے ساتھ شرائط ذیل پر بعوض مہر ...... روپے سکہ رائج الوقت

قرار پایا ہے لہٰذا میں ہوش وحواس کی درستگی کے ساتھ بغیر جبر و اکراہ کے حسب ذیل اقرار نامہ لکھتا ہوں تاکہ میں اس کا پابند رہوں اور شرائط کی عدم پابندی کی صورت میں مسماۃ مذکورہ کے لیے رہائی کی صورت ہو سکے پس میں اقرار کرتا ہوں کہ جب تک وہ میرے نکاح میں رہے ہیں شرائط مندرجہ ذیل کا پابند رہوں گا اور اطمینان کی غرض سے تحریر کرتا ہوں اگر میں مذکورہ عورت سے نکاح کروں اور نکاح کرنے کے بعد مندرجہ ذیل شرائط میں سے کسی شرط کے خلاف کروں۔ اور اس شرط کے خلاف ہونے[1] کو مذکورہ اشخاص میں سے کم سے کم دو آدمی تسلیم کرلیں تو

---

[1] مناسب یہ ہے کہ نکاح کے وقت شوہر سے جب کابین نامہ لکھوایا جائے تو اس جگہ (یعنی جانبین ...) پر

خلاصۂ بحث خلاصہ یہ ہے کہ "الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ" کے دو جزء ہیں۔ پہلا جزء

نکاح کے وقت تفویضِ طلاق

"یعنی عورت کے خود طلاق واقع کرنے کا حکم"

سوال: آج کل ہندوستان میں شرعی قاضی نہ ہونے کی وجہ سے خواتین کو جو مشکلات پیش آرہی ہیں اس کے بیان کی ضرورت نہیں، کبھی شوہر ظلم کرتا ہے اور بیوی کے حقوق ادا نہیں کرتا، نہ نان ونفقہ دیتا ہے نہ طلاق دیتا ہے، کبھی بیوی بچوں کو چھوڑ کر لاپتہ ہو جاتا ہے، کبھی شوہر بیوی کے قابل نہیں ہوتا یعنی نامرد ہوتا ہے، کہیں شوہر مجنون، پاگل ہوتا ہے اگر شرعی قاضی موجود ہوتے تو ان مشکلات کا حل آسان تھا لیکن اب جو غیر معمولی دشواریاں پیش آرہی ہیں وہ ظاہر ہیں اس وجہ سے سوال یہ ہے کہ

(۱) بعض جگہ ان مشکلات کا جو علاج تجویز کیا گیا ہے کہ نکاح کے وقت کابین نامہ میں کچھ اس قسم کی شرائط تحریر کرالی جائیں کہ جن کی وجہ سے خواتین کو وقتِ ضرورت اپنے پر طلاق واقع کر لینے کا خود بخود اختیار حاصل ہو جائے یہ شرعاً صحیح ومعتبر ہے یا نہیں؟

(۲) اور کیا اس کابین نامہ کے نکاح سے پہلے یا نکاح کے بعد یا عین نکاح کے وقت لکھوانے یا ان شرائط کو زبانی کہلوانے میں کوئی فرق ہے؟

لے قدیم نسخہ میں یہ مضمون خلاصہ الحیلۃ الناجزۃ کے تحت تھا موضوع کی مناسبت کے پیش نظر اس جگہ شریکِ اشاعت کیا گیا۔

الجواب

(۱) اس قسم کا "کابین نامہ" لکھوانا جس میں طلاق کا اختیار عورت کے ہاتھ میں دے دیا گیا ہو، اور بوقتِ ضرورت اس سے کام لینا جائز ہے اور فقہ کی اصطلاح میں اس اختیار دینے کو "تفویضِ طلاق" (یعنی حقِ طلاق عورت کو سپرد کر دینا) کہتے ہیں۔

(۲) اس تفویضِ طلاق کی متعدد صورتیں ہیں جن کی تفصیل مع شرائط کے اصل رسالہ "الحیلۃ الناجزہ" میں مذکور ہے، اس جگہ صرف وہ صورت بیان کی جاتی ہے جو کہ عوام کے لیے سب سے زیادہ آسان اور خواتین کے لیے سب سے زیادہ مفید اور دونوں فریق کے لیے ہر طرح کی مصلحت پر مشتمل ہے اور وہ یہ ہے کہ نکاح سے پہلے ایک اقرار نامہ مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ شوہر سے تحریر کرالیا جائے۔ واضح رہے کہ اس اقرار نامہ کا ایک ایک لفظ غور و خوض کے بعد شرعی قواعد کے موافق فریقین کی مصلحتوں کی پوری رعایت کر کے تحریر کیا گیا ہے۔ ان میں سے کسی لفظ کو تبدیل نہ کیا جائے ورنہ بعض صورتوں میں یہ اقرار نامہ بالکل بیکار اور بے فائدہ ہو جائے گا۔ اور وہ اقرار نامہ کابین نامہ کی شکل میں یہ ہے۔

کابین نامہ

مسمّیٰ...... پسر...... قوم...... ساکن......

یونٹ...... ضلع...... صوبہ...... ملک...... کا باشندہ ہوں۔

میرا نکاح مسماۃ...... دختر...... قوم...... مقام......

یونٹ...... ضلع...... صوبہ...... ملک...... سے

مندرجہ ذیل شرائط پر بعوض مہر ...... روپیہ سکہ رائج الوقت قرار پایا ہے۔ اس وجہ سے میں بہوش و حواس کے ساتھ بغیر کسی جبر و اکراہ کے مندرجہ ذیل

اقرار نامہ لکھتا ہوں تاکہ میں اس کا پابند رہوں اور پابندی نہ ہونے کی صورت میں
مسماۃ مذکورہ کے لیے رہائی کی صورت ہو سکے۔

پس میں اقرار کرتا ہوں کہ جب تک وہ میرے نکاح میں رہے ذیل میں مندرجہ
ذیل شرائط کا پابند رہوں گا، اور مسماۃ کے اطمینان کے لیے لکھتا ہوں کہ اگر میں
مسماۃ مذکورہ سے نکاح کروں تو نکاح کرنے کے بعد جب کبھی اس کو اس نکاح میں
رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل اشخاص میں سے کم از کم دو حضرات تسلیم کر لیں تو اس کے
بعد مسماۃ مذکورہ کو اختیار ہوگا کہ اسی وقت یا خلاف شرط تسلیم ہونے سے ایک
مہینہ تک پھر کسی وقت چاہے تو وہ ایک طلاق بائن واقع کر کے اس نکاح سے
علیحدہ ہو جائے اور جب کبھی کسی شرط کا خلاف واقع ہو ہر ایک مرتبہ ایک ایک
ماہ کے لیے اختیار حاصل ہوتا رہے گا، لیکن یہ اختیار ایک ہی نکاح تک محدود ہے
اگر کسی طریقہ سے علیحدگی کے بعد نکاح کا اعادہ ہو تو اس کے بعد یہ اختیار اور شرائط
نہیں بلکہ اس وقت جو کچھ دوبارہ طے ہو جائے اس کے موافق عمل ہوگا۔ ان ذریعہ
کے نام یہ ہیں۔

نام　　　　　　　　　　نام

شرائط یہ ہیں۔ - - - - - - - - - - - - - -

- - - - - - - - - - - - - - - -

کابین نامہ کی شرط کی خلاف ورزی　مندرجہ بالا کابین نامہ لکھنے کے بعد ایک
مرتبہ شرط کے خلاف کرنے پر عورت کو
صرف ایک مہینہ کے لیے اختیار مل جائے گا اور مہینہ کے ختم پر اختیار ساقط ہو جائے
گا لیکن اس کے بعد اگر پھر کبھی کسی شرط کی خلاف ورزی کی تو پھر دوبارہ ایک مہینہ
کے لیے اختیار مل جائے گا اور ہر ایک مرتبہ خلاف کرنے سے اسی طریقہ سے اختیار

طلاق رہے گا کہ اگر ایک مرتبہ عورت طلاق واقع کرے یا اور کسی طرح علیحدگی ہو جائے تو
اس کے بعد دوبارہ نکاح ہونے پر خلافِ شرط کے وقوع سے اختیار حاصل نہ ہوگا

اس کابین نامہ کو میں نے منظور کیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دستخط

گواہ نمبر۱ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ گواہ نمبر۲ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

ہندستان اور دیگر غیر اسلامی ممالک میں قاضی کے فیصلہ کی شرعی حیثیت

گذشتہ صفحات میں مذکورہ تفریق شرعی کے اسباب کی بناء پر قضاء قاضی شرط ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کسی عورت کا شوہر مجنون ہو یا لاپتہ ہو گیا ہو یا حقوق سے لاپرواہ ہو یا غائب ہو گیا ہو تو ایسی عورت قاضی کے ہاں طلاق حاصل کرنے کے لیے دعویٰ کرے، اور عورت[1] اس کے ولی فسخ نکاح میں خود مختار نہیں بلکہ شرط یہ ہے کہ قاضی کی عدالت میں مقدمہ دائر کریں اور قاضی باضابطہ تحقیق شرعی شہادت وغیرہ کے ذریعہ کرنے کے بعد فیصلہ کرے اس کارروائی کے بغیر مذکورہ مسائل میں سے کسی مسئلہ میں تفریق (یعنی طلاق) واقع نہیں ہو سکتی۔

فائدة دافعة لشبهة في اشتراط القضاء

اعلم انه قد استدل بعض اهل العصر من اخواننا بما ورد في قضاء تقيم في الهداية (ص ۳۷۳ ج ۱) عن قوله لان الفتوى الفقية

---

[1] ان کے علاوہ بعض صورتیں ایسی بھی ہیں جو قضاء قاضی کی محتاج نہیں۔ بلکہ ان میں خود بخود نکاح سے علیحدگی ہو جاتی ہے جن میں سے دو صورتیں تو رسالہ ہذا کے ضمیمہ حکم الازدواج میں مفصل لکھی گئی ہیں۔ ایک ارتداد شوہر دوسرے اسلام احد الزوجین لہٰذا ضمیمہ موصوفہ کو ضرور ملاحظہ کیا جائے اور فرقت کی سب صورتیں ایک نظم میں صاحب بحر نے جمع کر دی ہیں وہ نظم اس رسالہ حیلہ ناجزہ کے تحت میں درج ہے ۱۲ منہ

مقدمہ کی کاروائی غیر مسلم کے مرتب کرنے کا حکم

اگر مقدمہ کی پوری کاروائی غیر مسلم ترتیب دے اور مسلمان حاکم اس مقدمہ کا فیصلہ کرے یا اس کا عکس ہو یعنی کوئی مسلمان مقدمہ کی پوری کاروائی ترتیب دے اور غیر مسلم فیصلہ دے اجب بھی شرعاً اس قسم کا فیصلہ نافذ نہیں ہوگا۔

نامرد کے مقدمہ میں غیر مسلم کا فیصلہ کرنا

اگر عنین (نامرد) کو مسلمان حاکم نے مہلت دی لیکن تفریق شرعی (علیحدگی) سے قبل دوسرا غیر مسلم حاکم آجائے اور اس نے تفریق واقع کردی تو وہ تفریق صحیح نہیں ہے کیونکہ جس طریقہ سے فیصلہ کرنے کے لیے فیصلہ کرنے کا اہل ہونا شرط ہے اور نااہل کا فیصلہ غیر معتبر ہے اسی طریقہ سے نااہل کے سامنے گواہی ہو یا کوئی دوسرا قاضی جس کے سامنے گواہی پیش ہوئی ہے وہ ضابطہ شرع کے مطابق یعنی کتاب القاضی الی القاضی کے ضابطے سے جو شرائط ہیں ان کے مطابق تحریر کرکے فیصلہ کرنے والا قاضی کے پاس شرائط کے مطابق پہونچا دے۔ ان دو صورتوں کے علاوہ قاضی کو فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل فقہی جزئیات سے واضح ہے۔

"ولو جاء مدعي من القاضي برسول ثقة ادعوت عنده لي الى قاضي آخر : يقبل لانه لا يزيد على ان يأتي القاضي بنفسه ويخبره وهو غير لابينة لو انه من الرعاية بعد في كتاب لانه كالخطاب من مجلس قضائه الخ"

نیز بحر الرائق ہی میں سراج الوہاج سے منقول ہے:

"ولو شهد شهود بحق ثم مات القاضي المشهود عنده و ولي قاضي آخر لم ينفذ تلك الشهادة حتى تعاد الخ."

(بحر الرائق ص[illegible] ج[illegible])

نائب قاضی کے مقدمہ کی کاروائی ترتیب دینے کی حیثیت

اگر کسی نائب وغیرہ نے مقدمہ کی نائب قاضی کاروائی مرتب کرے تو اس میں تفصیل ہے جیسا کہ بحر الرائق ہی میں ص ۶ ج ۷ میں ہے:

"ما نصه وان شهدا عند النائب يقضي بما شهدا عند الاصل و كذا الاصل و يقضي بما شهدا عند النائب الخ"

نیز بعض جزئیات نقل کرنے کے بعد ہے۔

"ثم تخالف بعضها بعضاً فالحاصل ان القاضي اذا ولى الخليفة القضاء عمل بقوله وان ولاه سماع الدعوى والشهادة لا يعمل فلا تناقض الخ" بحر الرائق ص ۶ ج ۷

بورڈ یا کمیٹی کے فیصلہ کی حیثیت

اگر کسی مقدمہ کا فیصلہ کسی کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے جیسا کہ بعض مرتبہ کسی عدالت کے ججوں کی جیوری کے سپرد ہوتا ہے یا پنچ کے سامنے پیش ہوتا ہے یا کوئی مقدمہ چند حضرات کی کمیٹی کے سپرد ہوتا ہے تو اس صورت میں ان تمام ارکان کا مسلمان ہونا شرط ہے کوئی غیر مسلم جج اور مجسٹریٹ اور ممبر بھی اس کا رکن ہو تو شرعاً اس جماعت کا فیصلہ کسی طرح معتبر نہیں، اس قسم کے فیصلہ سے تفریق (علیحدگی) وغیرہ ہرگز صحیح نہیں ہوگی۔

اگر مسلمان مجسٹریٹ نہ مل سکے؟

جس جگہ مسلمان حاکم موجود نہ ہو یا مسلمان حاکم کی عدالت میں مقدمہ لے جانے کا قانوناً اختیار

لہ لیکن یہ صورت طلاق وغیرہ کی جب ہو سکتی ہے جبکہ شوہر عاقل و بالغ ہو اور مفقود بالکل لاپتہ؛ ورنہ مجنون اور نابالغ سے طلاق وغیرہ صحیح نہیں ہے اور مفقود سے طلاق لینے کی صورت نہیں۔

نہ ہو یا مسلمان حاکم شرعی قانون کے مطابق فیصلہ نہ کرتا ہو تو ایسی صورت میں فقہ حنفی کے اعتبار سے تو عورت کی علیحدگی کے لیے شوہر[1] کی طلاق وغیرہ کے بغیر کوئی صورت نہیں ہے[2]

اور ایسی صورت میں جہاں تک ہو سکے خلع وغیرہ کی کوشش کر لی جائے (یعنی عورت مہر معاف کر دے اور مہر کے عوض شوہر سے طلاق حاصل کر لی جائے)

بیوی کے حقوق سے لاپرواہ سرکش سے طلاق

اگر کسی عورت کا شوہر کسی طریقے سے نہ مانے یا شوہر کے مجنون یا لاپتہ (مفقود الخبر) ہونے کی وجہ سے خلع وغیرہ ممکن نہ ہو اور عورت کو صبر کرنے کی ہمت نہ ہو تو مجبوراً مذہب مالکیہ کے مطابق دیندار مسلمانوں کی پنچایت میں معاملہ پیش کرنے کی گنجائش ہے کیونکہ مالکیہ کے مذہب میں قاضی وغیرہ نہ ہونے کی حالت میں یہ صورت بھی جائز ہے کہ محلہ کے دیندار مسلمانوں کی ایک جماعت جو کہ کم از کم تین افراد پر مشتمل ہو پنچایت[3] منعقد کرے اور واقعہ کی تحقیق کر کے شریعت کے موافق فیصلہ کر دے تو پنچایت کا بھی فیصلہ قاضی کے قائم مقام ہوتا ہے اس مسئلہ کی حضرت علامہ صالح تونسی مدینہ منورہ میں مذہب مالکیہ کے مفتی

۱؎ بعض مسائل میں ثالث بنانا درست ہے اور بعض مسائل میں درست نہیں ہے۔

۲؎ اما التحکیم فیصح فی بعض المسائل الشرعیۃ مطلقاً وفی بعضہا بشرط ولکن لا یفتی بہ لما قال صاحب الہدایۃ وغیرہ من انہ لا یفتی بہ فی باب النکاح والطلاق وغیرہا کیلا یتجاسر العوام۔

۳؎ پنچایت کے متعلق تفصیل آگے مذکور ہے۔

فتویٰ نہ دیں، اُس وقت تک ہرگز اپنے امام کے مذہب کو نہ چھوڑے کیونکہ مذہب
غیر کو لینے (یعنی دوسرے امام کے مذہب پر عمل کرنے کے لیے یہ شرط ہے کہ ایسا کرنا
شہوتِ نفسانی کی وجہ سے نہ ہو بلکہ ضرورتِ شدیدہ کی وجہ سے ہو اور ضرورت
وہی معتبر ہے جس کو علماء اہل بصیرت ضرورت سمجھیں نیز یہ بھی ضروری ہے کہ
فتویٰ دینے والا ایسا شخص ہو کہ جس نے کسی ماہر استاذ سے فن کو حاصل کیا ہو
اور حضراتِ اہل بصیرت اُس کو فقہ میں مہارتِ تامہ حاصل ہونے پر شہادت
دیتے ہوں۔

"كما قال الشامي في عقود رسم المفتي فان المقلد من شرطه اى
المفتي الاجتهاد وهذا مفقود في زماننا فلا اقل من ان يشترط فيه معرفة
المسائل بشروطها وقيودها التي كثيرا ما يسقطونها ولا يصرحون بها
اعتمادا على فهم المتفقه وكذا لا بد من معرفة عرف زمانه واحوال
اهله والتخرج في ذلك على استاذ ماهر انتهى شامی۔

مفتی کے لیے شرائط

مذکورہ بالا عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ اصل تو یہ ہے کہ مفتی
(کے مذہب پر فائز ہو سکے) کے لیے اجتہاد کی شرط
لگائی ہے اور یہ شرط اس زمانہ میں مفقود ہے لیکن کم از کم اس میں یہ شرط
ضروری ہے کہ مسائل سے ان کی شرائط و قیودات کے ساتھ واقف ہو (یعنی)

۱؎ ایک بات یہ بھی پیشِ نظر رہنا چاہیے اگر کسی جگہ مسلک مالکیہ کے قاضی نہ ہوں، یا جس جگہ بالکل
قاضی ہی نہ ہو اگر وہاں پر مالکیہ کے مذہب کی پنچایت ہو تو حنفی قاضی اور حنفی پنچایت کی طرف رجوع نہ
کیا جائے۔ اور اگر کوئی رجوع کرے تو ان کو مالکی مذہب پر فیصلہ کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ مالکی قاضی یا مالکی
پنچایت میں معاملہ پیش کیا جائے۔

وحيث نصوا على ان مذهب ائمتنا الثلاثة المنع مطلقاً مع وضوح الادلة عليه وحكى
بعضنا انها ثم اختيار مطلقاً ذلك بالضرورة المسوغة لمخالفة اهل المذهب كيف
يسوغ للمقلد طرح ذلك والخروج من المذهب بالكلية من غير حاجة ضرورية
على انه لو ادعى احد الحاجة في مادة ضرورية غير ما نصوا عليه به فلنا ان نمنعه وان
وجدت فيه العلة التي هي يكون من اهل القياس فقد نص ان يجيبوا في بعض
مسائله على ان القياس بعد الاربعمائة منقطع فليس لاحد ان يقيس مسألة على
مسألة فما بالك بالخروج عن المذهب فعلى المقلد اتباع المنقول ولهذا الموضع
قال بجواز الاستيجار على الحج بناء على ما افتى به المتأخرون ۔

دوسرے امام کے مذہب پر عمل سے متعلق عبارت

مذکورہ بالا عبارت میں جملہ "من غیر حاجۃ ضروریۃ"
سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ بوقت ضرورت دوسرے امام کے مذہب پر عمل جائز
ہے اور اس ضرورت میں یہ قید نہیں کہ اس کا تحقق کب ہوا ہے (یعنی ضرورت کب
پائی گئی ہے) بلکہ مطلقاً ضرورت کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو کہ ہر قسم کی ضرورت
کو عام ہے چاہے وہ ضرورت کسی زمانہ میں پائی جائے جیسا کہ علامہ شامی نے
"عقود رسم المفتی" میں بھی ضرورت کو عام رکھا ہے بلکہ اس میں صفحہ ۵۲ پر عبارت
"فهذه كلها قد تغيرت احكامها لتغير الزمان اما للضرورة واما للعرف
واما لقرائن الاحوال الخ" کے بعد جو تحریر فرمایا ہے ۔

فان قلت العرف يتغير مرة بعد مرة فلو حدث عرف آخر لم يقع
في الزمان السابق فهل يسوغ للمفتي مخالفة المنصوص واتباع العرف الحادث
(قلت) نعم فان المتأخرين الذين خالفوا الا لحدوث عرف بعد زمن الامام
فللمفتي اتباع عرفه الحادث في الالفاظ العرفية وكذا في الاحكام التي بناها

المجتہد علی ما کان فی عرف زمانہ وتغیر عرفہ الی عرف آخر اقتداء بھم لکن بعد ان یکون المفتی ممن لہ رأی صحیح ونظر ومعرفۃ بقواعد الشرع حتی یمیز بین العرف الذی یجوز بناء الاحکام علیہ وبین غیرہ فان المتقدمین شرطوا فی المفتی الاجتہاد وھذا مفقود فی زماننا فلا اقل من ان یشترط فیہ معرفۃ المسائل (الی آخر ما مر)

اس میں تصریح ہے کہ اس زمانہ میں بھی تغیر زمان، ضرورت جدیدہ کی وجہ سے ہو جاوے تو اہل فتویٰ کو مذہب غیر پہ فتویٰ دینا جائز ہے۔

مگر علی انہ لو ادعی احد ... الخ سے بعض حضرات نے استدلال کیا ہے کہ افتاء بمذہب الغیر مخصوص تھا زمانۂ اجتہاد کے ساتھ جو چوتھی صدی پر ختم ہو چکا یعنی چوتھی صدی کے بعد خواہ کیسی ہی ضرورت شدیدہ اور حالت اضطرار پیش آجاوے مگر جس مسئلہ میں زمانہ اجتہاد کے مشائخ نے مذہب غیر کو اختیار نہیں فرمایا اس مسئلہ میں بعد کے علماء کو مذہب غیر پر فتویٰ دینا جائز نہیں مقصود ان حضرات مستدلین کا یہ ہے کہ اس رسالہ میں جو مذہب مالکیہ کے مسائل لکھے گئے ہیں ان میں اکثر مسائل ایسے ہیں جن کو زمانہ مذکورہ میں کسی حنفی مجتہد نے نہیں لیا اس واسطے ہم کو ان پر فتوے دینے کا اختیار نہیں ہے سو اس کا جواب اولاً تو یہ ہے کہ جب خود علامہ موصوف ہر زمانہ میں اس کے جواز کی تصریح فرما چکے (جیسا کہ عبارت مذکورہ بالا از عقود رسم المفتی سے واضح ہے) اور قاعدہ ہے المذکور فی بابہ اولیٰ من المذکور فی غیر بابہ تو پھر اگر اس عبارت سے صراحۃً عدم جواز بھی ثابت ہو جائے تب بھی قابل تسلیم نہیں۔

ضرورۃً دوسرے امام کی اتباع

دوسری بات یہ ہے کہ اس عبارت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ ضرورت کی وجہ سے دوسرے امام

کے مذہب کو لے کر اُسی چیز کے جواز پر فتویٰ ہو سکتا ہے جس کا جواز دوسرے امام
کے مذہب میں منصوص (واضح طور پر ثابت و بیان کیا گیا) ہو۔ غیر مجتہد کو یہ جائز نہیں
دوسرے امام کے مذہب پر قیاس کر کے ایسی چیز کا جواز ثابت کرے جو کہ دوسرے
مذہب میں منصوص نہیں (واضح طور پر بیان نہ ہو) اور پھر ضرورت کی وجہ سے اُس
پیش کئے گئے جواز پر فتویٰ دے جیسا کہ بعض لوگوں نے حضرت علامہ شامیؒ کے
زمانہ میں ضرورت کا دعویٰ کر کے قبر پر قرآن کریم کی تلاوت پر معاوضہ لینے کو جائز
کہا تھا اور اس مسئلہ میں تعلیم پر اجرت کے جواز پر قیاس کیا تھا اس کی وضاحت
حضرت امام مالکؒ امام شافعیؒ کے مذہب میں واضح طور پر موجود ہے اور اس
مقام پر علامہ کا اصل مقصود اسی قیاس فاسد کو رد کرنا ہے۔

تلاوت قرآن پر اجرت

مذکورہ بالا رد کا حاصل یہ ہے کہ تلاوت قرآن کریم پر اجرت لینے کی ضرورت نا قابل
تسلیم ہے جو کہ اپنے مذہب سے نکلنے کو جائز کرنے والی ہے اور اگر ہم اس
کی ضرورت کو تسلیم بھی کر لیں جب بھی جائز نہیں ہو سکتی کیونکہ کسی مذہب میں
بھی اس کا جواز منصوص نہیں اور تعلیم جو گذشتہ میں ہے اس پر اہل زمانہ کے
لیے بوجہ غیر مجتہد ہونے کے تلاوت کو قیاس کرنے کا حق نہیں ہے اگرچہ
قرآن کریم سے ثواب پہنچانا تلاوت قرآن میں بھی موجود ہے جو کہ اصل مسئلہ
یعنی رقیہ اور دم یعنی دم رقیہ یا تعویذ وغیرہ لکھنے کا ثبوت حدیث شریف
میں موجود ہے۔

اور اسی علت کی وجہ سے حضرت امام مالکؒ و حضرت امام شافعیؒ نے تعلیم قرآن

۱؎ جیسا کہ خود اپنے مذہب پر قیاس کرنے کا حق نہیں ہے

کی اجرت کو جائز قرار دیا ہے اور اسی وجہ سے علماء ان متعلقہ کے بعد وان وجدت
فیہ العلۃ فرمایا ہے یعنی اگرچہ اصل مسئلہ منصوص فی مذہب کی علت بھی پائی جائے
ورنہ اگر وہ مطلب ہوتا جو کہ ان حضرات نے خیال فرمایا ہے تو اس کی جگہ "وان مست
الیہ الحاجۃ" یا "وان ادعت الیہ ضرورۃ" وغیرہ فرمانا مناسب تھا کیونکہ علت
کی ضرورت قیاس المسائل علی المسائل میں ہے۔

اس دوسرے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ مذکورہ عبارت کے ترجمہ "وان وجدت
فیہ العلۃ" میں علت سے مراد علۃ الحکم فی اصل المسئلۃ المنصوص فی مذہب ہے
نہ کہ علۃ الضرورۃ۔ جس کی وجہ سے ان حضرات کو اشکال پیش آیا۔

دیگر مذہب پر عمل سے متعلق مزید بحث

اب یہ سوال تو باقی رہا کہ اس عبارت میں جب دونوں احتمال ہیں تو ان
میں سے ایک کو متعین کیسے کہا جائے تو اس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ احتمال
مستدل کو نقصان دہ ہوتا ہے ہم چونکہ اس عبارت سے استدلال نہیں کرتے اس
وجہ سے دوسرا احتمال بھی ہے تو ہم کو نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ بلکہ استدلال کرنے
والے وہ حضرات ہیں جو کہ مذہب غیر کا مسئلہ لینے کو محدود کرتے ہیں زمانہ خاص کے
ساتھ پس ہم کو اس قسم کا احتمال نکالنا کافی ہے جس کی عبارت متحمل ہو اور یہ
ثابت کرنا کہ اس کا صرف یہی ایک محمل ہے

مذہب غیر پر عمل سے متعلق دوسری وجہ

دوسرا جواب یہ ہے کہ ہم نے جو وجہ بیان کی ہے وہ ہی متعین ہے اس
لیے کہ اس کے بغیر علامہ (ابن عابدین شامیؒ) کا کلام صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ خود
علامہ موصوف نے اپنے رسالہ "شفاء العلیل" نیز رد المحتار (فتاوی شامی) میں
فقہ کی تعلیم، امامت اور اذان اور وعظ کی ملازمت کا جواز تسلیم کیا ہے، حالانکہ

اور قاضی خان متوفی ۵۹۲ھ جیسے جلیل القدر اصحاب تخریج اور اصحاب ترجیح نے اس وقت محض تعلیم قرآن ہی کی تنخواہ کو جائز قرار دیا ہے اس کے علاوہ بقیہ طاعات پر اجارہ کو بدستور ناجائز کہا۔

(یعنی دیگر عبادات پر اجرت کو ناجائز قرار دیا) اور کنز (جو کہ متداول متون میں ایک شان رکھتا ہے یعنی غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے) اس میں ساتویں صدی ختم ہونے کے باوجود بھی اجارہ کے جواز کو صرف تعلیم قرآن پر مقتصر رکھا (یعنی محدود رکھا) صاحب کنز کی وفات ۷۱۰ھ میں ہوئی ہے لیکن اس کے بعد اکثر اصحاب متون اور شارحین، اور اہل فتاویٰ و مفتیان کرام نے (تعلیم قرآن کے ساتھ تعلیم فقہ، و امامت اور اذان کو بھی ملحق کیا ہے۔

جیسا کہ مختصر وقایہ میں تعلیم قرآن کے ساتھ تعلیم فقہ ملحق ہے (یعنی صاحب مختصر وقایہ کی رائے میں تعلیم قرآن پر اجرت غیر درست ہے اور تعلیم فقہ پر بھی اجرت درست نہیں ہے) واضح رہے کہ صاحب مختصر وقایہ کی وفات ۷۴۷ھ میں ہے اور صاحب ملتقی الابحر (متوفی ۹۵۶ھ) صاحب درر البحار (متوفی ۸۰۰ھ) نے امامت کا اضافہ کر دیا ہے اور صاحب الاصلاح و الایضاح متوفی ۹۴۰ھ نے تعلیم فقہ پر اجرت لینے کو جائز فرمایا ہے اور صاحب تنویر الابصار متوفی ۱۰۰۴ھ نے تعلیم قرآن و فقہ اور امامت کے ساتھ اذان کو بھی شامل کر دیا (یعنی صاحب تنویر الابصار کی رائے میں اذان پر بھی اجرت لینا درست نہیں ہے۔ (واضح رہے کہ تنویر الابصار کا حاشیہ موجودہ فتاویٰ شامی کے ساتھ شائع شدہ ہے اور فتاویٰ شامی تنویر الابصار اور درمختار کا مجموعہ ہے) اور بعض فقہاء کرام نے اقامت[1] اور وعظ کا بھی

---

[1] خود وقایہ میں تعلیم فقہ کا لفظ موجود ہے لیکن نہ معلوم علامہ نے وقایہ کی طرف کیوں منسوب نہیں فرمایا۔

اضافہ کر دیا (یعنی بعض فقہاء کی رائے میں اقامت اور وعظ پر بھی اجرت لینا درست نہیں)[1]

سخت ضرورت میں دیگر امام کے قول پر عمل کی گنجائش

جیسا کہ تفصیل علامہ موصوف

خود تحریر فرما رہے ہیں اور ان تمام تفصیلات کے ساتھ جواز کا فتویٰ دے رہے ہیں جو کہ چوتھی صدی سے کافی عرصہ پہلے دوسرے (ائمہ) کے مذہب سے ماخوذ ہیں اور خود ان فقہاء کرام کا مجتہد نہ ہونا اور زمانۂ اجتہاد ختم ہو جانے کے باوجود دوسری اشیاء کو ملحق کرنا اس کی واضح دلیل ہے کہ حضرت علامہ شامیؒ کا یہ مفہوم لینا صحیح نہیں ہو سکتا کہ چوتھی صدی کے بعد کسی دوسرے امام کا قول لینے کا اختیار نہیں ہے بلکہ دوسرے امام کے مذہب پر فتویٰ دینا ہر زمانہ میں جائز ہے بشرطیکہ سخت ضرورت ہو کہ دوسرے امام کے مذہب پر عمل کرنے کے لیے کوئی ناقابل تحمل تکلیف (یعنی سخت ضرورت) اور سخت مجبوری کی صورت حال پیش آجائے۔ کما نا ومن قبلی ایضاً هذا ما عندنا بالبال واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

شرعی کمیٹی کے لیے رہنما اصول

(تنبیہات ضروریہ متعلق جماعت مسلمین (جماعت مسلمین کی شرائط)

فتاویٰ عالمگیری میں جماعت المسلمین عدول (یعنی شرعی کمیٹی کے لیے عادل افراد ہوں) کے الفاظ ہیں۔ "عدل" سے مراد وہ شخص ہے جو کہ فاسق نہ ہو، تمام کبیرہ گناہوں سے بچتا ہو اور چھوٹے چھوٹے گناہوں پر بھی مصر نہ ہو اور اگر کبھی کوئی گناہ ہو جاتا ہو تو فوراً توبہ کر لیتا ہو۔

---

[1] هكذا ذكرهم العلامة ابن عابدين في رد المحتار

لہٰذا وہ شخص جو کہ سود خور ہو یا رشوت وغیرہ لیتا ہو یا داڑھی منڈاتا ہو یا جھوٹ بولتا ہو یا نماز روزہ کا پابند نہیں ہے وہ شخص اس جماعت (یعنی شرعی کمیٹی) کا رکن (ممبر) نہیں ہو سکتا۔

کیونکہ یہ مسئلہ مالکیہ (کے مذہب) سے لیا گیا ہے اس وجہ سے ان کو تمام شرائط مذہب مالکیہ سے لینا لازم ہے اور ان کے نزدیک قاضی وغیرہ (یا شرعی کمیٹی کے ممبران کے لیے) عادل ہونا شرط ہے، اس وجہ سے غیر عادل کا حکم نافذ نہیں ہوگا اور احناف کے نزدیک اگرچہ قاضی کا عادل ہونا شرط کے درجہ میں نہیں ہے لیکن غیر عادل شخص سے فیصلہ کرانا حرام ہے اس لیے ان کے نزدیک بھی غیر عادل کو اس پنچایت (کمیٹی) کا رکن بنانا جائز نہیں ہے، خلاصہ یہ کہ پنچایت (یعنی شرعی کمیٹی) کا دیندار ہونا ضروری ہے۔

ارکانِ شرعی کمیٹی اگر دین دار نہ ہوں؟

اگر بدقسمتی سے کسی جگہ کے بااثر حضرات دیندار نہ ہوں تو یہ صورت اختیار کرلی جائے کہ وہ بااثر حضرات چند دین دار حضرات کو اختیار دے دیں تاکہ شرعاً فیصلہ کی نسبت دین دار حضرات کی جانب ہو اور بااثر حضرات کی شرکت اگرچہ ضروری نہیں ہے لیکن ان کے اثر و رسوخ سے کام میں آسانی ہوتی ہے اسی وجہ سے اس طریقہ کا کام بھی بن جائے گا اور ان بااثر حضرات کو ثواب بھی ملے گا۔

---

[1] ایک مطبوعہ رسالہ میں دیکھا کہ مذہب غیر پر عمل جب جائز ہے جب ضرورت شدیدہ لاحق ہو لیکن کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا اور نہ دے سکتے ہیں جبکہ صحیح تفسیر وہی ہے جو کہ ہم نے کی ہے یعنی تکلیف ناقابل برداشت چنانچہ خود اس رسالہ میں بھی ایک جگہ تکلیف ناقابل برداشت کا لفظ استعمال کیا ہے۔

شرعی کمیٹی میں اہل علم افراد کی شرکت

اگر (فسخ نکاح وغیرہ) فیصلہ پنچایت (یعنی شرعی کمیٹی) کے سپرد کر لیا جائے

تو چونکہ عوام کی پنچایت کا کچھ اعتبار نہیں ہے نہ معلوم کس جگہ شرعی احکام کی خلاف ورزی کریں اس وجہ سے سب سے پہلے تو یہ چاہیئے کہ پنچایت (یعنی شرعی کمیٹی کے تمام ممبران) اہل علم ہوں اور اگر ایسا نہ ہو سکے یعنی تمام ممبران اہل علم نہ مل سکیں تو کم سے کم ایک معاملہ فہم عالم کو پنچایت (یعنی شرعی کمیٹی) میں اس طریقہ سے شامل کر لیا جائے کہ شروع سے آخیر تک جو کچھ بھی کریں ان سے دریافت کر کے کریں۔

اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو پنچایت (یعنی شرعی کمیٹی) کا فیصلہ نافذ اور معتبر ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے کہ معاملہ کی مکمل روئداد دکھلا کر (یعنی فسخ نکاح وغیرہ کے مقدمہ کی کارروائی کی پوری فائل دکھلا کر) ہر ایک جزء کے شرعی حکم کو معاملہ فہم محقق علماء کرام (یا مفتیان کرام) سے دریافت کر کے ان کے فتوی کے موافق فیصلہ کیا جائے اگر ایسا نہ کیا گیا بلکہ عوام نے محض اپنی رائے سے فیصلہ کر دیا تو وہ حکم نافذ نہ ہوگا۔ اگرچہ اتفاقاً فیصلہ صحیح بھی ہو گیا ہو جیسا کہ فقہاء مالکیہ نے اس کی وضاحت فرمائی ہے۔ جیسا کہ مختصر خلیل (مالکی کتاب) میں ہے انہوں نے کہا ہے۔

ونبذ حكم جائر وجاهل لم يشاور وإلا تعقب ومضى غير الجور

وقال شارحه العلامة الدردير تحت قوله لم يشاور أي العلماء ووافق الحق (إلى أن قال) وإن تعقب مع المشاورة فإن عرف الحكم فقد لا يعرف إيقاعه لأنه يحتاج لزيادة نظر في البينة وغيرها من أحوال المتنازعين إذ القضاء صناعة دقيقة لا يهتدي إليه كل الناس

قلنا ونظيره على قول بعض من سوّى بينه القضى فإن صنوته لا تتم

وان اصاب الجاهل لانه ترك فرض الشورى فكان كترك الجاهل فرض المشاورة
مع العلماء ولا ينفذ حكمه وان وافق الحق واما المقلد على حكمه بعد المشاورة
مع العلماء فحكم بعينه القاضي ويكفينا صحة الحكم وقال في باب التحكيم
واما الجاهل والكافر فلا يجوز تحكيمها (شرح قاني) فان حكما عبدا او كافرا
او جاهلا ثم نفذ حكمه (شرح الدرر ص ۲۸۶ ج ۲) قلنا لعل عدم
النفاذ مخصوص بما اذا لم يشاور الجاهل الاثبات كما علم والله اعلم ـ

شرعی کمیٹی کی حیثیت واختیارات

شرعی پنچایت (شرعی کمیٹی) جس کو اوپر بیان کیا گیا ہے اگر اتفاق رائے سے
کسی معاملہ میں تفریق (شرعی) واقع کر دے (یعنی طلاق وغیرہ کا حکم کر دے)
تو اس کا فیصلہ قاضی کے فیصلہ کے قائم مقام ہو جائے گا اور تفریق وغیرہ صحیح
ہو جائے گی اور اگر پھر خدانخواستہ کسی (امر یا مقدمہ) سے متعلق پنچایت
(شرعی کمیٹی) کے ارکان (ممبران) میں اختلاف رائے رہا تو تفریق وغیرہ نہ ہو
سکے گی اور اگر بعض (ممبران کمیٹی) نے فیصلہ کر دیا تو وہ فیصلہ کالعدم تصور ہوگا۔

اختلافی فیصلہ تسلیم نہ ہونے سے متعلق فقہی عبارت

ونظيره ما ذكرنا ان الحكمين اذا اختلفا
لا ينفذ حكم احد منهما قال صاحب الهداية لو حكما رجلين لا بد من
اجتماعهما لانه امر يحتاج فيه الى الرأي وفي شرحها البناية حتى لو حكم
احدهما دون الآخر لا يجوز لانهما رضيا برأيهما ورأي الواحد
لا يكون كرأي الاثنين۔ هداية ص ۱۳۳ ج ۳ الخ ـ

قلنا فكما ان تفويض الطلاق الى الحكمين يقتضي اجتماع رأيهما على
حكم واحد فكذا تفويض الشرع الحكم الى الجماعة يقتضي اجتماع آرائهم

الا ان یاتیہا با مر یبین لذالک حرجھا (الی قولہ) وما اشبہ ھذا مما قال مالک یعرف بہ وجہ حجتہ ۔ واللہ اعلم ۔

نامرد شخص کی بیوی کا طریقہ و کارروائی

(۱) شریعت کی اصطلاح میں عنین (یعنی نامرد) کس کو کہتے ہیں ؟
(۲) عنین (نامرد) کی بیوی کو نکاح کے فسخ کا اختیار دیا جائے گا یا نہیں ؟
(۳) اگر اختیار دیا جائے تو اس کی کیا صورت ہوگی ؟ اور اس کے لیے کیا شرائط ہیں ؟
(۴) تفریق (علیحدگی) کے بعد عنین (نامرد شخص) پر پورا مہر واجب ہوگا یا آدھا ؟ نیز عورت پر عدت لازم ہوگی یا نہیں ؟

الجواب

(۱) فی الباب الثانی عشر من طلاق العالمگیریۃ العنین ھو الذی لا یصل الی النساء مع قیام الآلۃ فان کان یصل الی الثیب دون الابکار او الی بعض النساء دون البعض و ذالک لمرض بہ او لضعف فی خلقتہ او لکبر سنہ او سحر فھو عنین فی حق من لا یصل الیھا کذا فی النہایہ عالمگیری ص ۵۲۲ ج ۲ ۔

عنین کی تعریف فتاوی عالمگیری کے بارھویں باب میں ہے کہ عنین (یعنی نامرد) اصطلاح شریعت میں وہ شخص ہے جو کہ عضو مخصوص ہونے کے باوجود عورت سے ہمبستری (جماع) پر قادر نہ ہو سکتا ہو اگر کوئی شخص کنواری لڑکی سے جماع پر تو قادر نہ ہو لیکن بکارت زائل شدہ عورت

۱؎ جس شخص کا عضو مخصوص کٹ گیا ہو یا بالکل موجود نہ ہو اس کا حکم آگے مذکور ہے ۔

سے جماع پر قادر ہو۔

(۲) یا بعض عورت سے ہمبستری پر قادر ہو لیکن دوسری عورت سے ہمبستری پر قادر نہ ہو اور یہ کسی بیماری یا کمزوری یا عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے ہو یا جادو وغیرہ کی وجہ سے ہو تو ایسا شخص جس عورت سے ہمبستری پر قادر نہ ہو اس کے حق میں عنین (نامرد) شمار ہوگا۔ فتاویٰ عالمگیری ص ۵۲۲ ج ۲۔

عنین کی فقہی تعریف کی وضاحت

مذکورہ بالا عبارت سے ثابت ہوا کہ حضرات فقہاء کرام کی اصطلاح میں عنین (نامرد) اس شخص کو کہتے ہیں کہ جو کہ عضو مخصوص ہونے کے باوجود عورت سے جماع (ہمبستری) پر قدرت نہ رکھتا ہو خواہ اس کی یہ کیفیت کسی بیماری کی وجہ سے پیدا ہوئی ہو یا کمزوری کی وجہ سے یا بڑھاپے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہو یا اس وجہ سے پیدا ہوئی ہو کہ کسی نے اس پر جادو کر دیا ہو۔ اور اگر کوئی ایسا ہو کہ بعض عورتوں سے تو ہمبستری کرنے پر قادر ہے اور بعض پر نہیں تو جس سے ہمبستری پر قدرت نہیں اس کے حق میں یہ شخص عنین (نامرد) سمجھا جائے گا۔

(۲) عنین (نامرد) کی بیوی اگر طلاق لینا چاہے تو اس کو مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ تفریق یعنی علیحدگی اختیار کرنے کا شرعاً حق حاصل ہے۔

(۳) الف۔ قال في العالمگيرية باب العنين اذا رفعت المرأة زوجها الى القاضي وادعت انه عنين وطلبت الفرقة فان القاضي يسأله هل وصل اليها او لم يصل فان اقر انه لم يصل اجله سنة سواء كانت المرأة بكرا او ثيبا فالقول قوله مع يمينه انه وصل اليها كذا في البدائع فان حلف بطل حقها وان نكل يؤجل سنة كذا في الكافي وان قالت انا بكر نظر اليها النساء وامرأة تجزي والاثنتان احوط واوثق فان قلن انها ثيب فالقول قول الزوج مع

وفی رد المحتار تحتہ قولہ ثبت حقہا فی التفریق ظاہرہ کلمۃ انہا لا تستحلف اھ قلت صرح بہ فی البدائع عن شرح الطحاوی۔ شامی ص۔ ج ۲۔

(۵) ان اختارت الفرقۃ امر القاضی ان یطلقہا بائنۃ فان ابی فرق بینہما ھکذا ذکر محمد فی الاصل کذا فی التبیین والفرقۃ تطلیقۃ بائنۃ۔ کذا فی الکافی۔ عالمگیری ص۔ ج ۲۔

لانہا فرقۃ قبل الدخول حقیقۃ فکانت بائنۃ۔ شامی ص۔ ج ۲۔

نامرد کی بیوی کے دعویٰ اور فیصلہ کا طریقہ

مندرجہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ نامرد شخص کی بیوی کے لیے تفریق (علیحدگی) کی صورت یہ ہے کہ وہ اپنا معاملہ قاضی کی عدالت میں پیش کرے (اور کہے کہ) بلاشبہ میں اس عورت سے ہمبستری پر قادر نہیں ہوا تو اس شخص کو علاج کے لیے ایک سال کی مہلت دی جائے اگر وہ اقرار نہ کرے بلکہ ہمبستری کا دعویٰ کرے تو اس وقت یہ تفصیل ہے کہ اگر عورت کنواری ہونے کا دعویٰ نہ کرتی ہو جب تو مرد سے حلف لیا جائے گا۔ اگر اس نے حلف کر لیا تو پھر عورت کو تفریق کا حق حاصل نہ ہو سکے گا۔

عورت کے طبی معائنہ کا مسئلہ

اگر شوہر نے حلف کرنے سے انکار کر دیا تو اس کو ایک سال کی مدت علاج کے لیے دے دی

ؔ مدونہ ص۔ ج ۔ کی عبارت: اس کو اختیار کرنا جب ہے کہ فیصلہ کرنے والا قاضی ہو اور اگر شرعی پنچایت فیصلہ کرے تو مذہب مالکیہ اختیار کرنا ضروری ہے اور ان کے مذہب میں عورت کے معائنہ کے لیے دو عورتیں ہونا ضروری ہیں ایک عورت کافی نہیں ہے۔ قلت ارایت ما لا یراہ الرجال ہل تجوز فیہ شہادۃ امرأۃ واحدۃ فی قول مالک؟ قال لا یجوز فی شیء من الشہادات اقل من شہادۃ امرأتین لا تجوز شہادۃ امرأۃ واحدۃ فی شیء من الاشیاء وفی المختصر ص۔ ج ۱ فصل یخبر عن عیوب المرأۃ الاالمکتعۃ بان الا بامرأتین تشہد انہ قبلہ الخ

جائے گی اور اگر عورت باکرہ ہونے کی دعویٰ دار ہو تو قاضی عورتوں سے اس شخص کی بیوی کا معائنہ کرلے۔ اور اس میں ایک عادل، تجربہ کار عورت کا معائنہ بھی کافی ہے لیکن احتیاط اس میں ہے کہ ایسی عورت کا) دو عادل عورتیں معائنہ کریں پھر معائنہ کے بعد دو صورتیں ہیں۔

زوجِ عنین کے ذمہ حلف کی صورت

ایک یہ کہ خواتین بیان کریں کہ یہ عورت باکرہ یعنی کنواری نہیں رہی، تب تو شوہر سے اس بات پر حلف لیا جائے کہ اس نے عورت سے ہمبستری کی ہے، اگر وہ حلف کرے تو اس کا قول معتبر ہو جائے گا اور عورت کو تفریق کا حق باقی نہ رہے گا اور اگر شوہر حلف کرنے سے انکار کر دے تو اس شخص کے علاج کے لیے ایک سال کی مہلت کا حکم کر دیا جائے گا۔

بیوی کے کنوارا ہونے سے متعلق رپورٹ

دوسری صورت یہ ہے کہ خواتین بیان کریں کہ ابھی تک یہ لڑکی کنواری ہے تو پھر قاضی کسی سے حلف لیے بغیر نامرد شخص کو علاج کے لیے ایک سال کی مہلت دے۔

خلاصہ یہ کہ جب کسی دلیل سے ثابت ہو جائے کہ عورت کنواری نہیں ہے بلکہ غیر کنواری ہے چاہے اس کا غیر کنواری ہونا (شبہ ہونا) اس طریقہ سے معلوم ہو کہ وہ بیوہ ہو اور شوہر اول سے اولاد ہو چکی ہو یا خود عورت کے اقرار سے یا خواتین کے معائنہ سے ان تینوں حالتوں میں مرد کا قول حلف کے ساتھ قبول کر لیا جائے گا کہ وہ ہمبستری کر چکا، اور عورت کو علیحدگی کا حق نہ دیا جائے گا اور اگر تینوں حالت میں مرد حلف سے انکار کر دے تو عورت کا دعویٰ درست مان کر ایک سال کی مہلت دی جائے گی اور اگر خواتین کے معائنہ سے بیوی کا کنواری

ہونا ثابت ہو تو بغیر حلف ہی ایک سال کی مہلت دے دی جائے یہ تفصیل فتاویٰ عالمگیری حرف اعتا میں مذکور ہے۔

نامرد شخص کو علاج کے لیے مہلت دینے کے لیے ظاہرالروایۃ

چاند کے حساب سے عنین کیلئے مدت علاج

میں چاند کے اعتبار سے سال کا اعتبار کیا ہے۔

لیکن حسن کی روایت میں شمسی سال (یعنی عیسوی سنہ) کا اعتبار کیا ہے اور بعض اصحاب ترجیح نے احتیاطاً اسی کو اختیار کیا ہے۔ اور حضرات متاخرین نے عام طور پر اسی پر فتویٰ دیا ہے۔

جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری کی عبارت حرف ب میں مذکور ہے۔ اب بھی عام اہل فتویٰ کا یہی معمول ہے اور یہ سال اس حاکم کی مہلت دینے کے وقت سے شروع سمجھا جائے گا۔ اس سے پہلے جا ہے کتنی ہی مدت گزر گئی ہو معتبر ہوگی جیسا کہ عالمگیری اور مبسوط کی عبارت مذکورہ تحت ج سے معلوم ہوا پھر اس سال کے عرصہ میں اگر شوہر کسی طریقہ سے علاج کر کے تندرست ہو گیا اور ہمبستری پر قادر ہو گیا اور ایک مرتبہ بھی عورت سے ہمبستری کر لی تو عورت کو نکاح کے فسخ کرانے کا حق نہیں رہا۔ بلکہ ہمیشہ کے لیے یہ حق باطل ہو چکا اور عورت اب کبھی علیحدگی کا مطالبہ نہیں کر سکتی۔

اگر شوہر علاج دی گئی مدت (ایک سال)

ایک سال میں بھی اگر عنین ہمبستری نہ کر سکے؟

میں ہمبستری نہ کر سکا تو عورت کے دوبارہ درخواست کرنے پر قاضی تحقیق کرے اور اگر شوہر نے اقرار کر لیا کہ میں ہمبستری پر قادر نہیں ہوا، جب تو عورت کا دعویٰ واضح طور پر صحیح ہو گیا اس صورت میں قاضی عورت کو اختیار دے دے

کہ اگر تم کو علیحدگی (یعنی طلاق) کی ضرورت ہے تو علیحدگی حاصل کر لو ورنہ اپنے شوہر کے ساتھ رہنے کو پسند کرو۔

اگر اس بات پر وہ عورت اسی مجلس میں علیحدگی (طلاق) حاصل کرنا چاہے تو شوہر سے طلاق دلوا دی جائے اگر شوہر انکار کرے تو وہ قاضی ان دونوں میں علیحدگی کر دے۔ جیسا کہ آگے تفصیل آ رہی ہے۔

اگر عنین ہمبستری کرنے کا مدعی ہو؟ اگر شوہر (ہمبستری کرنے کا) انکار کرے بلکہ ہمبستری ہونے کا دعویٰ کرے تو

اس صورت میں یہ تفصیل ہے کہ مہلت دینے کے وقت اگر عورت کا غیر باکرہ (ثیبہ) ہونا ثابت ہو چکا تھا یا اب عورت اقرار کرے کہ وہ اس طرح کی عورت (ثیبہ) ہے یعنی وہ کنواری نہیں ہے (لیکن ہمبستری نہیں ہوئی) تو اس صورت میں شوہر سے حلف لیا جائے۔ اگر شوہر قسم کھا کر کہہ دے کہ میں نے اس عورت سے ہمبستری کی ہے تو شوہر کا قول تسلیم ہوگا اور ان دونوں میں علیحدگی نہ ہو سکے گی، جیسا کہ آگے مذکور ہے۔

عنین کے حلف سے متعلق اگر شوہر نے اس وقت بھی حلف کرنے سے انکار کر دیا تو عورت کو علیحدگی (طلاق) کے مطالبہ (یعنی طلاق کے دعویٰ) کا اختیار دے دیا جائے گا اور اگر مہلت دینے کے وقت (یا بعد میں) عورت کا باکرہ (یعنی کنوارا) ہونا ثابت ہوا تھا اور اب دوبارہ معائنہ (ڈاکٹری جانچ) میں بھی عورت کے باکرہ (یعنی کنواری) ہونے کی تصدیق ہو جب بھی عورت سے حلف لیے بغیر قاضی عورت کو اختیار دے دے کہ اپنے شوہر سے نکاح میں رہے یا تفریق (علیحدگی) کا مطالبہ کرے، اور جن صورتوں میں قاضی عورت کو اختیار دے ان صورتوں

میں حکم یہ ہے کہ اگر عورت اسی مجلس میں علیحدگی حاصل کرنا چاہے جب تو علیحدگی
ہو سکتی ہے ورنہ نہیں۔ جیسا کہ (مندرجہ ذیل عبارت) شرائط میں مذکور ہے۔

پس اگر عورت نے اسی مجلس میں تحریر یا زبانی یہ کہہ دے کہ اختیار لے لیا کہ
میں اس شوہر سے علیحدہ ہونا چاہتی ہوں تو قاضی اُس کے شوہر سے کہے اس عورت
کو طلاق دے دو، اس پر اگر شوہر نے طلاق دے دی تو طلاق بائنہ واقع
ہو جائے گی، اگر وہ طلاق دینے سے انکار کر دے تو قاضی، خود تفریق کر دے
یعنی اس طریقہ سے کہہ دے کہ میں نے تجھ کو اُس کے نکاح سے علیحدہ کر دیا، یہ
تفریق بھی شرعاً طلاق بائنہ کے قائم مقام ہو جائے گی جیسا کہ فتاویٰ شامی اور
فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

شرائط تفریق —— عنین

نامرد شخص کی بیوی کی علیحدگی سے متعلق شرائط کی تفصیل

پہلی شرط یہ ہے کہ نکاح سے قبل عورت کو اس شخص کے عنین (نامرد) ہونے کا علم
نہ ہو، پس اگر اس وقت علم تھا اور علم کے باوجود نکاح کیا ہے تو اب اس کو تفریق
کا حق نہیں مل سکتا۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری ص ۵۲۴ ج ۱ میں ہے۔

ان علمت المرأة وقت النكاح انه عنين لا يصل الى النساء لا يكون لها
حق الخصومة وفي الذخيرة الكافي تزوج الاولى وامرأة اخرى عالمة بحاله الاختيار
لها على المذهب المفتى به بخلاف ما ذكره الخصاف في تعجيل الثانية اھ

عنین اگر ایک مرتبہ بھی ہمبستری کرے؟

دوسری شرط یہ ہے کہ نکاح کے بعد
ایک مرتبہ بھی اس عورت سے

رہوں گی"۔ کیونکہ اگر وہ اپنی رضامندی کی وضاحت کر چکی ہو تو پھر اس کو تفریق کے مطالبہ کا حق نہیں رہتا۔ اور اس موقعہ پر عورت کے خاموش رہنے سے اُس کی رضامندی نہیں مانی جائے گی۔ جیسا کہ درمختار میں ہے۔

"فلو وجدته عنینا او مجبوبا ولم تخاصم زمانا لم یبطل حقہا

قال الشامی قولہ لم یبطل ای ما لم تقل رضیت بالمقام معہ

کذا قیدہ فی التاتارخانیہ عن المحیط ص ۹۶ ج ۲۔"

عنین کے ایک سال علاج کے بعد اس کی بیوی کے لیے حکم

چوتھی شرط یہ ہے کہ جس وقت ایک سال کی مدت گزرنے کے بعد قاضی عورت کو اختیار دے تو عورت اسی مجلس میں تفریق کو اختیار کرے پس اگر اس مجلس میں اس نے اپنے شوہر کے ساتھ اپنا پسند کر لیا یا اُس نے اس قدر خاموشی اختیار کر لی کہ مجلس برخاست ہو گئی خواہ اس طریقہ سے کہ یہ عورت مجلس سے اٹھ گئی یا اس طریقہ سے کہ قاضی مجلس سے کھڑا ہو گیا تو اُس کا اختیار باطل ہو گیا، اب کسی طریقہ سے تفریق نہیں ہو سکتی۔

"فتاوی العالمگیریہ میں ہے: اختارت زوجہا او قامت عن مجلسہا او اقامہا اعوان القاضی او قام القاضی قبل ان تختار بطل خیارہا کذا فی المحیط ص ۵۲۴ ج ۱"

ترجمہ عبارت: "فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر کسی عورت کے شوہر نے عورت کو اپنے اوپر طلاق واقع کرنے کا اختیار دیا، یا عورت مجلس سے کھڑی ہو گئی یا قاضی کے مددگاروں نے عورت کو مجلس سے کھڑا کر دیا یا قاضی عورت کے اختیار کے استعمال سے قبل کھڑا ہو گیا تو اُس کا اختیار باطل ہو گیا۔

نیز مجلس کے برخاست ہونے اور عورت کے اُٹھ جانے کے علاوہ اور صورتیں بھی ایسی ہیں کہ جن سے مجلس بدل جاتی ہے اور اختیار باطل ہو جاتا ہے

کے قول کے تحت تحریر فرمایا ہے:

"فاذا بانت بالفرقة من قبل الزوج فلها كمال المهر وعليها العدة لوجود الخلوة الصحيحة" بحر الرائق ص [illegible] ج ۴

یعنی ایسی عورت کا پورا مہر واجب ہے اور خلوت صحیحہ ہو جانے کی وجہ سے اُس پر عدت بھی لازمی ہے۔

اور عالمگیری میں ہے:

"فلها المهر كاملا وعليها العدة بالاجماع ان كان الزوج خلا بها. وان لم يخل بها فلا عدة عليها ولها نصف المهر ان كان مسمى والمتعة ان لم يكن مسمى كذا في البدائع" ص [illegible] ج ۲۔

نامرد کی بیوی کا مہر اور عدت

عبارت بالا کا ترجمہ یہ ہے کہ ایسی عورت کا پورا مہر ادا کیا جائے اُس پر عدت ہے بشرطیکہ شوہر نے اُس عورت سے خلوت کی ہو اور اگر شوہر نے اُس سے خلوت نہیں کی تو اُس پر عدت نہیں ہے اور اُس کا آدھا مہر ہے اگر مہر مقرر ہے اور متاع ہے اگر مہر مقرر نہ ہو۔ الخ

عضو مخصوص کٹے ہوئے شخص کی بیوی کا حکم

عنین (نامرد) کو ایک سال کی مہلت دینے کا حکم جو اُوپر مذکور ہے صرف اس شخص کے لیے ہے جس کو عرف میں عنین (نامرد) کہتے ہیں اور خصی کا شخص یعنی جس کا عضو مخصوص کھڑا نہ ہوتا ہو وہ بھی عنین کے ساتھ شامل ہے یعنی اس کا حکم بھی عنین جیسا ہے۔ لیکن وہ شخص جس کا عضو مخصوص کٹ گیا ہو خواہ تنہا یا خصیوں کے ساتھ کٹ گیا ہو جس کو فقہ کی اصطلاح میں مجبوب یعنی عضو مخصوص کٹا ہوا کہتے ہیں۔ اور اسی طریقے سے جس

شخص کا عضو مخصوص قدرتی طور پر بہت کم نہ ہونے کے مثل ہو اس کو ایک سال کی مہلت دینے کی ضرورت نہیں۔

بلکہ پہلی ہی درخواست پر مجبوب (مقطوع الذکر) وغیرہ ہونے کی تحقیق کر کے عورت کو اختیار دے دیا جائے گا جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"فلو وجدت المرأة زوجها مجبوبا خیرها القاضی فی الحال ولا یؤجل کذا فی فتاوی قاضی خان۔ ویلحق بالمجبوب من کان ذکرہ صغیرا جدا" الخ باب العنین ص۱۵۲ ج۲۔

ترجمہ یعنی "اگر کسی عورت نے شوہر کو عضو مخصوص کٹا ہوا پایا تو قاضی ایسی عورت کو فوری طور پر (فسخ نکاح کا) اختیار دے دے گا اور ایسے شخص کو (ایک سال کی) مہلت نہیں دی جائے گی۔ (قاضی خان) اور مجبوب یعنی عضو مخصوص کٹے ہوئے میں وہ شخص بھی داخل ہے کہ جس کا عضو مخصوص بہت چھوٹا ہو۔"

تمت حسنۃ الفائدۃ

نامرد کی شرمگاہ کے معائنہ کی گنجائش

اگر عورت دعویٰ کرے کہ میرا شوہر عضو کٹا ہوا مجبوب ہے اور مرد اس سے انکار کرے اور معائنہ کے بغیر اس بات کا فیصلہ نہ ہو سکے تو معائنہ بھی جائز ہے پس قاضی کسی معتبر شخص سے کہہ دے کہ معائنہ (جانچ) کر کے بتلا دے کہ عورت سچ کہتی ہے یا مرد سچا ہے۔

جیسا کہ فتاویٰ شامی ص۶۰۶ ج۲ میں ہے "ولو المجبوب صغیرا" الخ

عنین سے تفریق میں مالکیہؒ احناف میں مطابقت

عنین (نامرد) اور اس کی بیوی میں تفریق کا حکم

جو اوپر مذکور ہے فقہ حنفی کا مشہور اور مسلمہ مسئلہ ہے اور اس کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے اور اس مسئلہ میں مذہب مالکیہ بھی تقریباً تمام جزئیات میں مسلک احناف کے ساتھ بالکل متفق ہے جیسا کہ علامہ صالح تونسی مالکی مفتی مدینہ منورہ کے فتویٰ کی عبارت لہ سے معلوم ہوتا ہے ۔

البتہ صرف ایک جزو یعنی پنچایت کا فیصلہ معتبر ہونا جس کا بیان اوپر مذکور ہے وہ خاص مذہب مالکیہ کا مسئلہ ہے اور اس رسالہ میں ضرورت کی بناء پر اس پر فتویٰ دیا گیا ہے ۔

<u>ایک گزارش</u> : یہ مختصر بیان بقدر ضرورت تحریر کیا گیا ہے اس کے علاوہ اور بھی بہت سے جزئیات ہیں بوقت ضرورت علماء اہل فتویٰ سے دریافت کر لیا جائے ۔

لہ الذی تحصل لنا ان ما ان تراضی الزوجین بالتاجیل کان مذہبہم کما ہو المصرح بہ فی الروایات السابقۃ حیث رجعنا الیہا بہ کما فی العصر وغیرہ منصوصاً علیہا اما سواہ فلا نعرف نصاً فی مذہب المالکیۃ فی ہذا الجزء فسخ تاخذ بہ بدون التحقیق ان امر القروح

حکم زوجۂ مجنون

مجنون کی بیوی کی تفریق کا طریقہ

"مقدمہ کی کارروائی اور فیصلہ کا طریقہ"

سوال:- (۱) کیا مجنون کی بیوی کو شرعاً یہ حق حاصل ہے کہ وہ تفریق کا مطالبہ کرے اور مجنون کے نکاح سے نکل جائے؟

(۲) اگر ہے تو اس کی کیا صورت ہے؟ اور اس کے کیا شرائط ہیں۔

(۳) تفریق کے بعد مہر اور عدت کا کیا حکم ہے؟

الجواب:

قال فی الدر المختار ولا یتخیر احد الزوجین بعیب الآخر ولو فاحشا کجنون وجذام وبرص ورتق وقرن. وفی رد المحتار وخالف الائمة الثلاثة فی الخمسة مطلقا ومحمد فی الثلاثة الاول لو بالزوج کما بسطه نهر من البحر وغیره (شامی آخر باب العنین صفحہ ۲۲۹ جلد ۲)

وفی الدر بعد قوله المذکور ولو قضی بالرد صح وفی آخر باب العنین من العالمگیریة: واذا کان بالزوج جنون او برص او جذام فلا خیار لها کذا فی الکافی. قال محمد ان کان الجنون حادثا یؤجله سنة کالعنة ثم یخیر المرأة بعد الحول اذا لم یبرأ وان کان الجنون مطبقا فهو کالجب وبه نأخذ کذا فی الحاوی القدسی اھ (صفحہ ۵۲۶ جلد ۱) وفی مبسوط شمس الائمة السرخسی باب الخیار فی النکاح (صفحہ ۹۷ جلد ۵)

وعلى قول محمد لها الخيار اذا كان على حال لا تطيق المقام معه (فی کتاب الآثار للامام محمد رحمه الله تعالى وكذلك اذا وجدته مجنونا موسوسا يخاف عليها القتل (صفحه ۷۶ باب الرجل يتزوج وبه العيب)

وفی الفتاوی العمادیة العلامة رکن بن حسام الناگوری (صفحه ۳۶) عن المضمرات قال محمد ان کان بالزوج عیب لا یمکنها الوصول الی زوجها فالمرأة مخیرة بعد ذلك ینظر ان کان العیب کالجنون الحادث والبرص ونحوهما فهو والعنة سواء ینظر حولا فان کان الجنون اصلیا او به مرض ولا یرجی برؤه فهو والجب سواء وهی بالخیار ان شاءت بقیت بالمقام معه وان شاءت رفعت الامر الی الحاکم حتی یفرق بینهما۔

عبارات مذکورہ سے معلوم ہوا کہ شیخین[1] کے نزدیک تو جنون شوہر کی وجہ سے عورت کو فسخ نکاح کا اختیار حاصل نہیں ہے لیکن حضرت امام محمدؒ کے نزدیک اس کو یہ حق حاصل ہے کہ عورت قاضی کے یہاں درخواست دے کر تفریق کا مطالبہ کرے اور اپنے آپ کو مجنون کے نکاح سے علیحدہ کرا لے بشرطیکہ جنون اس درجہ کا ہو کہ اس کے ساتھ رہنا قدرت سے خارج ہو مثلاً اس سے قتل کا اندیشہ ہو (وغیرہ وغیرہ)

فسخ نکاح والے جنون کی بحث

اس[2] معاملہ میں اصل یہ ہے کہ وہ جنون کہ جس کی وجہ سے عورت کو حضرت امام محمدؒ کے

---

[1] یعنی حضرت امام ابو حنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ

[2] **اگر ہمبستری سے قبل جنون ہو جائے:** اگر کسی کو ہمبستری سے پہلے جنون ہو جائے اور حالت جنون میں بھی وہ ہمبستری نہ کر سکے تو حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ایسا مجنون بھی عنین کے حکم میں ہے کہ سال بھر کی مہلت دے کر اسی طرح علیحدگی کر دی جائے۔ جیسا کہ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نزدیک خیار فسخ حاصل ہو سکتا ہے اس کی وجہ بیان کرنے میں مختلف الفاظ ذکر کیں۔

مبسوط کے الفاظ یہ ہیں لا تفریق الا فی امر معہ اور کتاب الآثار میں یخاف منہا قتلہ مذکور ہے۔ ان دونوں میں تطبیق کی صورت یہ ہو سکتی ہے جو مجنون تکلیف پہنچایا کرتا ہو اس کے متعلق غالب عادات سے اکثر یہی اندیشہ ہو جاتا ہے کہ شاید قتل کر بیٹھے، غرض یہ کہ جس مجنون سے ناقابل برداشت تکلیف پہنچتی ہو اس کا حکم یہ ہے۔

زوجۂ مجنون سے متعلق ائمہ کی رائے

اور تینوں ائمہ یعنی حضرت امام مالکؒ حضرت امام شافعیؒ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک بھی جنون وغیرہ کی وجہ سے خیار فسخ عورت کو حاصل ہے اور فتاویٰ عالمگیری میں "حاوی قدسیؒ" سے حضرت امام محمدؒ کے قول کو اختیار کرنا نقل کیا ہے اور نیز ان کے قول میں یہ تفصیل نقل کی ہے کہ اگر جنون حادث ہے تو حاکم اس مجنون شخص کو اور اس کے اولیاء کو عنین کی طرح ایک سال کی مدت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) عنین کے بیان میں مفصل گذر چکا۔ کما فی کتاب الحجج للامام محمد رحمہ اللہ (ص [illegible])
باب ما یذکر فی [illegible] قال ابو حنیفة فی المجنون تکون تحته امرأته ولیس بها جنون انها امرأته لا یفرق بینهما [illegible] من ماله ولا یفرق بینهما الا ان یخاف [illegible] فاذا کان ذلک اجل سنة [illegible] فان وصل الیها والا فرق [illegible] قال محمد [illegible] وذلک [illegible] فی الحجة [illegible] فقال [illegible] لانه [illegible] النساء [illegible] (ج ۲ ص ۲۲۳)

علاج کرنے کے لیے دے۔ اگر اس عرصہ میں جنون سے تندرست نہ ہو تو پھر عورت کو
اختیار دے دے کہ اس کے نکاح میں رہے یا تفریق اختیار کرے (جیسا کہ
گزشتہ صفحات میں عنین کے بیان میں تفصیلی طور پر گزر چکا۔) اور اگر جنون مطبق
ہے تو معاملہ کی پوری تحقیق کرنے کے بعد مدت دیئے بغیر اور بغیر تاخیر کیے ہوئے
عورت کو اختیار دے دیا جائے۔

اصلی اور عارضی جنون

لیکن چونکہ جنون حادث کی تفسیر تو اس جگہ تحریر ہے علاوہ
نہ کہیں دوسری جگہ مل سکی ہے جس کی وجہ سے اس کے
مقابلہ میں جنون مطبق کی تفسیر بھی پوری طرح واضح نہیں ہو سکی اور دوسرے مواقع
میں جو مطبق کی تفسیر غیر مطبق کے مقابلہ میں لکھی ہوئی ہے اس کو بعض قیاس
سے اس جگہ جاری کرنا احتیاط کے خلاف ہے مثلاً ہدایہ آخرین میں "باب
عزل الوکیل" میں جنون کی تفصیل مطبق اور غیر مطبق کے الفاظ سے کرکے
بعد دونوں الفاظ کی تفسیر ہمارے تینوں ائمہ سے نقل کی ہے اور اس کو شرح
نقایہ میں آجل اور عاجل کے الفاظ سے تحریر کیا ہے، اور ہدایہ کتاب الصوم
باب من مرض فی رمضان میں اس کو جنون مستوعب اور غیر مستوعب کے
الفاظ سے تعبیر کیا ہے اور اس باب کے آخر میں جنون کی دو قسم بیان کی ہیں
جنونِ اصلی، اور جنونِ عارضی۔

اسی وجہ سے فتاویٰ عالمگیری کی عبارت مذکورہ میں جو جنون حادث
بمعنی اصلی ہے اور حادث بمعنی عاجل غیر مستوعب ہے، اسی کے مقابلہ میں
مطبق بمعنی آجل یا مستوعب ہے جس کی تفسیر ہدایہ میں حضرت امام محمدؒ کے نزدیک
ایک سال کے جنون سے کی گئی ہے اور کتاب الحج میں حضرت امام محمدؒ نے
جنون مطبق کو اس جنون کے مقابلہ میں استعمال کیا ہے جس میں افاقہ ہو جاتا ہو

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک جنون مطبق وہ ہے کہ جس میں افاقہ نہ ہوتا ہو۔ لیکن کتاب مذکورہ میں بھی لفظ حادث موجود نہیں ہے جس کی وجہ سے جنون مطبق اور جنون حادث کی تفسیر ایک دوسرے کے مقابلہ میں معلوم ہو جائے غرض حادث اور مطبق کی تفسیر مکمل طور سے واضح اور متعین نہیں ہو سکی۔

مالکی مذہب میں جنون کے لیے مدت علاج اس وجہ سے احتیاطاً اس میں ہے کہ اس تفصیل سے قطع نظر کر کے ہر ایک حالت میں ایک سال کی مہلت علاج کے لیے دی جائے اور اس کے بعد فیصلہ کیا جائے خاص طور پر جبکہ فیصلہ بھی شرعی قاضی کی عدالت میں نہ ہو۔ بلکہ جماعت مسلمین (شرعی کمیٹی) کا فیصلہ مالکی مذہب کے مطابق لیا جائے تو مہلت وغیرہ بھی ان کے مذہب کے مطابق دینا چاہیے اور ان حضرات کا مذہب یہ ہے کہ جنون مطبق اور جنون افاقہ کا حکم ایک ہی ہے یعنی دونوں صورتوں میں ایک سال کی مہلت دی جاتی ہے جیسا کہ فتاویٰ مالکیہ عربیہ میں جو کہ اس رسالہ کے ساتھ شریک اشاعت ہے۔ حضرت علامہ صالح تونسی استاذ مسجد نبوی مدینہ منورہ کے فتویٰ کی روایت نمبر ۱۹ میں تحفہ کے حوالہ سے مذکور ہے۔

"والعلة عن المنتقى للباجي مصدر المالكية ص ۳۰۴ وروى عبد الملك بن الحسن في المجنون سواء كان افاقة او مطبق ان كان يؤذيها ويخاف عليها منه حيل بينهما واجل سنة ينفق عليها من ماله فان برأ والا فهي بالخيار الخ

ترجمہ حاصل عبارت عبد الملک بن الحسن سے مجنون سے فسخ نکاح کے بارے میں روایت ہے کہ مجنون کو چاہے جنون میں کمی ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو اگر وہ عورت کو تکلیف پہنچاتا ہو اور عورت کو اس سے

ضرر کا اندیشہ ہو تو قاضی مجنون کو ایک سال کی مہلت دے گا اور مجنون کے ہی مال سے عورت کا نان ونفقہ ادا کیے جانے کا حکم ہو گا۔ اگر اس زمانہ میں مجنون ٹھیک ہو جائے تو بہتر ہے ورنہ عورت کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار ہے۔

خطرناک مجنون کا حکم

تفریق کی دوسری صورت یہ ہے کہ مجنون کی بیوی قاضی کی عدالت (یا شرعی کمیٹی میں) درخواست دے اور شوہر کا خطرناک مجنون ہونا ثابت کرے۔ قاضی (یا شرعی کمیٹی) واقعہ کی تحقیق کرے اگر صحیح ثابت ہو تو مجنون کو علاج کے لیے ایک سال کی مہلت دے دے اور سال پورا ہونے پر اگر بیوی پھر درخواست دے اور شوہر کا مرض جنون ابھی تک موجود ہو تو عورت کو اختیار دے دیا جائے اگر اس پر عورت اسی مجلس اختیار میں علیحدگی کا مطالبہ کرے تو قاضی تفریق کر دے (یعنی نکاح فسخ کر دے) جیسا کہ پہلے جواب میں فتاویٰ عالمگیری سے منقول ہے اور یہ تفریق قاضی، نکاح کو بالکل رد کر دینا ہے یعنی نکاح کالعدم متصور ہو گا جیسا کہ کتاب الآثار اور مبسوط سرخسی میں رد کا لفظ موجود ہے اور فتح القدیر وغیرہ میں فسخ کا لفظ موجود ہے اور جو شرائط اختیار زوجہ عنین کے لیے ہیں اور اس سے پہلے تفصیلی طور پر گزر چکی ہیں ان میں سے اکثر شرائط اختیار زوجہ مجنون کے لیے بھی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ نکاح سے پہلے عورت کو شوہر کے مجنون ہونے کا علم نہ ہو۔

۲۔ نکاح کے بعد علم ہونے پر عورت نے رضامندی کی وضاحت نہ کی ہو۔

---

[1] واضح رہے کہ معمولی جنون میں عورت کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہے جیسا کہ مبسوط اور کتاب الآثار میں ہے۔

فلمس نصی وعلیہ یدل عبارۃ الفتاویٰ وغیرہ جہت متعدّدہ بخیار الفسخ والفسخ بخص بعیب موجود قبل العقد بخلاف ستین فاضحوا استعملوا فیہ لفظ التفریق۔ واللہ اعلم۔

نکاح کے بعد مجنون ہونے کے بارے میں مالکی مذہب

نکاح کے بعد جو جنون پیدا ہوگیا

ہو اس کے متعلق حضرت امام محمدؒ سے کوئی وضاحت نہیں ملی لیکن حضرات مالکیہ[۲] کے مذہب میں اس کے متعلق یہ وضاحت ہے کہ اگر نکاح کے بعد جنون ہو جائے جب بھی عورت کو علیحدگی کا اختیار ہے (جیسا کہ مدونہ کبریٰ ص ۱۹۲ ج ۲ میں ہے) لیکن ان کے نزدیک بھی شرط یہ ہے کہ جنون موجب للفسخ کا علم ہونے کے بعد بیوی نے اپنے اختیار و رضامندی سے شوہر کو ہمبستری یا ہمبستری کے دواعی (یعنی بوسہ لینا یا چھونا وغیرہ) کا موقع نہ دیا ہو۔ کیونکہ اگر اس نے ایسا کر لیا تو یہ عملی طور پر رضامندی ہوگئی جس کی وجہ سے اس کا اختیار ساقط ہو جاتا ہے جیسا کہ زبان سے رضامندی کی وضاحت کردہ اختیار کو ساقط کر دیتا ہے (جیسا کہ حضرت علامہ خلیل نے مختصر میں فرمایا ہے

---

[۱] خیار الفسخ ثابت عند المالکیۃ والشافعیۃ والحنابلۃ المجنۃ وعند محمد بالاثنین منھا لو بالزوج الجنون والجذام والبرص کما صرح الشامی فی الجزء الاول لکنا لا نأخذ منھا الا الجنون لکثرۃ وشدۃ الضرورۃ فیہ ولیس کذالک الجذام والبرص۔ والانسان یصبر علی الاقامۃ معھما بخلاف المجنون کما یعلمون کثرۃ سوال الجنون [illegible] اذا المجنون دون غیرہ۔

[۲] الحمد اسمٰعیل کتاب مسئلہ جنون کو اس جزو دوم کے شروع میں فقہ مالکی کی طرف منسوب کیا گیا ہے

"ان لم يسبق العلم ولم يرض او لم يتلذذ وحلف على نفيه

بيرجى وصه بطنة وجذام الخ وقال شارحه العلامة الدسوقي

قوله او لم يتلذذ بالمعيب عالما به او بعض العلم لا بد من

انتفا والامور الثلاثة اذ لو وجدت او بعضها لا تنفى

الخيار الا امرأة المعترض (اى الذى لا يقدر على الجماع)

اذا علمت قبل العقد او بعده باعتراضه ومكنته منها فلا خيار لها"

ص ۲۴۳ ج ۱

مجنون اگر بیوی سے جبراً ہمبستری کرے؟

اس مذکورہ شرط میں اختیار کی قید لگانے سے معلوم ہوا کہ اگر مجنون نے زبردستی عورت سے ہمبستری کر لی تو اس سے عورت کا حق خیار ساقط نہ ہوگا چنانچہ عبارت مذکورہ میں لفظ مکنتہ کا لفظ اس پر صراحۃً دلالت کرتا ہے۔

نیز جنون کے ساتھ موجب للفسخ کی قید سے یہ معلوم ہوا کہ اگر ابتدائی جنون کے زمانہ میں اس سے پہلے کہ جنون اس درجہ کو پہنچے کہ جس سے نکاح فسخ کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے جیسا کہ گذر چکا ہے اور اس کی تفصیل شروع جواب میں ہے۔ ہمبستری یا اس کے دواعی پائے جائیں اور بعد میں جنون بڑھ کر مذکورہ

لہ والفرق بين حكم المعترض والمجنون ان تمكين امرأة المعترض لا يدل على الرضا لرجاء برئه اذ ما علمت انه لا يمكن معرفة ذلك بدون التمكين ودواعى الوطى ولا كذلك امرأة المجنون فان المجنون ظاهر فالتمكين منه او دواعى الوطى بعد العلم بالجنون يدل على الرضا بالمقام معه وهو مسقط للخيار والله اعلم۔

سے ہوتی ہے فسخ ہے یا طلاق ؟ اس سلسلہ میں علامہ خلیل اور شارح دردیر نے تو رد کا لفظ استعمال کیا ہے جو کہ بظاہر فسخ کے مرادف ہے اور فتویٰ کی عبارت مذکورہ میں طلاق کا لفظ ہے لہذا وقت ضرورت مالکی علماء سے تحقیق کر لیا جائے اور جب تک تحقیق نہ ہو اس تفریق کو طلاق قرار دینا چاہیے کہ اس میں احتیاط ہے اور نتیجہ ، ثمرہ طلاق ہونے کا یہ ہے کہ اگر اس عورت سے دوبارہ نکاح ہو جائے تو شوہر کو صرف دو طلاق کا اختیار ملے گا اگر مزید دو طلاق دے دی تو طلاق مغلظہ ہو جائے گی۔

مجنون مفلس کی بیوی کے لیے شرعی حکم

مجنون کی بیوی کے فسخ نکاح کے لیے جو شرائط اوپر بیان کی گئی ہیں اگر وہ شرائط کسی جگہ موجود نہ ہوں تو جنون کی وجہ سے تفریق نہیں ہو سکتی لیکن اگر یہ مجنون ایسا ہو کہ اس کی کوئی آمدن کا ذریعہ نہ ہو اور بیوی کے لیے نفقہ کی کوئی صورت نہ ہو تو ایسی صورت میں نفقہ کے لیے عورت کے اضطرار کی مکمل تحقیق ہو جانے اور چند علماء سے مشورہ کے بعد اس فتوے کی گنجائش ہے کہ مذہب مالکیہ کی وجہ سے نفقہ نہ ہونے کی وجہ سے قاضی یا اس کا قائم مقام ان دونوں میں تفریق کر دے اور یہ تفریق طلاق رجعی کے حکم میں ہو گی۔

"کما هو المصرح فی الهدایة الثانیة من فتوی العلامة محمد طیب من قوله بل لو کان حاضرا و عدمت النفقة الخ والروایة الاولی ۔ والتصریح بکونه طلاقا رجعیا فی الروایة الرابعة عشرین فتوی العلامة الصالح حیث قال ان کل طلاق اوقعه الحاکم فهو بائن الا طلاق المولی والمعسر رسوا اوقعه الحاکم بالفعل او جماعة المسلمین او امر ابه انتهی"

زوجۂ مجنون کے نان ونفقہ کے مطالبہ کی وجہ سے تفریق کیلئے شرط

لیکن اس میں فیصلہ معمولی غور و فکر سے کام لے کر مذہب مالکیہ کی تمام شرائط کی پابندی ضروری ہے جن میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ نان ونفقہ کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے فسخ نکاح کا حکم اس وقت دیا جا سکتا ہے جبکہ عقد نکاح سے پہلے اس کو شوہر کے مفلس ہونے کا علم نہ ہو ورنہ اگر مفلسی کا علم ہوتے ہوئے نکاح کیا گیا ہے تو نان ونفقہ نہ ہونے کی وجہ سے تفریق کا حق نہ ہوگا۔ کما صرح بہ فی مختصر الخلیل وشرحہ [illegible] باب النفقة [illegible] [illegible] النفقة [illegible] عند [illegible] فقره فليس لها الفسخ [illegible] لعدم شرط الاعسار الخ۔

اور اس مسئلہ کی باقی شرائط بوقت ضرورت کتب مالکیہ کی مراجعت سے معلوم ہو سکتی ہیں۔

لاپتہ شخص کی بیوی کے فسخِ نکاح کے مسائل

یعنی رسالہ

"نهاية المقصود في بيان المفقود"

مفقود (یعنی بالکل لاپتہ شخص) کو بالاتفاق جمہور ائمہ مجتہدین اپنے مال کے بارے میں اس وقت تک زندہ تسلیم کیا گیا ہے جب تک کہ اس کے ہم عمر، ہم زمانہ لوگ زندہ پائے جائیں۔

جس وقت اس کی بستی میں اس کے ہم عمر لوگ ختم ہو جائیں، اس وقت اس کی موت کا حکم دیا جاتا ہے یعنی قاضی اس کی موت کا حکم دے دیتا ہے اور اس کی وراثت تقسیم کرنے وغیرہ کی اجازت ہو جاتی ہے اس پر تینوں امام حضرت امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ کا اتفاق ہے۔ اور حضرت امام اعظمؒ امام شافعیؒ اور بہت سے دوسرے مجتہدین نے زوجۂ مفقود میں بھی یہی حکم باقی رکھا کہ جب تک مفقود کے ہم عمر لوگ ختم نہ ہو جائیں اس وقت تک وہ زندہ ہے اور حسب قاعدہ اس کی بیوی کو دوسری جگہ نکاح کرنا جائز نہیں البتہ بعض صورتوں میں حنفیہ کے نزدیک زوجۂ مفقود کو اس کے ہم عمر لوگوں کے ختم ہونے سے قبل بھی قاضی نکاح کی اجازت دے سکتا ہے یعنی جبکہ اس مفقود (بالکل لاپتہ ہونے والے شخص) کے ظاہر حال سے اس کی ہلاکت اور موت کا غالب گمان ہو جیسے وہ شخص جو کہ معرکۂ جنگ میں گم ہو گیا یا کوئی شخص اس قسم کی بیماری کی حالت میں نکل گیا ہو

(گھر سے چلا گیا ہو، جس میں (اُس کے رہ جانے کا) غالب گمان ہے۔ یا سمندر میں سفر کیا ہو (اور ساحل سمندر پر پہنچنے کا پتہ نہ چلا ہو)

اس قسم کی صورتوں میں انتظار کر کے بہت جلد مفقود کے مرنے کا حکم دے دیا جائے گا کہ جس میں حاکم (شرعی) کو مفقود کے مر جانے کا غالب گمان حاصل ہو جائے اور اس موت کے علم کے بعد اُس شخص کی بیوی کو عدت وفات گذار کر نکاح کر لینا جائز ہوگا۔

كما في الشامية تحت قول الدر (واختار الزيلعي تفويضه الى الامام) قال في الفتح فاي وقت رأى المصلحة حكم بموته (الى ان قال) ومقتضاه انه يجتهد ويحكم القرائن الظاهرة الدالة على موته وعلى هذا يبتنى ما في جامع الفتاوى حيث قال واذا فقد في المهلكة فموته غالب فيحكم به كما اذا فقد في وقت الملاقاة مع العدو او مع قطاع الطريق او سافر على المرض الغالب هلاكه او كان سفره في البحر وما اشبه ذلك حكم بموته لانه الغالب في هذه الحالات وان كان بين احتمالين واحتمال موته ناشئ عن دليل لا احتمال الحياة لان هذا الاحتمال كاحتمال ما اذا بلغ المفقود مدة لا يعيش على حسب ما اختاروه في مقداره نقل عن القنية انتهى ما في جامع الفتاوى وافتى به بعض مشائخنا وقال انه افتى به قاضي زاده صاحب بحر الفتاوى لكن لا يخفى انه لا بد من مضي مدة طويلة حتى يغلب على الظن موته لا بمجرد فقده عند ملاقاة العدو او سفر البحر ونحوه (ص ۳۵ جلد ۳)

فقہ حنفی میں مفقود کی بیوی کے لیے حکم

اس قسم کی صورتوں کے علاوہ فقہ حنفی میں مفقود کی بیوی کے لیے اس کے علاوہ کوئی گنجائش نہیں ہے کہ مفقود کے ہم عمر لوگوں کے ختم ہونے پر

قاضی اس کے مرجانے کا فیصلہ کر دے اور اس کے بعد عورت عدت وفات گذار کر نکاح کرے۔

لیکن حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے چند شرائط کے ساتھ کہ جن کی تفصیل عنقریب بیان ہوگی ہر ایک حالت میں (یعنی مفقود کے ہلاک ہونے کا گمان ہو یا نہ ہو) مفقود کی بیوی کو حاکم کے فیصلہ کے بعد چار سال انتظار کر کے عدت گذارنے پر دوسرا نکاح کرنے کی اجازت دے دی ہے اور حضرت امام احمدؒ نے بعض مفقود کی بعض صورتوں میں چار سال کی مدت کو اختیار فرمایا ہے (یعنی حضرت امام احمدؒ نے بھی مفقود کی بیوی کو چار سال انتظار کر کے عدت وفات گذار کر نکاح ثانی کی اجازت دی ہے) جیسا کہ مغنی ص۱۳۳ جلد ۹ میں ہے۔

مسئلہ مفقود میں مالکیہ کے مذہب پر عمل

اگرچہ یہ صحیح ہے کہ مفقود الخبر کے فسخ نکاح کے معاملہ میں احنفیہ کا مذہب دلائل کے اعتبار سے نہایت قوی اور غیر معمولی احتیاط پر مبنی ہے لیکن فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ میں سے بعض متاخرین[۱] نے وقت کی نزاکت اور فتنوں پر نظر فرماتے ہوئے اس مسئلہ میں حضرت امام مالکؒ کے مذہب پر فیصلہ دے دیا ہے جیسا کہ حضرت علامہ شامیؒ نے درمنتقی سے قہستانی کا جو کہ چوتھی صدی کے مشائخ حنفیہ میں ہیں قول نقل فرمایا ہے۔" لو افتی بہ موضع الضرورۃ

---

[۱] متقدمین علماء اور متاخرین کی تعریف: تین صدی تک کے فقہاء کرام کو متقدمین کہا جاتا ہے اور چوتھی صدی سے متاخرین کا اطلاق ہوتا ہے یعنی چوتھی صدی کے بعد کے علماء متاخرین کہلاتے ہیں۔ جیسا کہ علامہ شامی کے مجموعہ رسائل ابن عابدین میں رسالہ شفاء العلیل میں مذکور ہے

لا فتی بہ علیٰ ما افتی صاف ج ۲ -" (یعنی اگر ضرورت شدیدہ میں مذہب غیر پر فتویٰ دے دیا تو میری رائے میں اس میں کوئی حرج نہیں)

اور ایک زمانے سے حضرات مفتیان کرام اور ارباب فتویٰ متعدد دیوبند چھ تقریباً سب نے ہی اسی قول پر فتویٰ دینا اختیار فرمایا ہے اور یہ مسئلہ اس وقت ایک حیثیت سے فقہ حنفی ہی میں داخل ہو گیا۔ لیکن جس وقت تک عورت صبر سے کام لے سکے اُس وقت تک اصل مذہب حنفی پر عمل کرنا لازم ہے۔ البتہ ضرورت شدیدہ کے وقت کہ ترجیح (نان ونفقہ) کا انتظام نہ ہو سکے یا گناہ میں مبتلا ہونے کے ڈر سے چھٹکارا مناسب نہ سمجھا جائے اُس وقت مذہب مالکیہ پر عمل کرنے میں حرج نہیں۔ اور اس قسم کے مواقع کے لیے یہ فتویٰ مرتب کیا گیا ہے۔ لیکن کسی مسئلہ میں دوسرے امام کا مذہب اختیار کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس مسئلہ میں اُس امام کے نزدیک جو شرائط ہوں ان تمام کی رعایت کی جائے۔

علامہ شامیؒ کی عبارت سے استدلال

درمختار میں ہے: ان الحکم الملفق باطل بالاجماع وقال الشامی تحتہ مثالہ متوضئ سال من بدنہ دم ولمس امرأۃ ثم صلی فان صحۃ ھذہ الصلوٰۃ ملفقۃ من مذھب الشافعیؒ والحنفی والتلفیق باطل الخ

نیز شامی میں علامہ شرنبلالیؒ سے درمختار کے تحت ہے:

"وان الرجوع من التقلید بعد العمل باطل اتفاقاً وانہ یجوز لہ العمل بما یخالف ما عملہ علی مذھبہ مقلداً فیہ الخ

مالکیہ کی تمام شرائط کا علم ضروری

لہٰذا اس مسئلہ مفقود میں مالکیہ کی تمام شرائط کا معلوم کرنا لازم ہوا اور شامی وغیرہ علماء احناف نے اس کے متعلق جو مذہب مالکیہ سے نقل کیا ہے وہ محض اجمال تھا۔

اور مسئلہ کی مکمل وضاحت اور اس کے تمام قیود و شرائط علماء مالکیہ سے ہی معلوم ہو سکتے تھے اس وجہ سے اس ضرورت کا احساس کر کے مسلک امام مالکؒ کے مفتیانِ کرام کی خدمت میں مدینہ منورہ (زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً) تفصیلی طور پر سوال بھیجا گیا، وہاں کے متعدد علماء محققین نے نہایت تفصیل اور وضاحت کے ساتھ جوابات تحریر فرمائے لیکن پھر ان میں کچھ شبہات باقی رہے اور بعض نئے سوالات پیدا ہوئے اس وجہ سے اُن مفتیانِ کرام کو دوبارہ جواب تحریر کرنے کی زحمت دی گئی۔ دوبارہ جوابات کے بعد بھی کچھ مزید سوالات کی ضرورت ہوئی تو تیسری مرتبہ اُن حضرات کی خدمت میں سوالات ارسال کر کے جوابات لیے گئے۔ یہ تمام خطوکتابت مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون میں محفوظ ہے اور ان فتاویٰ کا مجموعہ اس کتاب کے آخر میں شریک اشاعت کر دیا گیا ہے ان فتاویٰ کی جس جس عبارت سے ہمارے سوالات کا جواب نکلتا ہے اُن تمام پر الفاظ کے نمبر ڈال دیئے گئے ہیں اور جوابات مندرجہ ذیل میں ان عبارات کے حوالہ پر اکتفاء کیا گیا ہے کیونکہ عوام کو تو عربی عبارات کی ضرورت نہیں اور اہل علم حضرات اس نمبر کے حوالہ سے آخر رسالہ میں استدلال کی عبارت خود ملاحظہ فرما سکتے ہیں اب سوالات اور جوابات اُردو میں یہاں پیش کیے جاتے ہیں۔

مالکی مفتیانِ کرام کی خدمت میں سوال نامہ

کیا فرماتے ہیں علماء مالکیہ مندرجہ ذیل مسائل میں

(۱) جو شخص مفقود الخبر (لاپتہ) ہو اور تحقیق و تفتیش کے بعد اُس کے بارے میں معلوم نہ ہو کہ زندہ ہے یا مر گیا، کیا اس شخص کی بیوی کے لیے حق ہے کہ وہ کسی طریقہ سے خود کو اس شخص کے نکاح سے نکال کر دوسرا نکاح کر سکے؟ اگر اس کو یہ حق ہے تو کیا اس عورت کو کچھ زمانہ انتظار کرنے کی ضرورت

ہے یا اس کو بغیر مہلت کے اختیار دے دیا جائے گا؟

(۲) اگر ایسی عورت کو مہلت دی جائے گی تو اس کا شمار کب سے ہوگا، دعویٰ کرنے اور معاملہ پیش کرنے کے وقت سے یا گم ہونے کے وقت سے یا حاکم (شرعی) کے فیصلہ کرنے کے بعد سے؟

(۳) کیا مفقود (لاپتہ) شخص کی بیوی فسخ نکاح[1] میں خود مختار ہے یا اس کے لیے قاضی کا فیصلہ ہونے کی شرط ہے؟ اور نکاح فسخ ہونے کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔

(۴) اگر قاضی کا فیصلہ شرط ہے تو کیا قاضی پر یہی لازم ہے کہ پہلے مفقود کی خود تفتیش اور تلاش کرے جب اس کو ناامیدی ہو جائے تو اس وقت بیوی کو کوئی مہلت وغیرہ دے یا عورت اور اس کے اولیاء کو تلاش کر لینا کافی ہے؟

(۵) جن علاقوں میں شرعی قاضی موجود نہیں جیسے ہندوستان وغیرہ تو وہاں پر اس کی کیا صورت ہے؟

(۶) مفقود کا حکم دار الحرب اور دار الاسلام میں برابر ہے یا مختلف؟ اگر مختلف ہے تو پھر ہندوستان جیسے ممالک جن میں کروڑوں مسلمان آباد ہیں وہ دار الاسلام سمجھے جائیں گے۔

والسلام

---

[1] فسخ نکاح سے اس جگہ فسخ اصطلاحی مراد نہیں۔ بلکہ محاورات اردو کے موافق فسخ کا لفظ اختیار کیا گیا۔ اور بغرض تفہیم عوام اس رسالہ میں اکثر مواقع میں لفظ فسخ ہی کا اطلاق کیا گیا ہے ۱۲ منہ

الجواب :

منجانب مفتیانِ مالکیہ پہلے سوال کا جواب

(۱) مفقود کی بیوی کے لیے مالکیہ کے نزدیک مفقود کے نکاح سے علیحدہ ہونے کی دارالاسلام میں تو یہ صورت ہے کہ عورت قاضی کی عدالت میں معاملہ پیش کرے اور شرعی گواہی کے ذریعہ یہ ثابت کرے کہ میرا نکاح فلاں شخص سے ہوا تھا۔ اگر نکاح کے موقعہ کے گواہ موجود نہ ہوں تو اس معاملہ میں شہادت بالتسامع (یعنی عام شہرت پر) بھی کافی ہے یعنی عام شہرت کی بناء پر بھی گواہی دی جا سکتی ہے۔

کما فی المنتقی للباجی المالکی (صفحہ ۲۰۹ جلد ۵ کتاب الاقضیة) (فرع)

واما النکاح ففی العتبیة سحنون قال جل اصحابنا یقولون فی النکاح اذا استشر خبره فی الجیران ان فلانا تزوج فلانة وسمع الدفاف فله ان یشهد ان فلانة زوجة فلان۔

اس کے بعد قاضی خود بھی مفقود کی تحقیق و تلاش کرے اور جب پتہ ملنے سے مایوس ہو جائے تو عورت کو چار سال تک مزید انتظار کا حکم کرے پھر اگر ان چار سال میں بھی مفقود کا پتہ نہ چلے تو مفقود کو اس چار سال کی مدت ختم ہونے پر مردہ تصور کیا جائے گا، اور نیز ان چار سال کے ختم ہونے کے بعد چار ماہ دس دن عدتِ وفات گذار کر عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنے کا اختیار ہوگا اور اب چار سال گزرنے کے بعد دوبارہ قاضی کی عدالت میں درخواست دینا اور عدتِ وفات کے لیے فیصلہ حاصل کرنا مالکیہ کے نزدیک ضروری نہیں۔ بلکہ قاضی کا فیصلہ صرف پہلی مرتبہ مہلت دینے کے وقت ضروری ہے۔

کما صرح بذلک فی شرح الدردیر (صفحہ ۴۷۹ جلد ۱) حیث قال الخلیل

دار الحرب میں مفقود کی بیوی کا حکم

یہ فیصلہ تو دار الاسلام میں تھا اور دار الحرب میں مفقود کی بیوی کا جمہور مالکیہ کے نزدیک تو وہی حکم ہے جو کہ حنفیہ کے نزدیک ہے یعنی جب تک اس کے ہم عمر لوگ زندہ ہیں اس وقت تک اس کی بیوی کے لیے اس کے نکاح سے علیحدہ ہونے اور دوسرا نکاح کرنے کی کوئی صورت نہیں جیسا کہ علامہ سعید بن صدیق حنفی مذہب مالکی مدینہ منورہ کی تیسری روایت سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور بعض حضرات نے اس کی مدت عمر طبعی کے اعتبار سے متعین بھی فرما دی ہے جس میں مختلف اقوال ہیں۔

حنفیہ کے نزدیک مفقود کی بیوی کے لیے مدت انتظار

بعض حضرات کے نزدیک نوے ۹۰ سال، بعض کے نزدیک ۷۵ سال اور بعض کے نزدیک ستر سال وغیرہ ذالک لیکن بہتر یہ ہے کہ اس معاملہ کو اہل علم کے سپرد کر دیا جائے کہ وہ حضرات تحقیق فرما کر اس کے متعلق کا پتہ لگائیں۔ لیکن اشہبؒ نے (جو کہ حضرت امام مالکؒ کے ممتاز شاگردوں میں ہیں اور فقہاء مالکیہ میں بلند مقام رکھتے ہیں) دار الحرب میں بھی مفقود کی بیوی کا وہی حکم رکھا ہے جو کہ دار الاسلام میں گذر چکا۔

کما ذکرہ ابن رشد فی مقدماتہ (مطبوعہ مدونہ صفحہ ۱۰۷ جلد ۲) حیث قال واما المفقود فی بلاد الحرب فحکمہ حکم الاسیر لا تتزوج امرأتہ ولا یقسم مالہ حتی یعلم موتہ او یأتی علیہ من الزمان ما لا یحیی الی مثلہ فی قول اصحابنا کلھم حاشا اشھب فانہ حکم لہ بحکم المفقود فی المال والزوجۃ جمیعاً۔ الخ

اور دوسرے سوال کا جواب [۲]: قاضی کے مایوس ہونے کے بعد سے مدت لگے گی:

---

[۲] خط کشیدہ عبارت حضرتؒ کی عربی عبارت کا ترجمہ ہے۔ (قاسمی)

یہ ہے کہ حاکم جو چار سال کی مدت انتظار کے لیے مقرر کرے گا۔ اُس کی ابتداء اُس وقت سے کی جائے گی جس وقت حاکم خود بھی تفتیش کر کے پتہ چلنے سے نا اُمید ہو جائے اور قاضی کی عدالت میں پہنچنے سے قبل اور اُس کی تفتیش سے قبل خود کتنی ہی مدت گذر گئی ہو اُس کا اعتبار نہیں ہے۔

كما في اول الفتوى من العلامة محمد بن صديق المالكي وغيره بالفظ

وجه ما في الرعاية المشرين من العلامة الموصوف۔

مفقود کی بیوی کے لیے بھی قاضی کا فیصلہ شرط ہے

تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ گمشدہ شخص

مفقود کی بیوی کسی صورت میں اُس کے نکاح سے خارج ہونے میں خود مختار نہیں بلکہ ہر ایک حالت میں قاضی کا فیصلہ ہونا شرط ہے (جیسا کہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہوئی روایت نمبر ۲ میں مذکور ہے اور مقدمہ دائر کرنے کی صورت اور فسخ نکاح کی صورت پہلے سوال کے شروع میں گذر چکی۔

قاضی کے لیے مفقود کی تلاش کی تاکید

چوتھے سوال کا جواب یہ ہے کہ قاضی پر بھی ضروری ہے کہ صرف عورت

اور اُس کے ولی کی تفتیش اور اُن کے بیان پر اکتفا نہ کرے بلکہ خود بھی تلاش کرائے اور تلاش کرنے کی صورت یہ ہے کہ قاضی اور حاکم کو جس جس جگہ مفقود (لاپتہ شخص) کے چلے جانے کا گمان غالب ہو اُس اُس جگہ آدمی بھیجا جائے۔[1]

كما في شرح الدردير صفحہ ۴۹۹ جلد ۱ من حين العجز عن خبره بالبحث عنه في الاماكن التي يظن ذهابه اليها من البلدان بان يرسل الحاكم رسولا بكتاب لحاكم تلك الاماكن مشتمل على صفة الرجل وحرفته

---

[1] یہ تیسرا قول ہماری رائے میں سب سے زیادہ بہتر ہے۔

نسبة ليفتقش منه حيثما اھ ۔

اور جس جگہ صرف احتمال ہو وہاں اگر خط کو کافی سمجھے تو وہاں پر خطوط بھیج کر تحقیق کی جائے اور اگر اخبار میں شائع کرنے سے خبر ملنے یا اس کے بارے میں کچھ امید ہو تو یہ صورت بھی اختیار کی جائے ۔

غرض یہ کہ تحقیق و تفتیش میں پوری کوشش کی جائے اور جب اس کی تلاش سے قطعی طور پر مایوسی ہو جائے اس وقت مذکورۃ الصدر طریقہ پر چار سال کے مزید انتظار کا حکم کیا جائے جیسا کہ علامہ صدیق مفتی مالکیہ مدینہ منورہ کی جو ہدایت میں ہے ۔

مفقود کی تحقیق اور تفتیش پر

مفقود کی تحقیق ۔۔ کے اخراجات کا کون ذمہ دار ہے ؟

تمام اخراجات کے مسئلہ میں فقہاء میں اختلاف ہے بعض حضرات نے فرمایا یہ تمام اخراجات (مقدمہ) دائر کرنے والی عورت (مفقود کی بیوی) کے ذمہ ہے اور بعض نے فرمایا بیت المال کے ذمہ ہے اور بعض کے نزدیک یہ تفصیل ہے کہ اگر بیوی کے پاس مال ہو تو تحقیق و تفتیش کے تمام اخراجات اس کے ذمہ ہوں گے ورنہ بیت المال کے ذمہ جیسا کہ حضرت [illegible] کے فتویٰ میں ہے ہدایت ۔

اور جس جگہ بیت المال نہ ہو جیسے ہندوستان وغیرہ میں اگر ان مواقع میں حکومت اخراجات برداشت کرے تو بہتر ہے ورنہ مسلمانوں سے چندہ کر لیا جائے ۔

قاضی کے فیصلہ کے قائم مقام حضرات

پانچویں سوال کا جواب یہ ہے کہ جن علاقوں میں شرعی قاضی موجود نہیں

جیسے اسلامی ریاستوں کے علاوہ ہندوستان کے تمام شہروں کی حالت ہے تو وہاں پر وہ حکام جو گورنمنٹ کی جانب سے اس قسم کے معاملات کے فیصلہ کرنے کا اختیار رکھتے ہیں اگر وہ مسلمان ہوں اور فیصلہ شریعت کے مطابق کریں تو اُن کا فیصلہ بھی قاضی کے فیصلہ کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ گذر چکا۔

مسلمان حاکم نہ ملنے کی صورت میں کیا کریں

کسی جگہ اگر مسلمان حاکم موجود نہ ہو یا اُس کی عدالت سے شریعت کے قانون کے مطابق فیصلہ نہ ہوتا ہو تو مجبوراً کہ مذہب کے موافق دیندار مسلمانوں کی ایک جماعت بنا کر یعنی شرعی کمیٹی بنا کر مذکورہ بالا بیان کے مطابق تحقیق کرے اور کامل تحقیق کے بعد فیصلہ دے تو یہ فیصلہ بھی قاضی کے فیصلہ کے درجہ میں ہوگا لیکن پنچایت کی ان شرائط کے مطابق ہونا ضروری ہے جو کہ گذر چکی ہیں۔

تمت ھذا الجواب

اگر فیصلہ کے لیے قاضی نہ مل سکے؟

اگر مفقود کی بیوی ایسی جگہ رہتی ہے کہ جہاں پر شرعی قاضی یا مسلمان حاکم موجود ہو اور اس کے پاس مقدمہ دائر کرے تو اس کا فیصلہ بھی مفقود کی بیوی کے لیے کافی ہے کیونکہ جب قاضی ایسی مذکورہ عورت کے علاقہ میں چلا جائے تو وہ عورت قاضی کی ولایت میں داخل ہو جائے گی اور مفقود کے لیے ولایت شرط نہیں ہے۔ جیسا کہ لکھا ہے۔

لہ نیم تحریر میں اس جگہ تفصیلی حاشیہ تھا جس کو مستقل مضمون بھی قرار دیا جا سکتا ہے اس لیے اس حاشیہ کو مستقل مضمون کے طور پر اگلے صفحہ پر بعنوان "تتمہ" مفقود کی ولایت کا مسئلہ" پیش کیا گیا ہے۔ رفیع عثمانی

لیکن مجنون یا عنین کی بیوی تنہا کسی قاضی کے علاقہ میں چلی جائے تو قاضی کا فیصلہ معتبر نہ ہوگا بلکہ یہ ضروری ہے کہ مجنون اور عنین بھی اس قاضی کے علاقہ میں ہوں ۔

ہندوستان میں مفقود کا حکم

سوال نمبر ۲ کا جواب یہ ہے کہ حکم دار الحرب اور دار الاسلام میں مختلف ہے جیسا کہ سوال اول کے جواب میں تفصیلی طور پر گذر چکا۔ لیکن علماء مالکیہ کے فتاوی سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان، مصر، شام وغیرہ ممالک کہ جن میں کافر حکومت ہونے کے باوجود اسلامی شعائر بحال قائم نہیں ان تمام میں مفقود کا حکم وہی ہے جو کہ دار الاسلام میں ہے بلکہ جس دار الحرب میں اسلامی شعائر بھی موجود ہوں اگر وہاں پر مسلمانوں کو صلح وغیرہ کی وجہ سے آنا جانا اور تفتیش کرنا ممکن ہو۔ اس دار الحرب میں بھی مفقود کا وہی حکم ہے جو کہ دار الاسلام میں ہے پس اصل بنیاد مفقود کی غیر معمولی تحقیق و تفتیش ہے اس وجہ سے ہندوستان کے دار الحرب ہونے میں جو علماء کا اختلاف ہے اس کا اس مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا اور مفقود کی بیوی کو ان ملکوں میں چار سال کے بعد عدت وفات گزار کر نکاح ثانی کا اختیار دیا جائے گا جیسا کہ علامہ ابو الفضل راشد کی پانچویں روایت اور علامہ طیب کی ۲۵ ویں روایت میں ہے ۔

گم شدہ شوہر کی ولایت کا مسئلہ (قدیم نسخہ کا حاشیہ کا مضمون)

اگر اس موقع پر کوئی شخص یہ شبہ کرے کہ مفقود الخبر شخص جہاں کا باشندہ

لہ مذہب مالکیہ کی اختیار کی گئی روایت: اما السؤال الثانی وهو حال بلاد حکم الکفار انما هو اوجہ ندیہ للمسلمین باشتغالہ لانہ ربع سنین وحکم بحکم بلد کفر من جواب مالی شرع الله معروف بالتشیعة فیہ منها امر القاضی بیت بالد بنعت فوالی ۔

مفقود کے معاملہ میں برابر شمار ہوں گے۔

رد المحتار جلد ۲ باب الولی میں ہے: "وصغیرة زوجت نفسها ولا ولی

ولا حاکم ثمة توقف ونفذ باجازتها بعد بلوغها لان له مجيزا وهو السلطان.

قہستانی ولا حاکم ثمة ای فی موضع العقد. قوله توقف هذا مبنی علی کتابة ذلك

الحاکم تحت ولایة السلطان ومن لم یکن تحت ولایة قاضٍ وعلیه فیظهر ان

العقد یتصور فيها اذا كان فی دار الحرب او البحر او المفازة ونحو ذلك بخلاف

القرى والامصار ويدل عليه ما فی العقد فی فصل الوكالة بالنكاح حيث قال

وما لا مجيز له ای ما ليس له من يقدر على الاجازة يبطل كما اذا كانت تحته حرة

فزوجه الفضولی امة او اخت امرأته او خامسة او زوجه معتدة او مجنونة او

صغيرة يتيمة فی دار الحرب او اذا لم يكن سلطان ولا قاضی لعدم من يقدر

على الاجازة حالة العقد فوقع باطلا اھ

چونکہ اس روایت میں مجنونة او صغیرة فی دار الحرب عام ہے اس کو وہ

مجنونہ یا صغیرہ دار الحرب ہی سے دار الحرب میں ہو یا پہلے دار الاسلام میں تھی دار الحرب

میں چلی گئی اس عموم کی وجہ سے ثابت ہوا کہ ولایت سابقہ کا اعتبار نہیں ورنہ اُس

مجنونہ وصغیرہ پر جو دار الاسلام سے گئی ہو اجازت ہوتا۔ نیز قول شامی ای فی موضع

العقد اور بناء الحاکم تحت ولایة السلطان کے لفظ سے واضح ہے کہ ولایت

کے لیے سلطان وقاضی کے علاقہ میں ہونا شرط ہے۔ اور اگر لیجئے تو اس کی بہت

ہی صاف تصریح کی ہے چنانچہ شرح وہبانیہ میں ہے۔ (وولاية (م) القاضی

(امرأة) ای تزویج فی عقد نکاحها حیث دخل فی الولاية لکونه رعیة من الولایة)

بان کانت خارجة عنها اذ لا ولاية عليها وان كان اصلها من اهلها اھ۔

[illegible] جمادی ۲ ۔ واللہ اعلم

مفقود (بالکل لاپتہ شخص) کے واپس آجانے کے احکام

سوال ۱۲ : اگر مفقود شرعی کمیٹی یا شرعی قاضی کی جانب سے مُردہ قرار دیئے جانے کے بعد واپس آجائے یا مفقود کی بیوی کے دوسرے شخص سے نکاح کرنے یا دوسرے شخص کے بیوی سے ہمبستری کرنے سے پہلے واپس آجائے تو مفقود کی بیوی اس کو واپس ملے گی یا نہیں؟ اور تمام صورتوں کا ایک ہی حکم ہے یا مختلف ؟

(۲) دوسرے شوہر سے صرف نکاح یا نکاح اور ہمبستری دونوں ہونے کے بعد مفقود کے واپس آنے پر اگر بیوی اُس کو مل جاتی ہو تو اس کے متعلق مندرجہ ذیل سوالات ہیں۔

الف : کیا پہلے شوہر کو دوبارہ نکاح کرنے کی ضرورت ہے یا اس کے بغیر ہی پہلا نکاح قائم اور باقی سمجھا جائیگا ؟

ب : تجدید نکاح کی صورت میں تجدید مہر یعنی نئے مہر مقرر کرنے کی بھی ضرورت ہے یا نہیں ؟

ج : اس صورت میں دوسرے شوہر کی عدت بھی واجب ہوگی یا نہیں ؟ اور اگر واجب ہوگی تو کتنے دن عورت کو عدت گذارنا لازم ہوگی ؟ اور یہ عدت دوسرے شوہر کے مکان پر گذاری جا سکے یا پہلے شوہر کے مکان پر ؟

د : دوسرے شوہر کے ذمہ جو مہر تھا اس کا ادا کرنا واجب رہیگا یا نہیں ؟

ہ : اگر دوسرے شوہر سے اولاد ہو چکی ہو یا تفریق کے بعد زمانۂ عدت میں اولاد ہو جائے تو اس اولاد کا نسب کس سے ثابت ہوگا ؟ پہلے شوہر سے یا دوسرے شوہر سے ؟

الجواب :

مفقود کی واپسی کی دو صورتوں کا حکم

وہ مفقود جس پر عقد مرتا قائم کرتے یا تحقیق و تفتیش کے بعد چار سال تک انتظار کر کے قاضی نے موت کا حکم کر دیا ہے۔ اگر موت کا حکم ہونے کے بعد واپس آ جائے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔

پہلی صورت یہ کہ دوسرے شوہر کے ساتھ خلوت صحیحہ ہونے سے پہلے پہلے آ جائے چاہے مدت وفات کے بعد یا عدت وفات کے اندر، اور چاہے نکاح ثانی سے پہلے یا بعد۔

اور دوسری صورت یہ کہ ایسے وقت واپس آ سکے جب کہ عدت وفات گزارنے کے بعد عورت دوسرے شخص سے نکاح کر چکی اور خلوت صحیحہ بھی ہو چکی ان میں سے پہلی صورت کا حکم متفقہ طور پر یہ ہے کہ بیوی پہلے شوہر کے ہی نکاح میں رہے گی۔ دوسرے شوہر کے پاس نہیں رہ سکتی (جیسا علامہ صالح مالکی کے فتاوی روایت ۲۵ و ۲۲ اور روایت ۲۲ سے واضح ہے۔

اور دوسری صورت میں مالکیہ کا مشہور مذہب یہی ہے کہ بیوی دوسرے شوہر کے پاس رہے گی پہلے شوہر کا اب اس سے کوئی تعلق نہیں رہا جیسا کہ حضرت علامہ صالح مالکیؒ کی پندرھویں روایت ساتویں روایت اور بیسویں روایت میں از علامہ حبیب بن اسحاق مرنیؒ کی رو سے مذکور ہے۔

اگرچہ حضرت شعرانیؒ نے میزان میں لکھا ہے۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ بہر حال وہ عورت پہلے شوہر ہی کے پاس رہے گی اور حضرت امام شافعیؒ سے راجح قول یہی ہے کہ دوسرا نکاح باطل ہے یعنی جبکہ مفقود واپس آ جائے۔ صفحہ ۱۴۴ ج ۲۔

سے پہلے دوسرا شوہر خلوت صحیحہ بھی کر چکا ہو جب بھی بیوی اپنے پہلے شوہر کے ہی نکاح میں رہے گی دوسرے شوہر کے پاس رہنا جائز نہیں۔ کیونکہ پہلے شوہر کی واپسی سے دوسرا نکاح باطل قرار دیا گیا۔

(۲) پہلے سوال کے جواب میں مسوط کی جو عبارت درج کی گئی ہے اس سے اس سوال کے پانچوں اجزاء کا جواب ہو گیا۔

مفقود کا پہلا نکاح باقی رہے گا

مطلب یہ ہے کہ پہلا نکاح قائم رہے گا دوسرا نکاح کرنے کی ضرورت نہیں ہے

اگرچہ دوسرے شوہر سے عورت کی ہمبستری بھی ہو چکی ہو اور یہ بات قول ... الی زوجھا الاول اور قول ولا یقربھا الاول سے مستفاد ہوتی ہے۔

(ب) ظاہر ہے کہ جب دوسرے نکاح کی ضرورت نہیں تو پھر نیا مہر مقرر کرنے کی کیا ضرورت رہی؟

(ج) دوسرے شوہر کی عدت گذارنا واجب ہے جب تک کہ عدت ختم نہ ہو۔ اس وقت تک پہلے شوہر کو اس عورت کے پاس جانا ہرگز جائز نہیں ہے بلکہ پوری احتیاط لازم ہے یہ مسئلہ ولا یقربھا الاول حتی تنقضی عدتھا من الاخر سے اور عدت میں جو تفصیل دوسرے مواقع میں ہے وہ یہاں بھی ہوگی یعنی اگر عورت حاملہ ہے تو بچہ پیدا ہونے تک ورنہ تین حیض۔

باقی یہ سوال کہ زمانہ عدت کس جگہ گذارے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ عدت پہلے شوہر کے یہاں گذارے گی، کیونکہ یہ عورت ایسی عورت کی طرح ہو گئی کہ جس سے شبہ میں ہمبستری کر لی گئی ہو جیسا کہ شمس الائمہ نے فرمایا ہے صحیح یہ ہے کہ وہ عورت پہلے شوہر کی بیوی ہے لیکن پہلا شوہر زمانہ عدت کی تنہائی

(۵) اس اولاد کا نسب دوسرے خاوند سے ثابت ہوگا۔

کما صرح بہ العلامۃ الشامی فی رد المحتار (باب المفقود صفحہ ۱۰۳ جلد ۲) والیہ ذھب المالکیۃ ایضاً کما صرح بہ فی الروایۃ الثالثۃ والثلاثین من فتویٰ العلامۃ الصالح المالکی الملحقۃ بآخر الکتاب۔

باعصمت زندگی نہ گذار سکنے کی صورت کا حکم

زوجۂ مفقود کے لیے چار سال کے مزید انتظار کا حکم

اُس صورت میں تو بالاتفاق ضروری ہے جب کہ عورت اتنی مدت تک بصبر و تحمل اور عفت کے ساتھ گزار سکے لیکن اگر یہ صورت ممکن نہ ہو یعنی عورت اندیشۂ ابتلاء ظاہر کرے۔ اور اُس نے ایک عرصہ دراز تک مفقود کا انتظار کرنے کے بعد مجبور ہو کر اس حالت میں درخواست دی ہو جبکہ عورت صبر سے عاجز ہو گئی تو اس صورت میں اس کی بھی گنجائش ہے کہ مذہب مالکیہ کے موافق چار سال کی مدت میں کمی کر دی جائے کیونکہ جس وقت عورت کے گناہ میں مبتلا ہونے کا سخت اندیشہ ہو تو اُن کے نزدیک کم سے کم ایک سال صبر کے بعد تفریق (بحکم فسخ نکاح) جائز ہے جیسا کہ علامہ ابوالقاسم (مالکی مفتی) کی دوسری روایت میں مذکور ہے۔

لیکن علماء سہارنپور دونوں صورتوں میں چار سال کی ہی مدت کے مزید انتظار کو شرط فرماتے ہیں اور ایسا کرنا ظاہر ہے کہ زیادہ احتیاط کی بات ہے لیکن جس جگہ قوی قرائن سے عورت کے زنا میں مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہو تو ایک سال کے انتظار والے قول پر بھی حاکم کر دینے کی گنجائش ہے لیکن معاملہ خداوند قدوس کے ساتھ ہے بہانہ تلاش نہ کیا جائے

(اشرف علی)

مفقود کی رجعت سے متعلق مسئلہ

اگر تفریق و فسخ نکاح اس قانون کے مطابق کیا جائے تو اس بات کا خیال ضروری ہے کہ یہ تفریق طلاق رجعی ہوگی اور اس صورت میں مفقود کی بیوی کو عدت وفات گذارنے کے بجائے طلاق کی عدت تین حیض گذارنے ہوں گے اور اگر مفقود اس صورت میں واپس آگیا تو اس میں یہ تفصیل ہوگی کہ اگر عدت کے دوران آکر رجعت کرے تو رجعت صحیح ہو جائے گی اور بیوی بدستور اس کے نکاح میں رہے گی اور اگر عدت کے بعد مفقود آگیا یا پہلے ہی آگیا لیکن عدت کے اندر قولی یا فعلی رجعت نہ کی تو اب مفقود کی بیوی پر طلاق بائن ہو کر وہ عورت خود مختار ہو گی اور وہ عورت دوبارہ اسی شخص سے نکاح کرے یا کسی دوسرے شخص سے جیسا کہ علامہ صالح تونسی کی روایت میں بھی مذکور ہے۔

زوجۂ مفقود کی مدت انتظار کب سے شمار ہوگی؟

لیکن یہ[1] بات کہ یہ سال مفقود کے غائب ہونے کے وقت سے شمار کیا جائے گا یا قاضی (یا شرعی کمیٹی میں) عورت کے مقدمہ دائر کرنے کے وقت سے شمار ہوگا تو فتاوی مالکیہ (جہاں سے مسئلہ لیا گیا ہے) میں مذکور نہیں ہے اور مالکی مذہب کی جس قدر کتب یہاں موجود تھیں ان میں بھی نہیں مل سکی، اور ظاہر ہے کہ احتیاط اسی میں ہے کہ مقدمہ پیش کرنے سے انتظار کا سال شمار کیا جائے۔

---

[1] قدیم نسخہ میں یہ مضمون حاشیہ پر تھا جس کو بعنوان بالا پیش کیا گیا ہے (خورشید حسن قاسمی)

حکم زوجہ متعنت فی النفقہ

بیوی کے حقوق سے لاپرواہ سرکش

یعنی متعنت کی بیوی کے احکام

شریعت کی اصطلاح میں متعنت اس شخص کو کہتے ہیں جو کہ قدرت کے باوجود بیوی کے حقوق نان ونفقہ وغیرہ ادا نہ کرے، اُس کا حکم بھی بوقت شدید ضرورت مظلوم خواتین کی رہائی کے لیے مالکیہ کے مذہب سے لیا گیا ہے۔

سوال (۱): جو شخص قدرت کے باوجود، اپنی بیوی کے حقوق نان و نفقہ ادا نہ کرتا ہو کیا اُس کی بیوی کو حق ہے کہ کسی طرح خود کو اس کے نکاح سے الگ کر لے؟ اگر ہے تو اُس کی کیا صورت ہے؟

(۲) اگر قاضی اُن میں تفریق واقع کر سکتا ہو تو جب قاضی اُس متعنت شخص کی بیوی پر طلاق واقع کر چکے جو کہ نان و نفقہ نہ دیتا ہو اُس وقت یا اُس کے بعد پھر کسی وقت متعنت اپنی حرکت سے باز آجائے اور نفقہ وغیرہ حقوق ادا کرنے کا وعدہ کرے تو کیا وہ عورت پھر اُس شخص کو واپس مل جائے گی، اور اگر اُس کو واپس مل سکتی ہے تو عدت سے پہلے اور عدت کے بعد یا نکاح ثانی سے پہلے اور نکاح ثانی کے بعد میں کچھ فرق ہوگا؟

الجواب:

(۱) متعنت کی بیوی کے لیے پہلے تو لازم ہے کہ وہ کسی طرح شوہر سے خلع وغیرہ کرے لیکن اگر غیر معمولی جدوجہد کے باوجود کوئی صورت نہ بن سکے تو

سخت مجبوری کی حالت میں مذہب مالکیہ پر عمل کرنے کی گنجائش ہے کیونکہ ان کے نزدیک متعنت کی بیوی کو تفریق[1] کا حق مل سکتا ہے اور سخت مجبوری کی دو صورتیں ہیں۔

ایک یہ کہ عورت کے خرچ کا کوئی انتظام نہ ہو سکے یعنی نہ کوئی شخص عورت کے خرچ نان و نفقہ کا انتظام کرتا ہو نہ خود عورت عصمت و عزت کی حفاظت کرتے ہوئے آمدنی پر قدرت رکھتی ہو۔

اور دوسری صورت مجبوری کی یہ ہے کہ اگرچہ بسہولت یا دشواری سے خرچہ نان و نفقہ کا انتظام ہو سکتا ہے لیکن شوہر سے الگ رہنے میں گناہ میں مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہو۔

اور تفریق کی صورت یہ ہے کہ عورت اپنا مقدمہ قاضی شرعی یا مسلمان حاکم اور ان دونوں کے نہ ہونے کی صورت میں شرعی کمیٹی جماعت[2] مسلمین میں پیش کرے اور جس شخص کے پاس پیش ہو وہ معاملہ کی شرعی شہادت وغیرہ کے ذریعے مکمل تحقیق کرے اور اگر عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہو کہ وسعت کے باوجود شوہر نان و نفقہ ادا نہیں کرتا تو اس عورت کے شوہر سے کہا جائے کہ تم یا تو اپنی بیوی کے حقوق ادا کرو یا طلاق دے دو ورنہ ہم تفریق واقع کر دیں گے۔ اس کے بعد بھی اگر وہ شوہر کسی صورت عمل نہ کرے

---

[1] وجه الحكم عند المالكية لا يتحقق بخشية الزنا أن المرأة من الزوج يمكن لها أخذ منه جبرا على الاطلاق بل أخذ نا وحيث وجدت الضرورة الملجئة للتفريق عن المذهب ۱۲ منه

[2] جماعت مسلمین و نیز مسلمان حاکم کا مفصل بیان مجموعہ کے مقدمہ میں گزر چکا ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

تو قاضی یا شرعاً جو شخص اس کے قائم مقام ہو طلاق واقع کرے اس میں کسی مدت کے انتظار اور مہلت کی حضرات مالکیہ کے متفق مذہب کے مطابق ضرورت نہیں ہے جیسا کہ روایت ۲۲ علامہ صدیق کی روایت سے ظاہر ہے۔

بیوی کے حقوق سے لاپرواہ، فیصلۂ شرعی کے بعد ٹھیک ہو جائے

اگر متعنت شخص اگر اپنی حرکت سے اس وقت باز آئے جبکہ حاکم (شرعی) اس کی بیوی پر طلاق واقع کر چکے اور عدت بھی گذر جائے تو اب اس شخص کا اپنی بیوی پر کسی قسم کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا کیونکہ عدت گذرنے کے بعد رجوع کا حق نہیں رہتا اگرچہ طلاق رجعی ہی ہو البتہ دونوں فریق کی رضامندی سے نکاح ہو سکتا ہے اور اگر عدت گذرنے سے پہلے پہلے اپنی حرکت سے وہ شوہر باز آجائے اور نفقہ دینے پر آمادہ ہو جائے تو اس سلسلہ میں حضرات مالکیہ کے مذہب میں واضح روایت نہیں۔ اس وجہ سے حضرات مفتیان کرام کے نزدیک دو احتمال ہیں۔

لہ فان قیل ان المتعنت اذا رجع عن التعنت بعد العدة فالمرأة لا ترجع الیه بحال کما هو مذکور فی هذا المقام والغائب المطلق علیه لو اقدم بعد العدة واثبت خلاف ما اوجب فالمرأة له وان ماتت بعد ما ارسل الیه الحاکم کتاباً فما الفرق بین المتعنت والغائب حیث لا حق بعد العدة للمتعنت بحال بخلاف الغائب. قلنا یجاب بان التعنت انما ثبت فی مجلس القاضی فیکون له حجة کما یفهم من المقصود شرعاً حیث قال الروایات لو غیب المدعی علیه بعد اقرار او انکار رجحت ولو بها بالضرب ثم ان استمر علی عدم الجواب حکم علیه بالحق لانه ثبتت التعنت بالحق اه (صفحہ ۳۴۲ جلد ۲) بخلاف عدم الغائب فافهم ۱۲ منہ۔

ایک یہ کہ اس تفریق کو طلاق رجعی قرار دیا جائے اور عدت کے اندر اندر رجعت کو صحیح قرار دیا جائے۔

تفریق شرعی، طلاق بائن کے حکم میں ہے دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس تفریق کو طلاق بائن قرار دیا جائے اور شوہر کو بیوی کو نکاح میں لوٹانے کا اختیار نہ دیا جائے لیکن حضرت علامہ صالح نے پہلے احتمال (یعنی طلاق بائن قرار دینے کو) زیادہ قریب (یعنی بہتر) قرار دیا ہے جیسا کہ روایت سئلا اور علامہ صالح کے فتویٰ کی تلخیص میں ہے اور ہمیں بھی علامہ صالح کی رائے اور اُن کے فتویٰ میں غور کرنے کے بعد درست معلوم ہوئی ہے۔ اسی وجہ سے ہمارے نزدیک فتویٰ یہی ہے کہ عدت کے اندر شوہر کے تعنّت (یعنی بیوی کے حقوق سے لاپرواہ ہونے سے) باز آجانے کی صورت میں عورت کو اُسی کے پاس رہنا پڑے گا۔ چاہے عورت راضی ہو یا نہ ہو کیونکہ رجعت[1] میں عورت کی رضامندی ضروری نہیں ہے لیکن اگر احتیاطاً دوبارہ نکاح پڑھا دیا جائے تو بہتر ہے۔

غائب غیر مفقود کی بیوی کا حکم (یہ حکم بھی فقہ مالکی سے ماخوذ ہے تاکہ بوقت ضرورت شدید مظلومہ (عورت) کو نجات حاصل ہو سکے)

سوال (۱): جو شخص غائب ہو جائے اور اس کا پتہ معلوم ہے لیکن وہ تو

---

[1] جب رجعت صحیح ہو گئی تو عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنا حرام ہے۔ اور اسی مرد کے پاس رہنا ضروری ہے اس لیے عورت کو بھی لازم ہے کہ تجدید نکاح کرے لیکن اگر عورت اپنی بدتوفیقی سے تجدید نکاح نہ کرے تو مرد کو جائز ہے کہ بدون تجدید ہی رکھ لے۔

وہ خود آتا ہے اور نہ بیوی کو اپنے پاس بلاتا ہے نہ اس کے خرچ وغیرہ کا کوئی انتظام کرتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے۔ اس وجہ سے عورت تنگ اور پریشان ہے تو کیا اس کی بیوی کے لیے کوئی راستہ ہے کہ اس غائب کے نکاح سے خود کو علیحدہ کرے؟ اور دوسری جگہ نکاح کرے۔

(۲) تفریق کی صورت میں اگر تفریق کے بعد دوسرے شوہر سے پہلے یا دوسرا نکاح کرنے کے بعد وہ شخص واپس آجائے اور نان و نفقہ کا انتظام کرنے پر آمادہ ہو تو کیا بیوی اس کو مل جائے گی، اور اگر واپس مل جاتی ہے تو کن شرائط اور کس تفصیل کے ساتھ واپس ملتی ہے؟

الجواب :

غائب غیر مفقود کی بیوی کیلئے ایک سہولت

حضرات ائمہ کے متفقہ فیصلے کے ساتھ

اس عورت کی رہائی کے لیے جو صورت صحیح ہے وہ تو یہ ہے کہ اس کے شوہر کو خلع پر رضامند کیا جائے اگر شوہر خلع پر بھی رضامند نہ ہو تو پھر اگر یہ عورت صبر کے ساتھ با عصمت زندگی گذار سکے تو بہتر ہے ورنہ جب نان و نفقہ اور گذر اوقات کے لیے کوئی صورت ممکن نہ ہو تو سخت مجبوری میں یہ بھی گنجائش ہے کہ مذہب مالکیہ کے موافق مندرجہ ذیل صورت اختیار کر کے رہائی حاصل کرے؟

غائب شخص کی بیوی کے دعویٰ کا طریقہ

وہ صورت یہ ہے کہ عورت قاضی کے یہاں مقدمہ پیش کرے گواہان سے اس غائب شخص کے ساتھ اپنا نکاح ہونا ثابت کرے پھر ثبات

لہ جس جگہ قاضی شرعی نہ ہو وہاں پر کسی جگہ مقدمہ پیش کیا جائے کے بحث گذر چکی۔

کرے کہ وہ مجھ کو نفقہ دے کر نہیں گیا اور نہ وہاں سے اس نے میرے لیے نفقہ بھیجا، نہ یہاں پر نفقہ کا کوئی انتظام کیا اور نہ میں نے نفقہ معاف کیا غرض نفقہ کا واجب ہونا بھی اس کے ذمہ ثابت کرے اور یہ بھی کہ وہ اس واجب کی ادائیگی میں کوتاہی کر رہا ہے ان تمام امور پر حلف بھی کرے اس کے بعد اگر کوئی عزیز قریب یا اجنبی عورت کے نفقہ[1] کی ذمہ داری لے تو بہتر ہے ورنہ قاضی اس شخص کے پاس معتبر طریق نوٹس بھیجے کہ یا تو تم حاضر ہو کر اپنی بیوی کے حقوق ادا کرو یا اس کو بلا لو (آباد کرو) یا وہیں پر نان ونفقہ کا کوئی انتظام کرو ورنہ اس کو طلاق دے دو اگر تم نے ان باتوں میں سے کوئی بات نہ کی پھر ہم خود تم دونوں میں تفریق واقع کر دیں گے اگر اس بات پر بھی شوہر کوئی صورت قبول نہ کرے تو قاضی ایک مہینہ[2] کے مزید انتظار کا حکم دے اس زمانہ میں بھی اگر اس کی شکایت ختم نہ ہوئی تو اس عورت کو اس غائب شخص کے نکاح سے علیحدہ کر دے جیسا کہ روایت نمبر ۲، نمبر ۱۳، نمبر ۲۲ و نمبر ۲۴[3] سے ثابت ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ تفریق کے لیے

---

[1] کسی شخص نے اگر نفقہ کی ذمہ داری لے لی لیکن پھر چھوڑ دیا تو عورت کو دوبارہ قاضی کے یہاں مقدمہ پیش کرنے کا حق حاصل ہے۔

[2] یعنی دو مہینہ مختار قول ہے جس کی بحث آگے مذکور ہے۔

[3] فتاویٰ عالمگیری کی روایت نمبر ۲۴ میں جس کا حوالہ آگے آ رہا ہے یہ بات تو واضح ہے کہ یہ مدت شہر قاضی کے سامنے دعویٰ کرنے کے بعد ہوگی لیکن اس روایت میں غائب کے پاس آدمی بھیجنے کی کوئی تصریح نہیں ہے اس وجہ سے یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ یہ مدت آدمی بھیجنے کے بعد سے ہوگی یا پہلے سے، ہم نے آدمی بھیجے جانے کے بعد ہی کو اختیار کیا ہے۔

وجہ کو جانب سے مطالبہ شرط ہے پس اگر اُس غائب شخص کا جواب آنے کے بعد عورت
مطالبہ چھوڑ دے تو پھر تفریق نہیں کی جائے گی۔

نوٹس بھیجنے کا طریقہ

تنبیہ ضروری

قاضی جو اُس غائب شخص کے پاس حکم (نوٹس) بھیجے تو
ڈاک وغیرہ کے ذریعہ بھیجنا کافی نہیں ہے بلکہ اُس کی صورت یہ ہے کہ حکم نامہ (یعنی
نوٹس) دو معتبر افراد کو سنا کر ان کے حوالہ کر دے کہ اُس کو غائب شخص کے پاس
لے جائیں یہ دونوں شخص غائب شخص کو تحریر پہنچا کر اس سے جواب طلب کریں
(یعنی جواب وصول لیں) تاکہ واپس ہو کر اُس پر گواہی دے سکیں اور اگر وہ شخص
کچھ جواب دے تو اُس کی گواہی دے دیں۔ خلاصہ یہ کہ قاضی جو فیصلہ کرے
ان دونوں کی گواہی پر فیصلہ کرے محض خط کو کافی نہ سمجھے اور یہ مسئلہ مسلک
حنفی اور مسلک مالکی سے واضح طور پر ثابت ہے جیسا کہ کتاب القاضی الی
القاضی سے واضح ہے اور ملا صدر دردیر نے فرمایا ہے کہ اُن دو گواہوں پر
ضروری ہے کہ گواہی دیں کہ یہ فلاں قاضی (یا شرعی کمیٹی) کی تحریر ہے اور
یہ کہ اُس قاضی نے ہمیں اس تحریر پر گواہ بنایا ہے جو کہ ہم ساتھ لے کر آئے ہیں۔

اگر غائب غیر ملک وغیرہ میں ہو

اگر غائب شوہر کسی دور دراز ملک میں یا کسی جگہ پر ہو کہ جہاں پر پوری جدوجہد
اور امکانی کوشش کے باوجود بھی کسی کو بھیجنے کا امکان نہ ہو سکے تو مذکورہ
بالا مجبوری کے وقت اس کی بھی گنجائش ہے کہ بغیر کسی کو بھیجے ہوئے حاکم
(شرعی) یا اُس کے نائب مقام وغیرہ کے عمر حاکم شرعی، واقعہ کی تحقیق کر کے حسب
ضابطہ مذکورہ بالا کے بعد تفریق کا حکم کر دے جیسا کہ حضرت علامہ ابن ہاشم کی جواہر
روایت میں ہے۔

فیصلے کے بعد اگر غائب آجائے

اگر غائب شخص طلاق کا فیصلہ ہو جانے کے بعد حاضر ہو جائے تو اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ عدت کے اندر اندر واپس آجائے اور باقاعدہ خرچہ زمان و نفقہ وغیرہ دینے پر آمادہ ہو اس صورت میں تو اس کو رجعت کا حق ہے اگر رجعت کرے گا تو رجعت صحیح ہو جائے گی اور اگر رجعت نہ کرے تو عدت کے بعد اس کے نکاح سے بالکل علیحدہ ہو جائے گی۔

اگر عورت کا دعویٰ غلط ثابت ہو جائے

یہ کہ عدت ختم ہو چکنے کے بعد واپس آیا ہو سو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اس نے عورت کے دعوے کے خلاف کوئی بات ثابت کر دی مثلاً یہ کہ میں نے اس کو پیشگی خرچ دے دیا تھا۔ یا یہ کہ وہاں سے بھیجا رہتا تھا یہ کہ عورت نے نفقہ معاف کر دیا تھا تب تو اس کو ہر حال میں بیوی مل جاوے گی یعنی خواہ وہ عورت عدت کے بعد نکاح ثانی بھی کر چکی ہو حتیٰ کہ اگر شوہر ثانی سے اولاد بھی ہو چکی ہو تب بھی شوہر اول ہی کا نکاح باقی سمجھا جائے گا اور شوہر ثانی کا نکاح اب باطل قرار دیا جاوے گا۔ اور اگر خاوند نے عورت کے دعوے کے خلاف کوئی بات ثابت نہ کی تو عورت اس کو نہ ملے گی کیونکہ عدت ختم ہونے کے بعد رجعت کا حق نہیں رہتا۔ وھذا کلہ مصرح فی الروایۃ الرابعۃ عشر والسادسۃ عشر۔

اور دوسری صورت کی پہلی شق میں جو شوہر اول کو عورت ملے گی اس کو تجدید نکاح کی ضرورت ہے نہ تجدید مہر کی۔ البتہ شوہر ثانی

عند المرأۃ اذا سقطت النفقۃ عن زوجھا یلزمھا الاستاطنھا مالکیۃ ولیس طلاق تزجیم کافی الروایات الاولیٰ

سے خلوت صحیحہ ہو چکی ہو تو عدت واجب ہے۔ یعنی عدت گذرنے سے پہلے شوہر اوّل کو جماع اور اُس کے دواعی کا ارتکاب جائز نہیں۔ کما فی الروایۃ التاسعۃ والعشرین الی الرابعۃ والثلاثین۔ اور شوہر ثانی کے ذمہ مہر واجب ہونے میں وہی تفصیل ہے جو مفقود کے بیان میں گذر چکی یعنی اگر اُس سے خلوت صحیحہ ہو چکی ہے تو پورا واجب ہے ورنہ بالکل ساقط ہو جائے گا۔ کما ہو حکم سائر الفسوخ وثیز احکام مفقود میں یہ بھی گذر چکا ہے کہ عدت شوہر اول کے مکان میں گذارے گی۔ فیتعلز ھٰہنا فقد اواللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب وبھا تمت الرسالۃ۔ والحمد للہ الهادی فی کل مقالۃ کتبہا الاحقر اشرف علی عفی عنہ بتنبیہ الحق والعلی بمشارکۃ الفاضلین العاملین المعظم الضریر والاصل المستفید المولوی محمد شفیع والمولوی عبد الکریم شکرہما اللہ تعالیٰ بالاجر العظیم۔ فی اوائل شہر ذی القعدۃ سنہ ۱۳۵۱ھ من ہجرۃ النبی الشفیع الکریم علیہ الف الف صلوٰۃ وتسلیم۔

تصدیقات حضرات علمائے امداد العلوم تھانہ بھون ودار العلوم دیوبند ومظاہر علوم سہارنپور دام اللہ فیوضہم جو رسالہ ہذا کی ترتیب تہذیب وتنقیح میں شریک رہے۔

مُہر
مدرسہ امداد العلوم
تھانہ بھون ضلع
مظفر نگر

از امداد العلوم تھانہ بھون

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ وبعد فقد طالعت

هذه الرسالة الفريدة مملوّة حيثيًا بانوار تلك اللآلي السنية فوجدتها فريدة في الباب ودرة يتيمة اخرجت من لجة الالباب ؎

منها الحياة لمحصل حق مبين — منها الممات لكل قول زور

منها البياض لكل قلب اسود — منها السواد لكل عين ضرير

ولله در شيخنا المقتدي بالغ في التحقيق والتنقيح وبذل جهده في التسهيل على الامة المظلومة والتيسير جعل الله هذا السعي مشكورا وهذا العمل مقبولا مبرورا - وصلى الله على سيدنا ومولانا محمد وعلى اله واصحابه اجمعين

كتبه

اذل العباد احقر العثماني ظفر احمد التهانوي تغمده الله بالغفران

مورخہ ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصدیقاتِ اکابرینِ ہند

بعد حمد و صلوٰۃ گزارش ہے کہ اس رسالۂ فیض مقالہ کا نہایت ضروری ہونا بھی ظاہر ہے نیز اس کا جامع مانع اور بے حد مفید ہونا بھی محتاج بیان نہیں۔ اس کو سرسری نظر سے دیکھنے والا بھی بے ساختہ کہہ اٹھتا ہے ؎

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجاست

درحقیقت اُمتِ مرحومہ کی اس اہم مشکل کا حل حضرت اقدس ہی جیسے جامع کمالات کا محتاج تھا۔ آپ نے جس انتہائی غور و خوض کو ایک عرصۂ دراز تک اس تحقیق و تصنیف میں مبذول فرمایا ہے اس کا کچھ اندازہ وہی حضرات کر سکتے ہیں جن کو زمانۂ تالیف میں حاضری کی دولت نصیب ہوئی ہو۔ حضرت والا نے بارہا ارشاد

فرمایا ہے کہ مجھے اتنی مشقت عمر بھر کسی کام میں نہیں ہوئی۔ حق تعالیٰ حضرت والا دامت برکاتہم کے سایۂ رحمت کو ہمارے سروں پر تا دیر قائم و دائم رکھے۔ آمین ثم آمین۔

اب اہلِ ضرورت سے صرف اس قدر گذارش ہے کہ رسالہ ہٰذا میں جو قیود و شرائط درج ہیں وہ نہایت درجہ ضروری ہیں عمل کے وقت اُن کو خوب پیشِ نظر رکھیں اور پوری طرح اُن کی پابندی کریں محض ضرورت کا بہانہ لے کر اتباعِ ہوا میں مبتلا نہ ہوں۔ نیز اربابِ فتویٰ کی خدمت میں بصد رحمت یہ التماس ہے کہ فتویٰ کے وقت تمام شرائط کو بخوبی ملحوظ رکھنا ضروری تصور فرما دیں۔

وهو الموفق للخير والعاصم عن كل ضير

الملتمس ادنیٰ ترین خدام کہترین غلام احقر عبد الکریم عفی عنہ از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون۔ مورخہ ۲۶ رمضان ۱۳۵۲ھ

سراج احمد غفرلہ مدرس خانقاہ امدادیہ ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۵۲ھ

از دار العلوم دیوبند

ہم سب نے رسالہ "الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ" کو بغور و تدبر سنا۔ یقیناً ہمارے دیارِ ہندیہ میں موجودہ حالات کے ماتحت بجز اس کے کوئی چارہ نہیں معلوم ہوتا کہ علماء مذہب حنفی رسالہ ہٰذا کے مسائل مندرجہ کو معمول بہا قرار دیں اور اسی پر فتویٰ دیں۔ سابق میں بھی علمائے حنفیہ نے مسئلہ مفقود وغیرہ میں

ضروریات وقت کی بنا پر یہی طرز اختیار کیا ہے۔

حضرت مؤلف دامت برکاتہم اور ان کے معاونین کی مذکورہ بالا مسائل میں مساعی بلیغہ اور انتہائی جد و جہد بے شک و بلا شبہ قابل ہزار ہا ہزار تشکر و تحسین ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ہر دو جہان میں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

العبد	العبد	العبد	العبد	العبد
ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ	عبد السمیع غفرلہ	محمد رسول خان عفا اللہ عنہ	بندہ محمد ابراہیم عفی عنہ	احقر العباد محمد طیب
(صدر مدرس)	(مدرس)	(مدرس)	(مدرس)	(مہتمم)

العبد	العبد	العبد	العبد
بندہ سید محمد مبارک علی غفرلہ	ریاض الدین عفی عنہ	بندہ اصغر حسین عفا اللہ عنہ	مسعود احمد عفا اللہ عنہ نائب
(نائب مہتمم)	(مدرس)	(مدرس حدیث)	مفتی دار العلوم دیوبند

العبد	العبد
بندہ محمد شفیع غفرلہ خادم دار الافتاء	محمد اعزاز علی امروہی (شیخ الفقہ والادب)
دار العلوم دیوبند	۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۶ھ

مُہر
مدرسہ مظاہر علوم
سہارنپور

از مظاہر علوم سہارنپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط حامداً و مصلیاً و مسلماً

امابعد۔ ہم نے باستعانت نظر و غور حرفاً حرفاً تمام اس فتویٰ "الحیلۃ الناجزہ

کو تقریباً سوا ماہ تک مسلسل مرۃ بعد مرۃ دیکھا اور سنا ہم یقین کرتے ہیں کہ اس زمانہ میں
حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ مولانا تھانوی دامت برکاتہم جیسے فقیہ کو جو علوم ظاہرہ
و باطنی علوم کی جامعیت تامہ کے احوال زمانہ و مشکلات حاضرہ سے بخوبی واقف
ہیں یقیناً یہ حق حاصل ہے کہ فتوے کے لیے کسی دوسرے امام کے مذہب کو
اختیار فرمائیں۔ کیونکہ بوقت ضرورت شدیدہ دوسرے اماموں کے مذہب
کو اختیار کرنا بھی فقہ حنفی کا ایک حکم ہے بنا بریں علیہ گذارش ہے کہ گو حضرت
اقدس کا فتویٰ ہم جیسوں کی تائید و تصحیح کا اصلاً محتاج نہیں۔ لیکن تحصیلاً للخیر
والثواب ان مسائل کی تائید و تصحیح سے افتخار حاصل کرتے ہیں حضرت اقدس
دام ظلہم العالی نے اس فتوے میں جس تحقیق و تدقیق و احتیاط سے کام لیا ہے
وہ منت کش بیان نہیں۔ ہم صمیم قلب سے جناب باری عز اسمہ میں دست بدعا
ہیں کہ وہ حضرت اقدس کو بایں فیوض و برکات تا دیر مسترشدین کے رؤس
پر سلامت رکھے۔ آمین

ہم یقین کرتے ہیں کہ حضرت اقدس کی یہ ساعی جمیلہ تا قیامت امت مرحومہ
میں مشکور رہیں گی۔

فجزاہم اللہ احسن الجزاء عنا و عن سائر المسلمین

عبد اللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم ۸ محرم ۵۱ھ	بندہ عبد الرحمن عفی عنہ صدر مدرس اول مدرسہ مظاہر علوم ۸ محرم ۵۱ھ	محمد زکریا کاندھلوی عفی عنہ مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور	محمد اسعد اللہ عفا عنہ مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

فسخِ نکاح کے شرعی قوانین

یعنی

المختارات فی مہمات التفریق والخیارات

چوتھی اشاعت: شوال ۱۳۶۳ھ از تھانہ بھون

تتمہ الرسالۃ الملقبہ

بالمختارات

فی مہمات التفریق والخیارات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد و صلوٰۃ کے بعد عرض ہے کہ جن مسائل میں فسخ نکاح یا تفریق قاضی کی ضرورت پیش آتی ہے اور قاضی نہ ہونے کی وجہ سے دقت کا سامنا ہوتا ہے اُن کے حل کے لیے رسالہ "الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ" نہایت تحقیق و تدقیق کے ساتھ بہت سے علماءِ محققین کے مشورہ کے بعد لکھا گیا ہے اور اس میں بالاتفاق یہ قرار پا چکا کہ ہندوستان میں جس جگہ قاضی شرعی موجود نہ ہو اور کسی مسلمان حاکم کی عدالت سے بھی فیصلہ شرعی حاصل کرنا اختیار میں نہ ہو وہاں امام مالکؒ کے مذہب کے موافق جماعت مسلمین کو یعنی شرعی کمیٹی کو قائم مقام قاضی سمجھا جائے گا۔ اس رسالہ کی تکمیل کے بعد ضرورت محسوس کی گئی کہ مسائل مندرجہ رسالہ کے علاوہ تین صورتیں اور بھی ہیں جن میں فسخ نکاح کی ضرورت پڑتی ہے اور قاضی نہ ہونے کی وجہ سے مشکلات پیش آتی ہیں اُن کو بھی اس رسالہ میں شامل کر دیا جائے تاکہ ضرورت کے سب مسائل یکجا جمع ہو جاویں لیکن ان مسائل ثلٰثہ کو سب علماء مذکورین کے سامنے پیش کرنے کی نوبت نہیں آئی جس کی وجہ یہ ہے کہ سب حضرات کے سامنے پیش کرنے میں علاوہ اس کے کہ بہت تاخیر ہو جاتی ان مسائل میں زیادہ ضرورت بھی محسوس نہیں کی گئی کیونکہ ان میں زیادہ تر مشورہ طلب جزو جماعت مسلمین کا فیصلہ تھا جو مذہب مالکیہ سے لیا گیا ہے اور وہ اصل رسالہ میں

بمشورہ علماءِ کرام طے ہو چکا ہے۔ اس لیے بغرض امتیاز ان مسائل ثلثہ کو مستقل نام سے موسوم کر کے بطور تتمہ ملحق کیا جاتا ہے اور جماعت مسلمین کے علاوہ اس تتمہ کے مسائل جزئیہ اپنے مذہب کی کتب فقہ سے لیے گئے ہیں جن میں اکثر بلکہ تقریباً کل مسائل مصرح ہیں جیسا کہ عبارات مندرجہ سے معلوم ہوگا صرف دو چار جگہ تصریح نہ ملنے کی باعث قواعد سے استنباط کی نوبت آئی ہے ان میں علمائے دیوبند سہارنپور سے مراجعت کی گئی۔ جہاں بالاتفاق کچھ طے ہو گیا وہاں جزم کے ساتھ مسئلہ لکھ کر قاعدہ فقیہہ کی طرف اشارہ کر دیا ورنہ تردد یا اختلاف لکھ دیا۔ وہ دو تین مسائل یہ ہیں۔

حرمت مصاہرت۔ خیار بلوغ۔ خیار کفاءت

اب ان کی بقدر ضرورت تفصیل لکھی جاتی ہے۔ پورے احکام بوقت ضرورت علماءِ کرام کتب فقہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ اور عوام علمائے کرام سے دریافت کریں۔

حرمتِ مصاہرۃ

اگر کوئی شخص کسی عورت سے زنا کرے یا شہوت کے ساتھ اُس کو صرف ہاتھ لگائے یا شہوت سے بوسہ لے یا شرمگاہ کے اندرونی حصہ کو شہوت سے دیکھ لے تو ان سب صورتوں میں حرمتِ مصاہرۃ قائم ہوجاتی ہے یعنی اس مرد پر اُس عورت کی بیٹی اور ماں وغیرہ سب اصول و فروع نسبی و رضاعی حرام ہوجاتے ہیں اور اس عورت پر اس مرد کا بیٹا اور باپ سب اصول و فروع نسبی و رضاعی حرام ہوجاتے ہیں۔ اسی طرح عورت کسی مرد کو شہوت سے ہاتھ لگا دے یا شہوت سے اُس کا بوسہ لے لے یا عضوِ مخصوص پر نظرِ شہوت ڈال لے تب بھی مصاہرت کا علاقہ قائم ہو کر مرد پر عورت کے تمام اصول و فروع نسبی و رضاعی اور عورت پر مرد کے تمام اصول و فروع نسبی و رضاعی ہمیشہ کے لیے حرام ہوجاتے ہیں اور حرمتِ مصاہرت کے لیے ان افعال کا قصداً کرنا شرط[1] نہیں۔ بلکہ اگر کسی سے بے خبری میں بھی کوئی

---

[1] عورت کی شہوت کا حکم: لمس و تقبیل (یعنی چھونے اور بوسہ لینے) کے وقت اگر مرد کو شہوت نہ تھی مگر عورت کو ہوگئی تب بھی یہی حکم ہے۔ اسی طرح اگر عورت نے ہاتھ لگایا ہے یا تقبیل کی ہے تب بھی دونوں میں سے ایک کو شہوت ہونا کافی ہے۔ نیز نظر کے موجب حرمت ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ جو دیکھے اُس کو شہوت ہو صرف دوسری طرف سے شہوت ہونا موجب حرمت نہیں۔ نیز لمس و تقبیل میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ ایسا کپڑا حائل نہ ہو جو بدن کی گرمی محسوس ہونے کو روک دے پس اگر کسی نے باوجود ایسا کپڑا حائل ہونے کے کپڑے کے اوپر سے پکڑا یا بوسہ لیا ہے تو وہ حرمت مصاہرت کا موجب نہیں نیز ایک شرط یہ بھی ہے کہ ان افعال کی وجہ سے انزال نہ ہوگیا ہو پس اگر لمس و تقبیل و نظر ہی سے انزال ہوجائے تو حرمتِ مصاہرت ثابت نہ ہوگی

فعل سرزد ہو جائے۔ مثلاً بیوی سمجھ کر خوشدامن کو شہوت کی حالت میں ہاتھ لگا دیا تب بھی بیوی حرام ہو جاتی ہے۔ اس لیے خاوند کو بیوی کے اصول و فروع مؤنثہ سے اور عورت کو مرد کے اصول و فروع مذکورہ سے سخت احتیاط لازم ہے کہ ان کو بشہوت ہاتھ لگانے وغیرہ میں علاوہ معصیت شدیدہ کے یہ بڑی خرابی ہے کہ میاں بیوی میں حرمت مصاہرت کا طاری ہو جاتا ہے یعنی اگر خاوند سے اپنی بیوی کے اصول یا فروع مؤنثہ میں سے کسی کے ساتھ کوئی ایسا فعل سرزد ہو جائے یا بیوی کے اصول و فروع مؤنثہ میں سے کسی نے مرد کے ساتھ ایسے افعال میں سے کسی فعل کا ارتکاب کیا ہو جو حرمت مصاہرت کا موجب ہے مثلاً شہوت کے ساتھ خوشدامن کو کچھ دے گی۔ یا ہاتھ لگا دیا یا بیوی اپنے شوہر کے اصول و فروع مذکر جیسے خسر کے ساتھ حرمت مصاہرت لازم کرنے والا کام کر بیٹھے یا خسر وغیرہ نے اس قسم کے فعل کا ارتکاب کیا ہو تو ان تمام صورتوں میں بیوی اپنے شوہر پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی ہے چاہے یہ حرکت کسی نے قصداً کی ہو یا بھول سے کی ہو ہر ایک حالت میں یہی حکم ہے جیسا کہ ابھی بیان ہوا۔

حرمت مصاہرت واقع ہونے کے بعد بھی طلاق ضروری ہے

اگر حرمت مصاہرت کی کوئی صورت پیش آ گئی ہو تو عورت کے لیے ضروری ہے کہ ہرگز ہرگز شوہر کے پاس نہ رہے اور نہ شوہر کو قریب آنے دے اور شوہر کے

لیے یعنی نہ ایسی حرکات شنیعہ کا قصداً ارتکاب کرے نہ ایسا کوئی کام کرے جس میں کوئی اتفاق ہو مثلاً جس کمرہ میں بیوی کا لیٹی ہے اگر وہاں دوسری مستورات بھی ہوں تو جب تک اس کو جگا کر اور بات چیت کر کے پورا یقین نہ ہو جائے کہ بیوی ہے اس وقت تک ہاتھ ہرگز نہ لگائے پلنگ میں سونے وغیرہ کو ہرگز کافی نہ سمجھے کہ اس میں بعض مرتبہ غلطی ہو جاتی ہے

ذمہ بھی لازم ہے کہ ایسی عورت کو فوراً علیحدہ کر دے اور زبان سے بھی علیحدگی ظاہر کر دے مثلاً اس طریقہ سے کہے کہ میں نے تجھ کو چھوڑ دیا یا اس طریقہ سے کہے کہ میں نے تجھ کو طلاق دے دی، اور اس کہنے کے بعد عدت گذرنے پر بیوی کو دوسری جگہ نکاح کرنا جائز ہوگا، لیکن اگر شوہر بے دینی اختیار کرے اور بیوی کو علیحدہ نہ کرے تو جس طریقہ سے بھی ممکن ہو عورت کو اس شخص کے پاس سے چلے جانا بہت ضروری ہے کیونکہ اس کے ساتھ شوہر و بیوی کا تعلق رکھنا حرام ہو چکا لیکن جب تک شوہر زبان سے نہ کہے کہ میں نے اس عورت کو علیحدہ کر دیا یا قاضی تفریق شرعی واقع نہ کر دے تو اس وقت تک اس عورت کا دوسرے شخص سے نکاح درست نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ درمختار میں ہے[1]

ثبوت حرمت مصاہرت کیلئے شامی کی عبارت

اس سلسلہ میں فتاوی شامی کتاب النکاح جلد دوم کی

---

[1] واما ما ذكره في منية ... رد المحتار ومثله في البحر من ان المشاركة انما تكون من الزوج كذا في تكون من الزوجة فهو مختص بما اذا كانت الحرمة اصلية لا طارية كما اذا نكحت امرأة من ثبتت حرمة المصاهرة والرضاع قبل النكاح فيجب على كل من الزوجين فسخه وحل ولكل منهما استقلال في هذه المتاركة ولا كذلك في الحرمة الطارية بعد النكاح فان المتاركة فيها تختص بالزوج او بتفريق القاضي وهو صورة الجمع بين القولين وبه يرتفع الخلاف بين كلام البحر والنهر المذكور في الشامية " ر وانظروا الى الاخيرين يوجب حرمة المصاهرة كان لا يختص او تكون تفريق بينهما. وما هناك الفقه لا يعلم الا بقول الزوج فلا ثمرة هنا للخلاف في حق امرأة غير اعلم وان ظهر الاختلاف ثمرة في صورتي ... من اشترط المتاركة بالقول خصوصا في الفساد.

مندرجہ ذیل عبارت ملاحظہ ہو۔

وحرم ایضاً بالصهرية اصل مزنيته اراد بالزنا الوطء الحرام واصل ممسوسته بشهوة ولو لشعر على الرأس بحائل لا يمنع الحرارة واصل ماسته وناظرة الى ذكره والمنظور الى فرجها المدور الداخل ولو نظره من زجاج او ماء هي فيه وفروعهن مطلقاً وقال الشامی تحت قوله وحرم ایضاً قال في البحر اراد بحرمة المصاهرة الحرمات الاربع حرمة المرأة على اصول الزانی وفروعه نسباً ورضاعاً وحرمة اصولها وفروعها على الزانی نسباً ورضاعاً كما في الوطء الحلال الخ ص۳۲ ج۲

وقال تحت قوله مطلقاً يرجع الى الاصول والفروع اى وان علون وان سفلن الخ ص۲۵۹ وفي الدر ایضاً ...... وتكفي الشهوة من احدهما وقال الشامی هذا يظهر في المس اما في النظر فتعتبر الشهوة من الناظر وفيه ایضاً وبحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح حتى لا يحل لها التزوج بآخر الا بعد المتاركة وانقضاء العدة وفي رد المحتار تحت قوله الا بعد المتاركة اى وان مضى عليها سنون كما في البزازية وعبارة الحاوي الا بعد تفريق القاضي او المتاركة الخ

وقد علمت ان النكاح لا يرتفع بل يفسد وقد صرحوا في النكاح الفاسد بان المتاركة لا تتحقق الا بالقول ان كانت مدخولاً بها كتركتك او خليت سبيلك واما غير المدخول بها فقيل تكون بالقول وبالترك على قصد عدم العود اليها وقيل لا تكون الا بالقول فيهما الخ شامی ص۲۶۲ ج۲۔

قاضی شرع نہ ہونے کی صورت کا حکم

اگر کوئی عورت دوسری جگہ نکاح کرنا چاہے تو قاضی کے پاس دعویٰ کرے

شوہر کے ساتھ رہے اور اگر قاضی نے عورت کو اس کے نکاح میں ہی رہنے کا حکم دے دیا تو اس صورت کا حکم آگے مذکور ہے۔ اور اگر وہ حلف سے انکار کر دے تو تفریق کر دی جائے۔

حلف و تصدیق اور شہادت کے متعلق ضروری توضیح

اگر شوہر کے فعل پر دعویٰ ہو مثلاً یہ کہ اس نے بیوی کے اصول اور فروع میں سے فلاں عورت کو شہوت کے ساتھ پکڑا ہے تب تو شوہر سے حلف اس بات پر لیا جائے کہ اس نے یہ فعل ہرگز نہیں کیا یا شہوت کے ساتھ نہیں کیا اور اگر دوسرے شخص کے فعل پر دعویٰ تھا مثلاً عورت اس طریقہ سے کہے کہ مجھ کو خسر نے شہوت کے ساتھ پکڑا ہے تو شوہر سے اس طریقہ سے حلف لیا جائے گا کہ خدا کی قسم میرا زیادہ تر خیال یہ ہے کہ عورت اس دعویٰ میں سچی نہیں اور اس واقعہ کا ہونا یا شہوت کے ساتھ ہونا میرے دل کو نہیں لگتا۔

حرمتِ مصاہرت سے متعلق ایک ضروری مسئلہ

اور گواہی میں یہ تفصیل ہے کہ ہونٹ اور گال پر بوسہ دینے اور شرمگاہ یا عضو مخصوص چھونے اور پستان چھونے کے دعویٰ میں تو صرف ان افعال کی گواہی دینے سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی شہوت کا انکار

۱؎ اور اس صورت میں اسی شوہر کے ساتھ رہنا اور اپنے نفس پر قدرت دینا جائز ہے یا نہیں اس کا حکم عنقریب مسئلہ دوم میں آتا ہے

۲؎ ثبوت حرمت کے لیے پکڑنا اور ہاتھ لگانا بھی معتبر ہوگا جس کی تفصیل صفحہ ۸۰ کے حاشیہ ۲ میں گذر چکی ہے مطلق پکڑنا یا ہاتھ لگانا معتبر نہیں ۱۲ منہ سے شامی وغیرہ کی عبارت سے مستفاد ہوتا ہے کہ جلد کھلا ہو اور گرمی کا بھی پہچان کر لینا کافی ہے۔ جائے ... اور دونوں یہ الفاظ اس کا ترجمہ ہے اگر کسی جگہ کا عرف اس کے خلاف ہو تو اہل عرف سے تحقیق کر کے وہاں کے مناسب الفاظ تجویز کر لیے جائیں

ناقابلِ تسلیم ہوگا اور تفریق کا حکم کرنا لازم ہوگا اور پیشانی یا سر وغیرہ پر بوسہ دینے
اور باقی بدن چھونے میں اگر یہ گواہی ہو کہ یہ افعال شہوت کے ساتھ ہوئے تھے
اور اس کا علم قرائن سے گواہوں کو ہو سکتا ہے تو اس گواہی سے حرمت مصاہرت
ثابت ہو جائے گی ورنہ صرف افعال پر گواہی دینا کالعدم ہے اس کی بناء پر تفریق
کا حکم نہیں کیا جائے گا بلکہ شوہر سے حلف لیا جائے گا کہ یہ افعال شہوت سے
نہیں تھے اگر حلف کرے تو بہتر ہے[1] ورنہ تفریق کا حکم کر دیں گے۔ وذلک

کله لما فی الصدر ولو ادعت الشهوة) فی تقبیله او تقبیلها ابنه (وانکرها الرجل
فهو مصدق) لاهی (الا ان یقوم الیها منتشرا) آلته (فیعانقها) لقرینة کذبه
او یأخذ ثدیها (او یرکب معها) او یمسها علی الفرج او یقبلها علی الفم قاله
الحدادی وفی الفتح یتراءی الحاق الخدین بالفم اهـ (وتقبل الشهادة
علی الاقرار باللمس والتقبیل) والنظر الی ذکره او فرجها (عن شهوة) فی المختار
تجنیس لان الشهوة مما یوقف علیها فی الجملة بانتشار او آثار۔ وفی رد المحتار قوله
(وان ادعت) ای ادعت الزوجة انه قبل احد اصولها او فروعها بشهوة او ان
احد اصولها او فروعها قبلها بشهوة فهو مصدر مضاف الی فاعله او مفعوله
وکذا قوله تقبیله ابنه اهـ (فهو مصدق) لانه ینکر ثبوت الحرمة والقول للمنکر
(فصل محرمات من النکاح الشامیة ج۲ ص۴۳)

واما توجیه الیمین علی الزوج فنظرا للقاعدة المعروفة من ان قول المنکر
انما یعتبر مع الیمین۔ ونص علیه الفقهاء فی باب الرضاع وحرمة المصاهرة نظیر

---

[1] یعنی اس صورت میں قاضی تفریق نہ کرے گا۔ رہ دیانت کی بات جس کا عورت کو بھی جاننا ہو جب کہ
دونوں کی نفس حج ہو جیسا کہ مسئلہ دوم میں آتا ہے

متعدد وجوہات کی بناء پر تردد ہے بوقت ضرورت کتب مذہب اور علماء سے تحقیق کر لی جاوے۔

البتہ اگر یہ مرد ہو تو اُس نے جو شہادت دی ہے وہ خود اُس کے حق میں اقرار ہے اگر آئندہ کسی ایسی عورت سے نکاح کرے جو اُس عورت کے اصول و فروع میں سے ہو یا پہلے سے کوئی ایسی عورت اُس کے نکاح میں ہو تو ماخوذ بالاقرار ہوگا۔ کما لا یخفی واللہ اعلم بالصواب۔

اگر مدعا علیہ کو غالب گمان ہو کہ ایسا واقعہ ضرور ہوا ہے جس سے حرمتِ مصاہرت متحقق ہو گئی تو اس کو انکار کرنا حرام ہے۔ اگر اُس نے جھوٹا حلف کر لیا اور اُس پر قاضی نے فیصلہ کر دیا تو اُس کی تفصیل عنقریب مسئلہ دوم میں آتی ہے۔

اگر عورت کا دعویٰ صحیح تھا مگر شہادت بعتوپیش نہ ہو سکی اور مدعا علیہ نے حلف کر لیا اس واسطے قاضی نے مقدمہ خارج کر دیا یعنی تفریق کی اور نہ زوجیت میں رہنے کا حکم کر دیا تو اس عورت کے لیے جائز نہیں کہ اپنے اختیار سے شوہر کو اپنے نفس پر قدرت دے بلکہ خلع وغیرہ کے ذریعہ اپنے آپ کو اُس سے علیحدہ کرنے کی کوشش کرے اور اگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہو تو جب تک اپنا بس چلے اس شوہر کو پاس نہ آنے دے۔ کما صرح بہ فی الہندیۃ والمختار وغیرہ فیمن سمعت من زوجہا الطلاق الثلث ولا بینۃ لہا۔ اور اگر قاضی نے عورت کا دعویٰ رد کرنے کے ساتھ یہ حکم بھی کر دیا کہ بدستور اس شوہر کی زوجیت میں رہے تو اس صورت میں عورت کو تمکین جائز ہے یا نہیں اس کے متعلق نہ تو کوئی جزئیہ ملا اور نہ قواعد سے کچھ احقر کی فہم ناقص میں آیا اور خود غور و تلاش کے بعد جب مولانا محمد شفیع صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند سے مکاتبت پر بھی مسئلہ حل نہ ہوا تو حضرت حکیم الامت دامت برکاتہم سے مراجعت کی حضرت نے ارشاد فرمایا کہ قواعد سے صاف واضح ہے کہ اس صورت

میں بھی عورت کو تمکین جائز نہیں کیونکہ یہ حکم نہ عقد کے متعلق ہے نہ فسخ کے جن میں امام
صاحب کے نزدیک قضاءِ قاضی باطناً بھی نافذ ہو جاتی ہے بلکہ یہ حکم ایسا ہے جیسا کہ
املاکِ مرسلہ کا حکم شہادتِ زور کی بناء پر اور اس حکم سے کسی کے نزدیک بھی باطناً ملک
ثابت نہیں ہوتی۔ نیز یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ مجھ کو اس میں شرحِ صدر ہے کوئی تردد
نہیں اور مفتی صاحب موصوف نے بھی اس میں موافقت فرمائی مگر احقر کو ہنوز شرحِ صدر
نہیں ہوا لعل اللہ یحدث بعد ذلک امراً ہاں یہ ظاہر ہے کہ جب تک کسی
جزئیہ سے یا قواعد سے شرحِ صدر کے ساتھ جوازِ تمکین ثابت نہ ہو اس وقت تک
حضرت والا کے ارشاد پر عمل واجب ہے۔ واللہ اعلم۔

خیارِ بلوغ

نابالغ لڑکے اور لڑکی کا سب سے مقدم ولی باپ[1] ہے۔ اگر باپ نابالغ کا
نکاح کر دے تو وہ نکاح لازم ہو جاتا ہے یعنی بلوغ کے بعد بھی لڑکے لڑکی کو اس کے
فسخ کرانے کا اختیار نہیں رہتا خواہ کفو میں نکاح کیا ہو یا غیر کفو[2] میں۔ اور مہرِ مثل مقرر
ہوا ہو یا مہر میں غبنِ فاحش کیا ہو۔ غبنِ فاحش لڑکی کے بارہ میں تو یہ ہے کہ اس کے
مہرِ مثل سے اتنی کمی کر دی ہو جتنی کمی عموماً گوارا نہیں ہو سکتی اور لڑکے کے بارہ میں یہ ہے کہ
اس کا نکاح جس لڑکی سے ہوا ہے اس لڑکی کے مہرِ مثل سے اتنا زیادہ مقرر کیا کہ

---

[1] اگر کوئی با اولاد عورت یا مرد مجنون ہو جاوے تو اس کا سب سے مقدم ولی بیٹا ہے اور بیٹے کا
کیا ہوا نکاح سب احکام میں اسی نکاح کے برابر ہے جو باپ نے کیا ہوگا

[2] یہ حکم جب ہے جبکہ نکاح کرنے کے وقت باپ کو غیر کفو ہونے کا علم ہو اور اگر اس نے زوج یا
ولی زوج وغیرہ کے بیان کی بناء پر کفو سمجھ کر کیا تھا اور بعد میں ثابت ہوا کہ کفو نہیں تو اس
کا حکم خیارِ کفاءت میں معلوم ہوگا

کہ اس زیادتی کو عموماً ناگوار سمجھا جاتا ہے مگر غیر کفو کے ساتھ اور غبن فاحش پر نکاح کے صحیح ہونے کے لیے دو شرطیں ہیں۔

اوّل یہ کہ وہ شخص نکاح کرنے کے وقت ہوش حواس سالم رکھتا ہو پس اگر نشہ کی حالت میں ایسا کیا تو نکاح بالکل ہی باطل ہے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ معروف بسوء الاختیار نہ ہو یعنی اس کے قبل کوئی واقعہ ایسا نہ ہوا ہو جس کی بناء پر عموماً خیال ہو جاوے کہ یہ شخص معاملات میں لالچ وغیرہ کی وجہ سے مصلحت اور انجام بینی کو مدنظر نہیں رکھتا پس اگر کوئی شخص لالچ یا ناعاقبت اندیشی کے سبب بدتدبیری میں مشہور و معروف ہو وہ اگر نابالغ بیٹے یا بیٹی کا نکاح غیر کفو سے کر دے یا مہر میں غبن فاحش کرے تو وہ نکاح بھی بالکل باطل ہے۔

اور جو شخص فاسق (یعنی بے باک اور بے غیرت) ہو وہ الاختیار کے حکم میں ہے کما فی اوائل باب الولی من الدر المختار مع الشامی (ص ۴۳۳ ج ۲) اس کو خوب یاد رکھیں اکثر لوگ اس سے ناواقف ہیں۔ اور ان دونوں شرطوں کا

لہ اگر باپ دادا خود نکاح پڑھاویں تب بھی یہی حکم ہے اور اگر مقدار مہر متعین کر کے کسی معین شخص سے نکاح پڑھانے کے لیے کسی کو وکیل بنا دیا ہے تب بھی یہی حکم ہے لیکن اگر کسی شخص کو مہر کی مقدار اور شوہر کی تعیین کئے بدون ہی وکیل بنا دیا کہ میری لڑکی کا کسی جگہ نکاح کر دو تو اس وکیل کو غیر کفو سے اور غبن فاحش پر نکاح کرنے کا اختیار نہیں اگر کر دیا تو باطل ہے کما یأتی من الدر فی العبارات الآتیۃ من قولہ ولو کان المزوج غیرہما الخ ومن قولہ لو عین لوکیلہ القدر الذی ہو غبن فاحش الخ فکأنہ اذا صرح للوکیل ان یزوجہا بغیر کفو او قال زوجہا بغبن فاحش

حاصل یہ ہے کہ جب اُس نے نکاح کیا ہے اُس وقت اُس کی ظاہری حالت سے کم از کم خیر خواہی کی توقع ہو سکتی ہو۔

حقِ ولایت

اور جب باپ نہ ہو تو دادا ولی ہوتا ہے اور دادا جو نکاح کر دے اُس میں وہی تفصیل ہے جو باپ کے متعلق گذر چکی یعنی مذکورہ دو شرطیں اگر پائی جاویں تب تو نکاح لازم ہو جاتا ہے ورنہ بالکل باطل ہے اور دادا کے بعد بھائی چچا وغیرہ کو ترتیب[1] حقِ ولایت پہنچتا ہے مگر وہ باپ دادا کے برابر نہیں بلکہ اُن کا جُدا حکم ہے یعنی اگر باپ دادا کے سوا کوئی دوسرا ولی نابالغ لڑکے یا لڑکی کا غیر کفو میں نکاح کر دے یا مہر غبن فاحش کے ساتھ مقرر کر دے تب تو نکاح بالکل ہی نہیں ہوتا خواہ اُس نے نہایت ہی خیر خواہی سے ایسا کیا ہو۔

کفو میں مہرِ مثل پر کیا ہوا نکاح

اور اگر کفو کے ساتھ مہرِ مثل پر کیا ہو تو اُس وقت نکاح صحیح تو ہو جاتا ہے لیکن لازم نہیں ہوتا یعنی لڑکے لڑکی کو بالغ ہونے پر اختیار ہوتا ہے کہ اس نکاح کو باقی رکھیں یا فسخ کرا لیں جس کی شرطیں آگے آتی ہیں اور اس اختیار کو خیارِ بلوغ کہا جاتا ہے۔

اور خیارِ بلوغ میں نکاح فسخ ہونے کے لیے قضائے قاضی ہر حال[2] میں ضروری ہے بدون قضائے قاضی کسی حال میں نکاح فسخ نہیں ہو سکتا۔

اور جہاں قاضی نہ ہو وہاں مسلمان حاکم یا پنچایت علی الترتیب فسخ کر سکتی ہے کما ہو مصرح فی اصل الرسالۃ۔

---

[1] شریعت نے خاص ترتیب کے ساتھ یکے بعد دیگرے ولایت کا حق بہت لوگوں کو دیا ہے جس کی تفصیل کتب فقہ سے معلوم ہو سکتی ہے ۱۲ منہ

[2] یعنی چاہے لڑکا بالغ ہو کر فسخ کا خواہاں ہو یا لڑکی

تنبیہ

بالغہ کے فسخِ نکاح کی شرائط بالغ ہونے پر فسخِ نکاح کا جو اختیار حاصل ہوتا ہے اُس میں اس امر کا خیال رکھنا بھی نہایت ضروری ہے کہ وہ کب تک باقی رہتا ہے اور کس کس وجہ سے نکاح لازم ہو کر فسخ کا اختیار باطل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اُس کی تفصیل بیان کی جاتی ہے تاکہ عمل کے وقت اس کا خاص طور پر دھیان رکھا جائے۔

اگر بالغہ نکاح فسخ کرنا چاہے؟ تفصیل یہ ہے کہ جو لڑکی بالغ ہونے پر نکاح تڑوانا چاہتی ہے۔ اگر وہ[1] باکرہ ہو تو اس کو اختیارِ فسخ حاصل ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ جس وقت[2] آثارِ بلوغ ظاہر ہوں

لہ باکرہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اس شادی سے ہمبستری کی نوبت آئی ہو داس سے [illegible] ہے

لہ یہ جب ہے کہ پندرہ سال سے قبل آثارِ بلوغ ظاہر ہو جائیں ورنہ جس وقت پورے پندرہ سال کی عمر ہو جائے اُس وقت کا اختیار ہوگا مثلاً کوئی لڑکی رمضان [illegible] کی ۱۰ تاریخ کو عین طلوعِ آفتاب کے وقت پیدا ہوئی اور رمضان [illegible] تک کوئی علامت بلوغ کی نہ پائی گئی تو ۱۰ رمضان [illegible] کو ٹھیک طلوعِ آفتاب کے وقت اس کو شرعاً بالغ سمجھا جائے گا پس اگر اس باکرہ نے اسی وقت فوراً زبان سے نکاح فسخ کر دیا تو اُس کا اعتبار ہوگا ورنہ اگر ذرا بھی تاخیر کی تو خیارِ فسخ باطل ہو گیا اور اسی طرح ثیبہ نے یا لڑکے نے وقت مذکور کے بعد قولاً یا فعلاً رضامندی ظاہر کر دی تو نکاح لازم ہو جائے گا اور یہ بھی یاد رکھیں کہ عمر کا حساب قمری سال سے کیا جاتا ہے۔ انگریزی وغیرہ کا اعتبار نہیں واعتبار البلوغ بالسن فی هذا الباب غیر مصرح ولکن مسئلۃ البلوغ فی عبارۃ الفقہاء مطلق فینبغی ان یجری فیہ جمیع صور البلوغ واللہ اعلم ۱۲ منہ

اسی وقت فوراً بلا کسی تاخیر کے زبان سے یہ کہہ دے کہ میں اس نکاح پر راضی نہیں
چاہے اُس وقت کوئی اُس کے پاس موجود ہو یا نہ ہو ہر حال میں فوراً زبان سے
کہنا شرط ہے۔ البتہ اگر کھانسی یا چھینک وغیرہ کی وجہ سے فوراً بولنے کی قدرت
نہ ہوئی یا کسی نے جبراً منہ بند کر دیا ہو تو اس مجبوری کی وجہ سے جو تاخیر ہو جائے
اُس کے باعث خیارِ فسخ باطل نہیں ہوتا ہوتا بشرطیکہ مجبوری رفع ہوتے ہی فوراً
کہہ دیا ہو اور بدون کسی مجبوری کے اگر زبان سے کہنے میں ذرا بھی دیر کی تو اختیار
باطل ہو گیا اور فسخ کرانا جائز نہ رہا۔ اگر غلط بیان کر کے فسخ کرا لے گی تو سخت
گنہگار ہو گی۔ ولکن ان احتالت للفسخ ینفذ القضاء ظاهراً و باطناً عند الامام
رحمه الله تعالى والله اعلم۔

نیز باکرہ کو اس کی بھی ضرورت ہے کہ زبان سے کہنے پر کم از کم دو مرد یا
ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنا لے تاکہ قاضی وغیرہ کے پاس معاملہ پیش ہونے
پر کام آویں اور گواہ بنانے کا تفصیلی حکم روایاتِ فقہیہ کے بعد بعنوان فائدہ موجود
آوے گا اُس کو ضرور دیکھ لیا جائے۔

اور اگر وہ لڑکی ثیبہ[1] ہے تو پھر اُس کو فوراً کہنا ضروری نہیں، بلکہ جب تک
رضامند نہ ہو گی اُس وقت تک منظور رکھنے نہ رکھنے کا اختیار باقی رہتا ہے چاہے
کتنا ہی زمانہ گذر جائے صرف خاموش رہنے کی وجہ سے ثیبہ کا خیارِ بلوغ باطل نہیں
ہوتا۔ البتہ اگر بعد بلوغ زبان سے کہہ دے گی کہ یہ نکاح منظور ہے یا کوئی کام[2] ایسا

---

[1] ثیبہ وہ ہے جس سے ہمبستری ہو چکی ہو خواہ اس خاوند سے یا اس سے پیشتر کسی اور خاوند سے
والموطوءة بالشبهة او النكاح الفاسد والتي عدت بالزنا او تكررزناها و شاع بين الناس
ثيبة ايضاً كما في رد المحتار باب الولي تحت قوله البكر
[2] مثلاً خاوند نے اُس کی رضامندی سے بوسہ وغیرہ لے لیا یا ہمبستری کر لی

على ما اذا كان قبل الدخول اما او دخل بها قبل بزمنة فينبغي ان لا يكون رضا بالعصر بعد بلوغه رضاء لانه لا بد منه اذا امرار فسخ او ومثله يقال في قبولها المهر بعد الدخول بها او الخلوة افاده (در مختار جلد ۲)

باکرہ کو نکاح نامنظور کرنے کیلئے گواہ ضروری ہیں

باکرہ لڑکی بالغ ہونے کے بعد جب نکاح نامنظور کرے تو اس کو نامنظوری پر گواہوں کی بھی ضرورت پڑتی ہے جیسا کہ اس سے پہلے گذر چکا ہے لیکن وہ مختصر تھا اس وجہ سے تفصیل لکھی جاتی ہے تفصیل یہ ہے کہ گواہ بنانے کی دو صورتیں ہیں۔

پہلی صورت یہ ہے کہ لڑکی جس وقت بالغ ہوئی ہے اُس وقت اگر اس کے پاس گواہ موجود ہیں جب تو اُسی وقت اُس کو کہہ دینا چاہیئے کہ میں اب بالغ ہوئی ہوں اور اس نکاح کو فسخ کرانا چاہتی ہوں۔

بالغہ کو نکاح رد کرنے کیلئے اگر فوراً نہ مل سکیں

دوسری صورت یہ ہے کہ اس وقت گواہ موجود نہ ہوں اس صورت میں زبان سے فوراً نامنظور کر کے گواہوں کو بلایا جا سکے یا تو وہ ان کے پاس چلی جائے اور گواہ جلدی مل جائیں یا دیر سے ملیں بہر صورت ان کے سامنے یہی کہنا چاہیے کہ میں اب بالغ ہوئی ہوں اور نکاح فسخ کرانا چاہتی ہوں مگر یہ بات ظاہر نہ کرے کہ میں ابھی کچھ دیر ہوئی بالغ ہوئی ہوں۔ یہاں تک کہ اگر گواہ واضح طور پر معلوم کریں کہ تم کب بالغ ہوئی ہو؟ جب بھی تفصیلی طور پر واقعہ بیان نہ کرے بلکہ یہی جواب دے کہ میں اب بالغ ہوئی ہوں یا صرف اس قدر کہہ دے

لے ویجوز لها کذب لاحیاء الحق كما هو مصرح في هذا الباب من كتب الفقه وفي ابواب اخر ولكن تختار في الطلب اما بحضرة الشهود بعض قولها عند القاضي اني فسخت كما

تو بعض قاضی یا اس کے قائم مقام (یعنی شرعی کمیٹی) وغیرہ میں اسی طریقے سے درخواست پیش کرے کہ میں فلاں دن بالغ ہوئی تھی اور نکاح کو نامنظور کر چکی ہوں اور نامنظوری کے فلاں فلاں حضرات گواہ ہیں اس وجہ سے یہ نکاح فسخ کر دیا جائے عورت کی اس درخواست پر شرعی دعویٰ پر شہادت کے بعد تفریق ہو جائے گی۔

اگر معتبر گواہ نہ مل سکیں

اگر اس عورت کو معتبر گواہ نہ مل سکیں یا گواہوں سے اس خیار کی تفصیل ظاہر کر دی جس سے ان کو معتبر گواہی دینا جائز نہ رہا تو پھر یہ صورت ہے کہ عورت جہاں تک ہو سکے جلد درخواست دے اور درخواست میں یہ ظاہر کرے کہ میں بالغ ہو گئی ہوں اور میں نے بالغ ہوتے ہی نکاح فسخ کر دیا ہے۔ لہٰذا فسخ کا حکم دے دیا جائے۔ اگر قاضی دریافت بھی کرے کہ کب بالغ ہوئی ہے تب بھی نہ بتادے اگر بتلا دیا تو پھر تفریق نہ ہو سکے گی اور اسی درخواست پر مع حلف کے نکاح فسخ کرا دیا جائے گا۔

بالغ ہوتے ہی نکاح کرنا

سوم: یہ کہ عورت درخواست کی یہ صورت اختیار کرے کہ میں ابھی بالغ ہوئی ہوں اور میں نکاح کو نامنظور کرتی ہوں اس واسطے فسخ کرنا چاہتی ہوں اس صورت میں نہ کسی گواہ کی ضرورت ہے نہ حلف کی بلکہ بدون شہادت اور حلف ہی قاضی اس درخواست کو قبول کر کے نکاح فسخ کر دے۔

قال العلامة الشامی بعد نقل عبارة البزازية والخيرية فتحصل منه

فمع ذلك انها لو قالت بلغت الآن ونقضت تصدق بلا بينة ولا يمين ولو قالت

نقضت حين بلغت تصدق بالبينة او اليمين ولو قالت بلغت امس ونقضت

فلا بد من البينة الخ (شامی ج ۲)

اگر حقیقۃً بالغ ہوتے ہی فوراً زبان سے کہہ دیا ہے کہ میں اس نکاح کو فسخ

جائز بھی رکھے تب بھی صحیح نہیں ہوتا کیونکہ نکاح سے پہلے اجازت ہونا شرط ہے اس وجہ سے عورت کے لیے ضروری ہے کہ ایسا ہرگز نہ کرے تو نکاح کا عدم ہونے کی وجہ سے عورت ہمیشہ گناہ میں مبتلا رہے گی، جیسا کہ درمختار میں ہے۔

"نفذ نكاح حرة مكلفة بلا ولي لا كانت عصبة ولو غير محرم كابن عمو في الاصح غايشه ويخرج ذو الارحام والام وللقاضي الاعتراض في غير الكفوء ما لم تلد ويفتي بعدم جوازه اصلا الخ وفي رد المختار هذه رواية الحسن عن ابي حنيفة وهذه صاحب الدرر بقوله هو المختار للفتوى وقال العلامة الشامي وقيل بقول شمس الائمة وهذا اقرب الى الاحتياط۔

نکاح بلا اجازت ولی شامی کی عبارت کا مفہوم

عبارت بالا کا ترجمہ اور مفہوم یہ ہے کہ آزاد بالغ مکلف عورت کا نکاح ولی کی بغیر اجازت (بھی) نافذ ہو جائے گا جبکہ اس کے ولی عصبہ ہو اگرچہ غیر محرم ہی ہو جیسے کہ چچا کا لڑکا۔

صحیح مذہب میں یہی قول ہے (اور) اس قریب سے ذوی الارحام اور ماں خارج ہیں، اور قاضی کو عورت کے غیر کفو میں نکاح کرنے کی صورت میں جب تک عورت کے بچہ پیدا نہ ہو، حق اعتراض ہے، اور ایسے نکاح کے ناجائز ہونے کا بھی فتویٰ دیا گیا ہے۔

رد المحتار میں ہے کہ یہ حضرت امام ابو حنیفہؒ سے حسن کی روایت ہے اور اس روایت کی صاحب درمختار نے عبارت "وهو المختار للفتوى" سے اور علامہ شامی نے شمس الائمہؒ کے قول سے تائید فرمائی ہے اور یہ قول احتیاط سے زیادہ قریب ہے۔

غیر کفو میں بلا اجازت ولی نکاح

مذکورہ بالا عبارت سے اس صورت کا بھی حکم معلوم ہو گیا کہ جس میں عورت کو شوہر کے غیر کفو ہونے

کا علم نہ ہو اور کفو ہونے کی شرط کر کے یا بلا شرط نکاح کیا ہو، اور بعد میں معلوم ہو جائے کہ وہ شخص کفو نہیں ہے تو عورت پر ضروری ہے کہ معلوم ہوتے ہی اس شخص سے علیحدہ ہو جائے، کیونکہ مفتی بہ قول کے موافق غیر کفو سے ولی کی بلا اجازت نکاح درست نہیں ہوتا تو جس وقت اس کا غیر کفو ہونا ظاہر ہو گیا تو اُس وقت ثابت ہو گیا کہ نکاح شروع سے ہی باطل تھا۔

"ومنها قول الدر المختار فلو نكحت رجلاً ولم تعلم حاله فإذا هو عبد لا خيار لها بل للأولياء، فهو مبني على ظاهر الرواية وإلا فلا معنى لخيار الأولياء وقد علمت أن ظاهر الرواية متروك برواية الحسن والمختار للفتوى۔

باپ، دادا کے علاوہ کا نکاح

دوسری صورت یہ ہے کہ باپ، دادا کے علاوہ کسی دوسرے ولی نے نابالغ کا نکاح غیر کفو میں کر دیا ہو یا نکاح باپ دادا نے کیا لیکن وہ صورت لسوء الاختیار یا فاسق متہتک نہ ہو (یعنی کھلا ہوا فاسق بے غیرت نہ ہو) اور خیار بلوغ کے باب میں اس کی تفصیل گذر چکی ہے یا نشہ کی حالت میں نکاح کیا ہو اس صورت میں بھی نکاح بالکل باطل ہے جیسا کہ گذر چکا۔

باپ، دادا کے کیے گئے نکاح کی حیثیت

تیسری صورت یہ ہے کہ باپ دادا نے ہوش و حواس کی درستگی کے ساتھ نابالغ کا نکاح غیر کفو میں کیا ہو اور وہ باپ، دادا نہ تو فاسق متہتک ہو (یعنی کھلا ہوا فاسق نہ ہو) اور نہ معروف بسوء الاختیار ہو (یعنی معاشرہ میں وہ شخص اولاد کا بدخواہ یا بے حیاء بے غیرت آوارہ وغیرہ مشہور ہو) اس صورت میں نکاح لازم ہو جاتا ہے اس نکاح کو فسخ کرانے کا بھی اختیار نہیں ہے کما مر فی خیار البلوغ ایضاً۔

اور یہ حکم عام ہے خواہ باپ دادا کو بوقتِ نکاح عدمِ کفاءت کا علم تھا یا نہ تھا۔ بہر دو صورت نکاح صحیح اور لازم ہو جاتا ہے۔ البتہ اگر دوسری صورت یعنی عدمِ علم کی صورت میں کفاءت کی شرط پر نکاح کیا ہو تو اُس کا حکم جدا ہے جو صورتِ ششم میں آتا ہے۔

ولی کی اجازت سے غیر کفو میں نکاح

چوتھی صورت: یہ ہے کہ بالغہ عورت کا نکاح باجازتِ ولی عدمِ کفاءت کا علم ہوتے ہوئے غیر کفو میں ہوا حکم اس کا یہ ہے کہ نکاح صحیح اور لازم ہو جاتا ہے اور کسی کو فسخ کا اختیار نہیں رہتا۔ کما لا یخفی ثم رضا بعضہم یسقط حق الباقی [illegible] اتحاد لاتحاد فی الصورة الخاصة [illegible] والصورة [illegible]۔ اور یہ حکم سب اولیاء کے لیے عام ہے خواہ باپ دادا ہوں یا اُن کے علاوہ کوئی دوسرا ولی ہو لیکن فرق اتنا ہے کہ اگر لڑکی باکرہ ہے اور باپ دادا کی ولایت سے نکاح ہوا ہے تو اجازت کے لیے محض اُس کا سکوت کافی ہو گا اور لڑکی ثیبہ ہے یا باپ دادا کے علاوہ کسی دوسرے ولی کی ولایت میں نکاح ہوا ہے تو اجازت صریحہ کی ضرورت ہے محض سکوت کافی نہیں۔ لما فی خزانة المفتین (قلمی در ورق ۹۳) زوج ابنته البکر البالغة من غیر کفوء فعلمت بذلک فسکتت فسکوتها لا یکون رضا والجد کالاب عند عدمه وغیر الاب والجد لیس بولی فی النکاح بغیر کفوء فلم یکن سکوتها رضا وفی فصل شرائط النکاح من الخانیة رجل زوج ابنته البکر البالغة من غیر کفوء فعلمت بذلک فسکتت قال بعضهم سکوتها لا یکون رضا وقال بعضهم فی قول ابی حنیفة یکون رضا

۱؎ اور اگر عصبہ ہونے کی وجہ سے کسی دوسرے کو ولایت نکاح پہنچتی ہو تو بالغہ کو نکاح غیر کفو میں اس کی اجازت کی ضرورت نہیں۔ جیسا کہ درمختار کی عبارت سے واضح ہے۔

لان على قول ابي حنيفةؒ الاب ولي في النكاح من غير كفوء (فتاوى قاضي خان مصطفائي جلد ۱ صـ۱۵۱) - وظاهر ان هذا الاختلاف بنى على ان الاب والجد وليان في الانكاح بغير كفوء عند الامام خلافا لصاحبيه كما في رد المحتار عن شرح المجمع ان تزويج الاب الصغير والصغيرة من غير كفوء او بغبن فاحش جائز عنده لا عندهما (شامي باب الولي صـ... جلد ۲) والفتوى على قول الامام وعليه المتون فالحاصل مما ذكرنا في مسئلتنا هذه بعد التحقيق الاستبداد من الولي على قول الامام المختار المفتى به والله اعلم۔

بشرطِ کفاءت — لاعلمی میں بالغہ کا غیر کفو میں نکاح

پانچویں صورت یہ ہے کہ بالغہ عورت کا نکاح باجازت ولی کسی ایسے شخص سے ہو جس کی کفاءت کا حال معلوم نہ تھا لیکن بوقت نکاح کفاءت کی شرط کر لی تھی یا صراحۃً تو شرط نہ کی تھی مگر خاوند کی طرف سے کفو ہونا ظاہر کیا گیا تھا اور اس پر اعتماد کر کے نکاح کر دیا ہو پھر خلاف ظاہر ہوا اور ثابت ہوا کہ کفو نہیں ہے۔ یہ حکم اس صورت کا ہے کہ عورت کو بھی خیار فسخ حاصل ہوگا اور اس کے ولی کو بھی، لما في كفاية الدر المختار ما نصه ولو زوجوها برضاها ولم يعلموا بعدم الكفاءة ثم علموا لا خيار لاحد الا اذا شرطوا الكفاءة او اخبرهم بها وقت العقد فزوجوها على ذلك ثم ظهر انه غير كفو كان لهم الخيار ولوالجية۔

باکرہ کا خیارِ سکوت

لیکن اگر عورت اب تک باکرہ ہو تو اس کا خیار سکوت باطل ہو جائے گا یعنی اگر اطلاع حال کے بعد فوراً کہہ دے کہ مجھے اس سے نکاح منظور نہیں جب تو اختیار باقی رہے گا اور بذریعہ حاکم مسلم فسخ کرا سکے گی ورنہ اگر نامنظوری ظاہر کرنے میں ذرا بھی تاخیر کی تو خیار فسخ باقی

نہیں رہے گا۔

کنواری لڑکی اور ہمبستری شدہ لڑکی کا حکم یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ لڑکی ابھی تک باکرہ (کنواری) ہو اور اگر لڑکی ثیبہ (یعنی غیر کنواری یعنی جس سے ہمبستری ہو چکی ہو) تو اس کے خاموش رہنے سے اختیار باطل نہیں ہوتا، بلکہ جب تک واضح طور پر[1] یا دلالۃً رضامندی نہ پائی جائے تو اس وقت تک اختیار باقی رہے گا جیسا کہ درمختار شامی میں تفصیلی طور پر ہے۔ اور یہی حکم ولی کا ہے کہ اس کا خیار فسخ بھی محض خاموشی سے باطل نہیں ہوتا بلکہ واضح طور پر یا دلالت کے طور پر رضامندی کی ضرورت ہے، اور دلالۃً رضامندی کی صورت یہ ہے کہ مثلاً ولی مہر وغیرہ پر قبضہ کرے جیسا کہ درمختار باب الولی میں ہے۔

ای ولی له حق الاعتراض (الخ) ونحوه مما یدل علی الرضا رضاً دلالۃً ای لان قال ولا یکون سکوته رضا۔ شامی ص۳۹۵ ج ۲

نکاح نابالغ و نابالغہ چھٹی صورت یہ ہے کہ نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح اس کے والد یا دادا[2] نے ایسے شخص سے کیا جس کو

---

[1] جیسے کہ شوہر عورت کو شہوت سے چھوئے یا شہوت سے عورت کا بوسہ لے یا مہر یا نان ونفقہ ادا کرے اور بیوی اس کو بوسہ دے یا شہوت سے چھونے پر قدرت دے دے یا مہر وغیرہ قبول کرے تو یہ دلالۃً رضامندی ہے اور مہر کا قبول کرنا رضامندی کی دلیل اس وقت ہے جبکہ بالغہ ہو نے سے خلوت صحیحہ نہ ہو چکی ہو جیسا کہ درمختار میں اور رد المحتار میں صراحت ہے۔

[2] اسی طریقے سے مجنون اور مجنونہ کا بیٹا ان احکام میں باپ کے برابر ہے جیسے کہ گزر چکا

نکاح میں کفو ہونے کی شرط: نکاح میں اگر کفاءت کی نذر شرط کی تھی (بقیہ حاشیہ آئندہ پر)

اور اگر باپ دادا نے سکوت کیا تو صرف اس کے سکوت سے اختیار باطل نہ ہو گا بلکہ باپ دادا کو بھی اختیار رہے گا اور بالغ ہونے پر لڑکے لڑکی کو بھی اختیار حاصل ہو جائے گا۔ اس لیے بالغ ہونے کے بعد نکاح لازم ہونے کے واسطے دونوں کی رضامندی شرط ہے۔ باپ دادا کی بھی اور لڑکے یا لڑکی کی بھی پس بلوغ کے بعد لڑکے یا لڑکی اور باپ دادا میں سے ایک بھی چاہے تو نکاح فسخ ہو سکتا ہے۔ اگرچہ دوسرا فریق نکاح پر رضامند ہو جاوے۔

لما قال فی فتاوی قاضیخان (ص ۲۳۲ ج ۱) رجل زوج ابنته الصغيرة من رجل ذكر انه لا يشرب المسكر فوجده شريبا مدمنا فبلغت الصغيرة وقالت لا ارضى قال الفقيه ابو جعفرؒ ان لم يكن اب البنت يشرب المسكر وكان غالب اهل بيته الصلاح فالنكاح باطل لان والد الصغيرة لم يرض بعدم الكفاءة فما زوجها منه على ظن انه كفوء اه

اس جزئیہ میں اس کی تو تصریح ہے کہ صورت مذکورہ میں بعد بلوغ کے لڑکی کو اختیار ہے۔ اور لڑکا کفاءت کے باب میں لڑکی کا حکم رکھتا ہے۔ کما مر فی بیان البلوغ اور اس صورت میں باپ دادا کے منظور کرنے سے لازم ہو جاتا اس وجہ سے ہے کہ اس کو غیر کفو میں نکاح کرنے کا حق ہے جیسا کہ خیار بلوغ کے بیان میں مفصل گزر چکا اور اس جزئیہ مذکورہ میں لان والد الصغیرۃ الخ سے بھی مفہوماً معلوم ہوتا ہے۔ اور خزانۃ المفتین میں باپ کو اختیار ہونے کی تصریح ہے۔ فانہ قال الاب اذا زوج ابنته الصغيرة من رجل وظن انه يقدر على اداء المهر المعجل والنفقة ثم ظهر عجزه عن ذلك كان للاب ان يفسخ لانه جهل بالكفاءة ولم يسقط حقه لانه زوج على انه قادر۔ (خزانة المفتين ص ۱۲۳ ج ۲)

اور جب اس کو حالت ظاہر ہونے کے بعد اختیار ملے گا تو کسی ساقط کرنے

التقريظات

نظرنا في التتمة فوجدناها صحيحة

اشرف علي عفي عنه لحادي عشر من شعبان ۵۳ھ

العبد الضعيف محمد شفيع غفر له خادم

دار الافتاء بدیوبند

العبد النحيف

سراج احمد غفر له مدرس خانقاه

امدادیه

منذ تشرفت بمطالعة هذه التتمة فوجدتها

درة يتيمة جمعا ورسمة فلله در جامعها

واخص بها دينيها ودنيويها جزاه الله

تعالى عني وعن سائر المسلمين خير الجزاء و

احسنه ورزقني واياه عيشة مرضية وعاقبة

حسنة وانا العبد الاثم

ظفر احمد عفا الله عنه ۲۹ رمضان ۵۳ھ

غیر مسلموں سے نکاح کے شرعی احکام

یعنی

حکم الازدواج مع اختلاف دین الازواج

یورپین اقوام کفار و مشرکین سے نکاح کے شرعی احکام

تیسری اشاعت شوال سنہ ۱۳۴۳ھ از تھانہ بھون

حضرت امام العارفین سراج السالکین خضر الطریق مظہر التوفیق فقیہ العصر حکیم الامت مجدد الملت سیدی وسندی حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم نے اپنے رسالہ "الحیلۃ الناجزہ للحلیلۃ العاجزہ" کی تمہید میں حاشیہ پر تحریر فرمایا ہے کہ چند مسائل متعلقہ ازدواج بصورت اختلاف مذہب کا اضافہ بطور ضمیمہ کیا جائے گا جس میں خصوصیت سے یہ بات بھی واضح کی جائے گی کہ عورت کے مرتد ہونے سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے یا نہیں اور بعد تجدید اسلام دوسرے شخص سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

حضرت اقدس نے قلت فرصت کی وجہ سے اس ناکارہ غلام کو ارشاد فرمایا اس لیے تعمیل ارشاد کے لیے یہ رسالہ لکھ کر حضرت کی خدمت میں پیش کیا اور نام اس کا "حکم الازدواج مع اختلاف دین الازواج" تجویز ہوا۔ حق تعالیٰ اس کو بھی اصل رسالہ کی طرح مفید اور مقبول فرماتے اور حضرت کے فیوض سے متمتع فرمائے۔ آمین

بندہ محمد شفیع دیوبندی غفرلہ
خادم دارالافتاء دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ولا سیما علیٰ سیدنا المجتبیٰ ومن بھدیہ اھتدیٰ۔ وبعد الحمد والصلوٰۃ عرض ہے کہ مذہب زوجین کے اختلاف کی دو صورتیں ہیں۔

ایک یہ کہ اختلاف نکاح سے پہلے ہی موجود ہو۔ دوسرے یہ کہ بعد نکاح پیدا ہو جائے پہلی صورت میں مسلمان عورت کا نکاح کسی کافر مرد سے کسی حال جائز نہیں تو وہ کفر کی کوئی قسم ہو اسی طرح مسلمان مرد کا نکاح بھی کسی کافر عورت سے جائز نہیں۔ البتہ اگر عورت کتابیہ یعنی یہودیہ یا نصرانیہ وغیرہ ہو تو اُس سے مسلمان مرد کا نکاح دو شرطوں کے ساتھ ہو سکتا ہے۔

اوّل یہ کہ وہ عام اقوامِ یورپ کی طرح صرف نام کی عیسائی یا یہودی اور درحقیقت لا مذہب دہریہ نہ ہو بلکہ اپنے مذہبی اصول کو کم از کم مانتی تو ہو اگرچہ عمل میں خلاف بھی کرتی ہو۔

دوسرے یہ کہ وہ اصل سے ہی یہودیہ نصرانیہ ہو اسلام سے مرتد ہو کر یہودیت یا نصرانیت اختیار نہ کی ہو جب یہ دونوں شرطیں کسی کتابیہ عورت میں پائی جائیں تو اُس سے نکاح صحیح و منعقد ہو جاتا ہے لیکن بلا ضرورتِ شدیدہ اس سے بھی نکاح کرنا مکروہ اور بہت سے مفاسد پر مشتمل ہے۔ اسی لیے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں مسلمانوں کو کتابیہ عورتوں کے نکاح سے منع فرما دیا تھا (اخرجہ الحافظ ابن کثیر فی تفسیر قولہ تعالیٰ ولا تنکحوا المشرکات حتیٰ یؤمن والامام محمد فی کتاب الآثار وصرح بالکراھۃ واختیار ما نحن بسطہ فی العلامۃ الشامی فی محرمات رد المحتار ص ۲۰۳ ج ۲)

اور جب عہد فاروقی میں کہ زمانہ خیر تھا ایسے مفاسد موجود تھے تو آج کل جس

قدر مفاسد بھی کم ہیں۔ بالخصوص موجودہ اقوام یورپ کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات
ازدواج تو بالکل ہی اُن کے دین و دنیا کو تباہ کرنے والے ہیں

نکاح کے بعد شوہر و بیوی کے کافر ہونے کی چار صورت کا حکم

دوسری صورت یعنی نکاح کے بعد زوجین کا یا ان میں سے کسی ایک کا مذہب
بدل جائے اس کی چار احتمال ہیں۔

پہلا احتمال یہ ہے کہ دونوں کافر تھے پھر ایک ساتھ دونوں مسلمان ہو گئے۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ دونوں مسلمان تھے پھر معاذ اللہ دونوں ایک ساتھ مرتد
ہو گئے۔

ان دونوں[1] احتمالوں میں نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ بلکہ بعینہٖ قائم رہتا ہے
(کما صرح بہ فی نکاح الکافر من التنویر وسائر المتون)

تیسرا احتمال یہ ہے کہ دونوں میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے اور دوسرا بدستور
کفر پر باقی رہے اس کے دو جزو ہیں۔

پہلا جزو یہ ہے کہ مرد مسلمان ہو جائے اور عورت کفر پر رہے

اگر شوہر مسلمان رہے اور بیوی کافر ہو جائے

اس کا حکم یہ ہے کہ اگر عورت کتابیہ[2] ہے تو نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا بحالہٖ
قائم رہے گا۔ گو وہ اہل کتاب کا ایک مذہب چھوڑ کر دوسرا اختیار کرے مثلاً یہودیہ
سے نصرانیہ ہو جائے یا بالعکس۔ اسی طرح اگر ایسا ہوا کہ جس وقت مرد مسلمان ہوا ہے

---

[1] مگر ان دو احتمالوں میں اختلاف مذہب سابق نہیں ہے اگر اختلاف مذاہب پیش آئے تو اس کو آگے بیان کیا جاتا ہے
[2] بشرطیکہ وہ اصل سے کتابیہ ہو۔ لیکن اگر اسلام سے پھر کر کتابیہ ہوئی تھی تو بغیر اسلام لائے اس
عورت سے دوبارہ بھی نکاح نہیں ہو سکتا

اسی وقت مجوسیہ بیوی نے اہلِ کتاب کا مذہب قبول کر لیا۔ اس صورت میں بھی نکاح پر کوئی اثر نہ پڑے گا البتہ اگر اس کا عکس ہوا یعنی اسلام زوج کے بعد کتابیہ بیوی نے مجوسیت وغیرہ اختیار کر لی تو نکاح ٹوٹ جائے گا۔

کما صرح بہ فی باب نکاح الکافر من الدر والمختار والشامی۔ اور اگر عورت غیر کتابیہ مثلاً ہندو یا مجوسیہ وغیرہ ہے تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ یہ واقعہ دار الاسلام[1] میں ہوا ہے تو قاضی اس کی عورت پر اسلام پیش کرے وہ بھی اسلام قبول کرلے تو نکاح بحال قائم رہے گا اور اگر وہ اسلام لانے سے انکار کرے یا سکوت کرے تو نکاح فوراً فسخ کر دیا جائے۔

اور اگر یہ واقعہ دار الحرب میں ہوا ہے تو وہاں عورت پر تین حیض گذر جانا ہی اسلام سے انکار کر دینے کے قائم مقام ہو جاتا ہے یعنی اگر عورت مسلمان نہ ہو اور تین حیض اسی حالت پر گذر جائیں تو نکاح خود بخود فسخ ہو جائے گا۔

اگر بیوی اسلام لے آئے اور شوہر کافر ہی رہے

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ عورت مسلمان ہو جائے اور خاوند کفر پر باقی رہے تو خواہ یہ کافر کتابی ہو یا غیر کتابی ہر حال میں اس کا حکم یہ ہے کہ اگر واقعہ دار الاسلام کا ہے تو قاضی اس کے خاوند پر اسلام پیش کرے۔ اگر وہ مسلمان ہو جائے تو نکاح بحال قائم رہے گا۔ اور اگر اسلام قبول نہ کرے یا سکوت کرے تو قاضی ان دونوں میں تفریق کر دے۔

اور اگر یہ واقعہ دار الحرب کا ہے تو عورت کے تین حیض گذر جانا ہی انکار اسلام

---

[1] یعنی میاں بیوی دونوں دار الاسلام میں ہوں اور اگر ایک دار الاسلام میں ہو اور دوسرا دار الحرب میں تو تفریق نہیں ہو سکتی بلکہ تین حیض گذرنے سے بائنہ ہو جائے گی یعنی خود بخود نکاح جاتا رہے گا۔ کما صرح بہ الشامی تحت قول الدر ولو اسلم احدھما

کے تمام شام ہو جائے گا اور بعد تین حیض گذر جانے کے عورت بائنہ ہو جائے گی۔

شوہر و بیوی میں سے ایک کے اسلام لانے پر عدت کا حکم

بصورت اسلام احد الزوجین

اگر زوجہ اور شوہر دونوں دارالاسلام میں ہوں اور عرض اسلام کے بعد تفریق کی گئی ہو تب تو بالاتفاق عدت واجب ہے۔ اور اگر ان میں سے ایک یا دونوں دارالحرب میں ہیں اور اس لیے عرض اسلام نہ ہو سکا۔ بلکہ تین حیض گذر جانے کی وجہ سے بائنہ ہوئی ہے تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر شوہر مسلمان ہوا ہے تو بالاتفاق عدت واجب[1] نہیں۔

اور اگر عورت مسلمان ہوئی ہے تو صاحبین کے نزدیک اس پر ان تین حیض کے علاوہ دوسرے تین حیض تک عدت گذارنا واجب ہے۔ اور امام صاحب کے نزدیک عدت نہیں اور احتیاط اسی میں ہے کہ صاحبین کے قول پر عمل کیا جائے۔ امام طحاوی نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ (شامی باب نکاح الکافر ص ۲۲ جلد ۲)

شوہر و بیوی میں سے کسی ایک کے کافر ہونے کی دو صورت

چوتھا احتمال یہ ہے کہ زوجین میں سے کوئی ایک معاذ اللہ مرتد ہو جائے اس کے دو جزو ہیں ایک شوہر کا مرتد ہو جانا

---

[1] یعنی اس کو اسلام کے بعد اس زوجہ کی ہمشیرہ وغیرہ سے فوراً نکاح کر لینا جائز ہے اگر عدت واجب ہوتی تو انقضائے عدت سے قبل ہمشیرہ وغیرہ کے نکاح جائز نہ ہوتا اور عدت واجب نہ ہونے کا ایک ثمرہ یہ بھی ہے کہ اگر عورت مسلمان ہو جائے تو اس کو فوراً دوسرے شخص سے نکاح جائز ہے بجز اس کے کہ حاملہ ہو ورنہ بعد وضع حمل

[2] البتہ اگر یہ عورت حاملہ ہو تو امام صاحب کے نزدیک بھی وضع حمل سے قبل اس سے نکاح جائز نہیں

دوسرے زوج کا مرتد ہونا۔ دونوں کے احکام جُدا جُدا درج ذیل ہیں اور اس چوتھے احتمال کے احکام پر اکابر علماء کے تصدیقی دستخط بھی ثبت ہیں۔

ف: زوجین کے اختلافِ مذہب کی پہلی صورت کے احکام میں اور دوسری صورت کے چار احتمالوں میں سے اول کے تین احتمالوں کے احکام میں تو کوئی خفا اور اختلاف نہ تھا اس لیے اُن کا مسودہ سب حضرات کے سامنے پیش نہیں کیا گیا بلکہ صرف حضرت حکیم الامت دام مجدہم اور چند حضرات کے ملاحظہ پر اکتفا کیا گیا۔ اور چوتھے احتمال کی بعض صورتوں کے حکم میں کچھ خفا و اختلاف تھا اس لیے صرف اس احتمال کے احکام کو پیش کر کے سب حضرات کے دستخط حاصل کیے گئے ہیں۔

حکمِ ارتدادِ شوہر

اگر کسی عورت کا خاوند معاذ اللہ اسلام سے پھر جائے اور مرتد ہو جائے تو باجماع ائمہ اربعہ و باتفاق جمہور فقہاء اُس کا نکاح خود بخود فسخ ہو جاتا ہے قضائے قاضی اور حکم حاکم کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور یہ ارتدادِ شوہر اگر خلوتِ صحیحہ سے قبل ہوا ہے تو نصف مہر خاوند کے ذمہ ہے اور عورت پر عدت واجب نہیں۔ اور اگر خلوتِ صحیحہ کے بعد ارتداد ہوا ہے تو پورا مہر لازم ہے اور عورت پر عدت بھی واجب ہے نیز اُس مرتد پر عدت کا نفقہ بھی لازم ہے کما فی الدر المختار (وارتداد احدهما) ای الزوجین (فسخ) فلا ینقص عددا (عاجل) بلا قضاء (فللموطوءة) ولو حکما (کل مهرها) لتأکده به (ولغیرها نصفه) لو ارتد (وعلیه نفقة العدة) — وفی رد المحتار (قوله بلا قضاء) ای بلا توقف علی قضاء القاضی وکذا بلا توقف علی مضی عدة فی المدخول بها کما فی البحر (شامی باب نکاح الکافر ص [illegible] جلد ۲)

اور عالمگیری کتاب النکاح باب عاشر صفحہ ۱۳۹ جلد ۱ مصری میں ہے

اذا ارتد احد الزوجین عن الاسلام وقعت الفرقۃ بغیر طلاق فی الحال قبل الدخول وبعدہ ۔

محض مرتد ہونے سے فسخ نکاح

بعض لوگوں نے صرف ان عبارات کو دیکھ کر علی الاطلاق یہ سمجھ لیا کہ اگر عورت مرتد ہو جائے تب بھی نکاح فسخ ہو جائے گا۔ اور اسی بناء پر بعض ناواقفیت سے تمام روایات فقہیہ کے خلاف یہ فتویٰ دے بیٹھے کہ اس نالائق کو تجدید اسلام کے بعد دوسرے خاوند سے نکاح کرنے کی اجازت ہے۔ یہاں تک کہ بعض کم بخت عورتوں نے اس کو خاوند سے رہائی حاصل کرنے کا سہل علاج سمجھ لیا اور ارتداد کی بلاء عظیم میں مبتلا ہو کر اپنے عمر بھر کے اعمال اپنے ہاتھوں برباد کر دیئے۔ حالانکہ شرعی طور پر پھر بھی ان کا مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس صورت میں دوسرے شخص سے نکاح کی ہرگز اجازت نہیں بلکہ یہ لازم ہے کہ تجدید اسلام اور تجدید نکاح کر کے پہلے ہی خاوند کے ساتھ رہے جس کی تفصیل ارتداد زوجہ کے بیان میں عنقریب آرہی ہے۔

حکم ارتداد زوجہ

زوجہ کے ارتداد میں روایات مختلف ہیں اور کس قدر تفصیل ہے جو ذیل میں بحوالہ کتب درج ہے۔

(۱) فی الہدایۃ ص باب نکاح اہل الشرک ۔ واذا ارتد احد الزوجین عن الاسلام وقعت الفرقۃ بغیر طلاق انتہیٰ قال المحقق ابن الہمام رحمہ اللہ جواب ظاہر المذہب وبعض مشائخ بلخ وسمرقند افتوا فی ردتہا بعدم الفرقۃ حسماً لاحتیالہا علی الخلاص بالکبیرۃ وعامۃ مشائخ بخارا افتوا بالفرقۃ وجبرہا علی الاسلام وعلی النکاح

شیئ من ازواجکم فعاقبتم فآتوا الذین ذھبت ازواجھم مثل ما انفقوا فان ھذہ الاحکام لیست عامۃ لنا نص فیہ و یدل علی عدم العموم الاجماع ما ذکرہ ابن العربی۔

بیوی کے مرتد ہونے کی صورت میں تین قول کی تفصیل

روایات مذکورہ بالا سے یہ ثابت ہو گیا کہ عورت کے مرتد ہونے کی صورت میں مذہب حنفیہ میں تین قول ہیں۔

ایک ظاہر الروایۃ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عورت کے مرتد ہونے سے نکاح تو فوراً فسخ ہو جائے گا۔ لیکن پھر اس کو حبس و قید کر کے تجدید اسلام پر بھی اور اس پر بھی مجبور کیا جائے گا کہ وہ اپنے پہلے ہی خاوند سے تجدید نکاح کرلے جیسا کہ عبارت قاضی خاں نمبر۱ اور عالمگیری کی عبارت نمبر۲ اور عبارت درمختار و شامی نمبر۳ میں اس کی تصریح ہے کہ ظاہر الروایہ جس میں فسخ نکاح کا حکم دیا گیا ہے اس کے ساتھ یہ بھی مذکور ہے کہ عورت کو تجدید اسلام اور شوہر اول سے تجدید نکاح پر بزور حکومت مجبور کیا جائے گا۔ خواہ اس کے مرتد ہونے کی غرض خاوند اول سے علیحدہ ہونا ہی ہو یا حقیقۃً اس کے عقائد بدل گئے ہوں دونوں صورتوں میں اس کو تجدید نکاح پر مجبور کیا جائے گا۔

کما صرح بہ الشامی حیث قال و لا یلزم من ھذا ان یکون الجبر علی تجدید النکاح مقصورا علیھا اذا ارتدت لاجل الخلاص منہ بل قالوا ذلک فی اخر ھذا الباب من اسلم سواء ارتدت لاجلہ ام لا کیلا تجعل ذلک حیلۃ (شامی باب النکاح الکافر ص۳۲۵ ج۲) دوسرا قول مشائخ بلخ و سمرقند اور بعض مشائخ بخارا اسمٰعیل زاہد اور ابو النصر الدبوسی اور ابو القاسم صفار کا فتویٰ ہے کہ عورت کے مرتد ہونے کی صورت میں نکاح فسخ ہی نہیں ہوتا، بلکہ بدستور عورت شوہر

سابق کے نکاح میں رہتی ہے جیسا کہ عبارت فتح القدیر نمبر ۱۰ و عبارت قاضی خان نمبر ۱۲
و عبارت درمختار نمبر ۱۳ و عبارت شامی نمبر ۱۵ و عبارت خیریہ نمبر ۱۸ اور شرح فقہ اکبر
نمبر ۱۹ میں اس کی تصریح ہے۔ تیسرا قول وہ نوادر کی روایت ہے، امام اعظم ابوحنیفہ
سے کہ یہ عورت دارالاسلام میں بھی کنیز بنا کر رکھی جائے گی اور اس کے خاوند کا قبضہ
اس پر بدستور سابق باقی رہے گا۔ لیکن اس روایت میں یہ تفصیل ہے کہ اگر یہ مرتدہ
دارالاسلام میں ہو تو اس کا خاوند اس کو امام المسلمین سے قیمت دے کر خریدے گا
یا اگر امام المسلمین اس کو مصرف سمجھیں گے تو اس کو مفت بھی دے دیں گے بہرحال
بغیر اجازت امام اس کو اپنے قبضہ میں لانا جائز نہ ہوگا اور اگر دارالحرب میں ہے تو اذن
امام کی حاجت نہیں بلکہ جب خاوند اس پر قبضہ پالے تو اس کی ملک ہو جائے گی[۲]
امام وغیرہ کی کچھ حاجت نہیں جیسا کہ عبارت قنیہ نمبر ۱۶ میں اس کی تصریح ہے۔ حاصل
یہ ہے کہ عورت اگر مرتد ہو جائے تو اس کے نکاح کے بارے میں حنفیہ کے تین قول
ہوئے ایک یہ کہ نکاح فسخ ہو جاتا ہے لیکن بعد تجدید اسلام اس کو تجدید نکاح پر مجبور
کیا جائے گا کسی دوسری جگہ نکاح کرنے کا اختیار نہ دیا جائے گا (وھو ظاہر الروایۃ)

---

[۱] تفصیل اس مسئلہ کی یہ ہے کہ اگر عورت مرتد ہو کر دارالحرب میں چلی جائے یا دارالحرب میں ہی مرتد ہو تو اس کو کنیز بنانے پر ظاہر الروایہ بھی متفق ہے۔ نوادر اور ظاہر الروایۃ کا اختلاف صرف یہی ہے کہ دارالاسلام میں رہتے ہوئے بھی کنیز بن سکتی ہے یا نہیں جیسا کہ فتح القدیر اور قنیہ کی عبارت مذکورہ سے واضح ہے ۱۲ منہ

[۲] والذکر ما مرمنا فی الحاشیۃ علی عبارۃ القنیۃ من ان القول بتقیید التجدید الاحرز بدار الاسلام من الاستیلاء

دوسرا یہ کہ نکاح فسخ ہی نہ ہوگا بلکہ وہ دونوں بدستور زن و شوہر رہیں گے۔ تیسرا یہ کہ عورت کو کنیز بنا کر رکھا جائے گا۔ (ان تینوں اقوال میں اگرچہ کچھ اختلاف ہے لیکن اتنی بات پر تینوں متفق ہیں کہ عورت کو کسی طرح یہ حق نہ دیا جائے گا کہ وہ اپنے پہلے خاوند کے نکاح سے علیحدہ ہو کر دوسری جگہ نکاح کر لے اس لیے یہ بات متفق علیہ ہو گئی کہ عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنے کا ہرگز اختیار نہ ہوگا) اب ہندوستان میں بحالت موجودہ اس متفق علیہ حکم پر عمل کرنا پہلی روایت کو اختیار کرتے ہوئے غیر ممکن ہے کیونکہ فسخ نکاح کا حکم دے دینے کے بعد جبر تجدید نکاح پر مجبور کرنے والی کوئی قوت مسلمانوں کے پاس موجود نہیں۔ اور جہاں موجود ہوتی ہے وہاں بھی اشکال کا سامنا ہوتا ہے جیسا کہ شامی کی عبارت مندرجہ ضمیمہ (الف) میں بیان کیا گیا ہے اس لیے پہلے قول یعنی ظاہر الروایۃ پر عمل کرنا ہندوستان میں بحالت موجودہ غیر ممکن ہو گیا کیونکہ اس کے ایک جزو پر عمل کرنا اگرچہ اختیار میں ہے لیکن دوسرا جزو یعنی تجدید اسلام اور تجدید نکاح پر مجبور کرنا قطعاً اختیار میں نہیں اور نوادر کی روایت پر عمل کرنا تو ظاہر الروایت سے بھی زیادہ مشکل[1] بلکہ بحالت موجودہ غیر ممکن ہے (اس لیے اب بجز اس کے کہ مشائخ بلخ و سمرقند کے قول کو اختیار کر کے اسی پر فتویٰ دیا جائے کوئی چارہ نہ رہا) اور صاحب نہر کو اگرچہ اُن مشکلات کا سامنا نہ تھا جو آج ہم پر گذر رہی ہیں مگر وہ اپنے وقت میں اسی روایت پر فتویٰ دینے کو تجویز فرماتے ہیں اور اس کے خلاف کرنے کو سخت مشکل میں ڈالنا قرار دیتے ہیں جیسا کہ عبارت شامی مندرجہ ضمیمہ (الف) میں اُن کی عبارت نقل کی گئی ہے

---

[1] لیکن اس روایت پر فتویٰ دینے کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ تجدید اسلام اور تجدید نکاح سے قبل شوہر کو استمتاع یعنی صحبت وغیرہ کی اجازت نہ دی جائے جیسا کہ متن میں بھی بعض مسائل متفرقہ کے زیر عنوان مذکور آ چکا ہے

اور علامہ شامی بھی اس فتوے کے مخالف نہیں اور جو کچھ فرمایا ہے وہ روایت نوادر پر
قدرت ہونے کے وقت فرمایا ہے۔ جب اس پر قدرت نہ ہو تو ان کے نزدیک
بھی مشائخ بلخ و سمرقند کے قول پر فتویٰ دینا متعین ہے اسی طرح دوسرے فقہاء
بھی اس قول کو نقل کر کے تردید نہیں کرتے۔ پس ہندوستان میں بحالت موجودہ کہ
حکومت مسلمانوں کی نہیں اس کے سوا مذہب حنفی پر عمل کرنا غیر ممکن ہے کہ مشائخ بلخ
و سمرقند کے قول کے موافق یہ فتویٰ دیا جائے کہ عورت کے ارتداد سے نکاح فسخ
ہی نہیں ہوتا بلکہ بدستور باقی رہتا ہے۔

مسئلہ: تجدید اسلام سے پہلے مرتدہ بیوی سے ہمبستری وغیرہ حرام ہے

مشائخ بلخ کے قول کے موافق جبکہ بقاء نکاح کا فتویٰ دیا جائے تو ساتھ ہی اس امر کا لحاظ رکھنا ضروری ہے
کہ تجدید اسلام سے قبل شوہر کے لیے اس مرتدہ سے استمتاع یعنی جماع اور اس کے
دواعی مثل تقبیل و لمس بالشہوۃ وغیرہ کو جائز نہ کہا جائے کیونکہ آیت کریمہ لا تنکحوا
المشرکات حتی یؤمن سے کافر عورتوں کے ساتھ نکاح اور استمتاع کا حرام ہونا
ظاہر ہے اور اس پر اجماع بھی ہے اور کتابیہ کا استثناء جو آیت والمحصنٰت من
الذین اوتوا الکتاب میں وارد ہوا ہے اس سے کتابیہ اصلیہ مراد ہے وہ
مرتدہ اس میں داخل نہیں جس نے اہل کتاب کا مذہب اختیار کر لیا ہو اور قول مذکور
پر بقاء نکاح سے یہ لازم نہیں آتا کہ حالت کفر میں صحبت و جماع و دواعی بھی جائز
رہیں۔ فقہ میں ایسے نظائر موجود ہیں کہ باوجود صحت نکاح و بقاء نکاح کے جماع و

۱؎ اسی طرح روایت نوادر یعنی استرقاق کی صورت میں بھی گو تجدید نکاح خاوند کا اس پر ہو جائے
گا لیکن استمتاع جائز نہ ہوگا جیسا کہ مشرکہ سے باوجود تجدید نکاح کے استمتاع جائز نہیں

دواعی جماع حرام ہوتے ہیں جیسے مرتدہ بالشبہ کہ اُس کا نکاح بدستور سابق قائم ہے
مگر انقضائے عدت تک اُس سے بغیر وطی وغیرہ بالکل حرام ہے۔ اسی طرح حاملہ من الزنا
اگر غیر زانی سے نکاح کرے تو گو نکاح صحیح ہو جاتا ہے مگر شوہر کو صحبت جائز نہیں ہوتی۔

مسئلہ ۲ حلتِ استمتاع کے لیے تجدید اسلام کا شرط ہونا تو آیتِ مذکورہ و اجماع
وغیرہ سے مسئلہ اولیٰ میں ثابت ہو چکا ہے مگر تجدید اسلام کے بعد ظاہر الروایۃ کے موافق
تجدید نکاح بھی ضروری ہے بغیر اس کے استمتاع جائز نہیں۔ مگر مشائخ بلخ کے قول پر
تجدید نکاح شرط نہیں جیسا کہ عبارت شرح فقہ اکبر ص۲۰۳ میں اس کی تصریح گذری
ہے لیکن اس خاص جزو میں ظاہر الروایۃ کو ترک کرنے کی کوئی ضرورت داعی نہیں لہذا
تجدید نکاح کو بھی ضروری کہا جائے گا کہ اسی میں احتیاط ہے۔

مسئلہ ۳ صورتِ مذکورہ میں تجدید نکاح کے لیے انقضائے عدت ضروری نہیں
(کما ہو ظاہر) لیکن تھوڑا سا مہر جو ضروری ہے جو دس درہم سے کم نہ ہو جیسا کہ فتح
القدیر [illegible] وغیرہ کی عبارات گذشتہ سے معلوم ہو چکا ہے اور مہر سابق کا بدستور واجب
فی الذمہ رہنا ظاہر ہی ہے۔ البتہ اگر قبل خلوتِ صحیحہ مرتدہ ہو گئی ہو تو مہر سابق ساقط ہو جاتا ہے

خلاصۂ فتویٰ

بس مجموعے سے خلاصہ اس فتویٰ کا یہ حاصل ہوا کہ عورت بدستور سابق اسی خاوند
کے عقد میں رہے گی کسی دوسرے شخص سے ہرگز نکاح جائز نہیں لیکن جب تک تجدید
اسلام کرکے تجدید نکاح نہ کرے اُس وقت تک اُس کے ساتھ جماع اور دواعی
جماع کو جائز نہ کہا جائے گا۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وهو المستعان وعليه التكلان ولا نعمة بفضله
الذي بعزته وجلاله تتم الصالحات

مجموعہ فتاویٰ مالکیہ

زیرِ نظر مجموعہ میں مدینہ منورہ کے مفتیانِ کرام کے وہ فتاویٰ جمع فرمائے گئے ہیں کہ جن پر بوقت ضرورت کے موقعہ پر حنفی المسلک کو عمل کرنے کی گنجائش ہے۔ اردو میں جو عنوانات قائم کیے گئے ہیں اس کا تعلق اختیار کیے گئے دلائل سے ہے۔

گزشتہ صفحات میں ان عربی رسائل کا اردو میں مفہوم پیش ہو چکا ہے اس لیے اردو ترجمہ کی ضرورت نہیں ہے۔

خورشید حسن قاسمی

بسم الله الرحمن الرحيم

مجموعة الفتاوى المالكيه

(ارباب الفتوى من علماء المدينة المنورة التي وعدنا في التمهيد
ان نلحقها باخر الرسالة مع عدد الروايات التي اخذناها
بتيسير الرجوع الى اصلها)

الاستفتاء :- ما قول سادتنا المالكية اطال بقاءهم ونفع المسلمين بعلومهم في هذه المسائل الآتية -

(۱) امرأة مسلمة فقدت زوجها منذ سنين ولم يتبين امره مع كثرة التفتيش والتفحص هل يجوز لها بعد مضي اربع سنين ان تعتد عدة الوفاة ثم تتزوج بزوج اخر ام لا بد من رفع الامر الى الوالي او الحاكم او جماعة المسلمين ثم تفتيش ذلك المرفوع اليه فاذا يئس يحكم بعد ذلك بانتظارها اربع سنين فان لم يتبين تعتد عدة الوفاة كما يفهم من المدونة ومختصر الخليل وشرحه للدردير اما كيف الحكم.

(۲) هل يلزم حكم الحاكم او حكم جماعة المسلمين بانتظار اربع سنين ام يصح ذلك بدون الحكم ايضا -

(۳) البلاد اسلامية استولى عليها الكفار منذ مدة مديدة وفقدت مسلمة من اهلها زوجها بحيث ليس هناك اي حاكم اسلامي ينفذ الاحكام حسب القوانين الشرعية فكيف السبيل هنالك وفي اي قسم من الاقسام الاربعة المذكورة المقررة في مختصر الخليل يكون عداده وهل يصح للمرأة هنالك بعد مضي اربع سنين ان تعتد عدة الوفاة وتتزوج ام ما سبيلها المعين فقط.

(٤) هل الصورة الثانية للمفقود المذكورة في مختصر الخليل تختص
بامرأة كانت من سكان البلاد الإسلامية فذهب زوجها إلى البلاد الشركية
ففقد هناك أم تشتمل إطلاقه بالبلاد التي استولى عليها الكفار وبالبلاد
الحربية الأصلية أم كيف الأمر –

(٥) المفقود عنها زوجها سواء كانت من البلاد الإسلامية أو الشركية
إذا لم يترك زوجها عندها ما تقتات في غاية من الاحتياج والفاقة أو كانت
بحيث يخشى عليها الفساد بالعزوبة كيف السبيل لها إذا أرادت
التزوج أي إذا طلبها ذلك –

(٦) المفقود عنها زوجها إذا لم يكن عندها النفقة وهي مغتلمة
أو يخشى عليها من الفساد هل يصح تطليقها وفسخ نكاحها من غير حكم
الحاكم الشرعي أم لا بد من الحكم وعلى الثاني كيف يعمل بالبلاد الإسلامية
التي تغلب عليها الكفار أفيدونا   الجزيل –

الجواب

من العلامة سعيد بن صديق الفلاني دامت بركاته مفتي المالكية
بالمدينة المنورة زادها الله شرفاً

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب والله أعلم بالصواب ومنه نرجو الثواب هو أن
نصوص المذهب مطبقة على أن المفقود على ستة أقسام [illegible] متصلة
الأحكام وعلى أن زوجته لا بد لها من الرفع للقاضي أو الوالي أو من
يقوم مقامهما عند عدمهما من ذوي الطمأنينة أو جماعة المسلمين لأنهم
يقومون مقام الحاكم العدل [illegible] ولكن عند وجود الشرعية(?) [illegible]

ترفع الى القاضي فان رفعت لغيره مع التمكن من الرفع له حرم عليها
ذلك وان مضى ما تعلمه انه كان هو الاولى لجماعة المسلمين هذا
ما يظهر من كلام ابي مرخة كما قاله الاجهوري واما لو رفعت لجماعة
المسلمين مع وجود الوالي فالظاهر مضي فعلهم وفي السنهوري وتبعه
اللقاني ان ظاهر كلام خليل ان الثلاثة في مرتبة واحدة الا ان القاضي
اضبط ووجود القاضي او غيره ممن ذكر مع كونه يجور او يأخذ المال
لكثيره بمنزلة عدمه فترفع لجماعة المسلمين من صالحي جيرانها و
عدولهم وغيرهم لانهم كالحاكم عند عدمه وما يفهم من تعبيرهم
بجماعة المسلمين ان الواحد لا يكفي وكذا الاثنان وبه صرح الاجهوري
فعلم انها ان ارادت الفسخ في شان زوجها ووجدت الثلاثة وجب القاضي
فان رفعت لغيره حرم وصح وان رفعت لجماعة المسلمين لم يصح وان
لم يكن قاض خيرت فيهما فان رفعت لجماعة المسلمين صح على
الظاهر وان لم يوجد واحد من الثلاثة رفعت لجماعة المسلمين
واهلها متهم وكذا القضاة والحكام الموليون للاحكام من الكفار المستولين
على بلاد المسلمين لحجز الناس بعضهم عن بعض فقد ادعى بعض اهل المذهب
انه واجب عقلا وان كان باطلا تولية الكافر لهؤلاء القضاة اما بطلب
الرعية له او اقامة لهم الضرورة لذلك فلا يطرح حكمهم بل
ينفذ كما لو ولاهم سلطان مسلم فتمضي احكامهم للضرورة لئلا يبقى هذا
الناس في قبول توليتهم فتضيع الحقوق وفي كتاب الايمان في مسألة الحالف
ليقضين حقك الى اجل اقام شيوخ المكان مقام السلطان عند فقده
فيما يخاف من فوات القضية وعن مطرف وابن الماجشون فيمن خرج

على الإمام وغلب على بلد ولى قاضيا عدلا حكما صحيحا نافذة، وقال ابن
عرفة صحيح ولا قبول الولاية للمتغلب المخالف للإمام.

مفقود الخبر کی بیوی کے فسخ نکاح کا طریقہ کار

(وفقط روایت من اما المفقود سے بعد تمام الکشف کے)

جو جنہ نخوف تعطيل الاحكام . واما المفقود في بلاد الاسلام
فقد عرفه ابن عرفة بقوله هو من انقطع خبره ممكن الكشف عنه فالا
سير ونحوه ممن لا يمكن الكشف عنه لا يسمى مفقودا في اصطلاح
الفقهاء، فالمفقود في بلاد الاسلام في غير مجاعة ولا وباء ان لم ترض
زوجته بالصبر الى قدومه فلها ان ترفع امرها الى الخليفة او القاضي
او من يقوم مقامهما فاعد مرسلا ليتفحصوا عن حال زوجها بعد
ان تثبت الزوجية وغيبة الزوج والمقام في العصمة الى الآن واذا ثبت
ذلك عنده كتابا مشتملا على اسمه ونسبه وصفته الى حاكم
البلد الذي يظن وجوده فيه وان لم يظن وجوده في بلد بعينه كتب الى
البلد الجامع ويشترط ابن ناجي ان اجرة الرسول الذي يفحص عن
المفقود على الزوجة فاذا انتهى الكشف ورجع اليه الرسول ولم يخبره
بعد عدم وقوفه على الخبر لو جب ان يضرب له اجل اربع سنين للحر ونصفها
للعبد وهذا التحديد فيهن لسنة الفعل عمر بن الخطاب واجمع عليه
الصحابة ومحل التاجيل المذكور ان كان للمفقود مال تنفق منه
امرأته في الاجل ويزاد على ذلك عدم خشيتها الزنا والا وطى شدة ضرر
ترك الوطى اذا خشيت الزنا او تعذر انفاقها او سقطت النفقة عن زوجها

يلزمها الاستنظار وان اسقطت عنه حقها في الوطء لا يلزمها ولها ان
ترجع فيه وايضا النفقة يمكن تحصيلها من غير الزوج بسلف ونحوه
بخلاف الوطء وان دامت النفقة ولم تخش الفتنة فيؤجل الاجل
المذكور من يوم ترفع ذلك للحاكم ويرسل في النواحي للكشف عنه ولا
يضرب له الاجل بمجرد الرفع بل بعد تمام الكشف. والى جميع ما سبق
اشار خليل بقوله ولزوجة المفقود الرفع للقاضي والوالي ووالي الماء
والا فلجماعة المسلمين فيؤجل الحر اربع سنين ان دامت نفقتها والعبد
نصفها من العجز عن خبره ثم اعتدت كالوفاة وهي اربعة اشهر وعشر
للحرة وشهران وخمس ليال مع ايامها ان كانت رقيقة ويلزمها ما
يلزم المتوفى عنها من الاحداد زمن عدتها ولا نفقة لها في زمن عدتها
واما في مدة التاجيل فلتنفق من مال الزوج والى ذلك اشار خليل بقوله
وسقطت بها النفقة وليس لها البقاء بعد انقضاء العدة في عصمة المفقود
لانها ابيحت لغيره ولا حجة لها في انه ان مات قد ملك ارثها على حكم
الفراق حتى تظهر حياته اذ لو مات بعد العدة لم يوقف له ارث منها
واما ان لم يكن له مال فلها التطليق عليه بالاعسار من غير تاجيل لكن
بعد اثبات ما تقدم وتزيد اثبات العدم واستحقاقها النفقة وتحلف
مع البينة الشاهدة لها انها لم تقبض منه نفقة هذه المدة ولا اسقطتها
عنه وبعد ذلك يمكنها الحاكم من تطليق نفسها بان توقعه ويحكم به
او يوقعه الحاكم.

غائب غیر مفقود کی بیوی کے فسخ نکاح کا طریقہ

روایت علا رند اما زوجة منفقود فانها التطليق بمثل المفقود
ومن علم موضعه وشكت زوجته عدم النفقة يرسل اليه الحاكم
اما ان تحضر او ترسل نفقة او تطلقها والا طلقها الحاكم عليه ولو كان
حاضرا وعدمت النفقة ثم بعد الطلاق تعتد عدة الطلاق ثلاثة
اقراء للحرة وقرئين للامة فيمن تحيض والا فثلاثة اشهر للحرة والزوجة
الامة لاستوائهما في الاشهر - اما زوجة مفقود ارض الشرك ومثلها
زوجة الاسير فانهما يبقيان لانقضاء مدة التعمير واولى ما لهما اختلف
في قدرها فقيل سبعون سنة وهو قول الامام مالك وابن القاسم واشهب
قال القاضي عبد الوهاب وهو الصحيح وقيل ثمانون سنة وحكم بخمس و
سبعين سنة والنساء لا يضرب لهما اجل كزوجة مفقود ارض الاسلام
فتعتد بعد الكشف عن زوجها ومحل بقائهما ان دامت نفقتهما لغيرها
والا فلهما التطليق واما زوجة المفقود في القتال الواقع بين المسلمين
والكفار فانها تعتد بعد مضي سنة كاملة بعد الفحص عن حاله وا
اما زوجة المفقود في معترك المسلمين فتعتد بعد الفراغ من القتال والا
سنته ما في الكشف عنه ثم يضرب له اجل لانه يحمل امره على
الموت ولذلك يقسم ماله حين شروعها في العدة اذا لو شهدت البينة
على انه خرج من الجيش ولم تر له اثر في المعترك فانه يكون كالمفقود
في بلاد المسلمين يجري في زوجته ما تقدم واما زوجة المفقود في زمن
المجاعة او الوباء او الكبة او السعال فتعتد بعد ذهاب ذلك المرض

وبقى من شك فى حاله هل فقد فى بلاد المسلمين او الكفار ونص فى
حالة قال الاجهورى وينبغى العمل بالاحوط فتعامل زوجة معاملة
مفقود ارض الشرك بخلاف من سافر فى البحر فانقطع خبره فسبيله
سبيل المفقود الا ان يكون فقد فى شدة ريح وانسر اكب فى المرسى ولم
يتبين له خبر فيحكم بموت لغلبة الظن بغرقه هذا ملخص احكام
المفقود باقلام حرر [illegible] فى جمادى الاولى سنة [illegible] سعيد بن صديق
احسن الله اليه فى الثانية والاخرة ومن عليه وعلى المسلمين بحسن الخاتمة

الجواب

من العلامة الفاهاشم رحمه الله تعالى مفتى المالكية بالمدينة
المنورة زادها الله تعالى شرفا

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لمستحقه والتمام الصلوة والتسليم على خير خلقه واله و
صحبه وتابع ما وصى

اما السؤال الاول عن مسلمة فقدت زوجها سنين وبولغ فى التفتيش
عنه ليتبين فلم يتبين ذلك ولم يظهر بالاظهر امر مالك فجوابه اذا
كان الفقد فى ارض الاسلام ولم له مال ينفق منه على زوجته المتروكة
فى المقام فهو ما فى الموطا والمدونة وغيرهما عن مالك عن يحيى بن
سعيد ان عمر بن الخطاب قال ايما امرأة فقدت زوجها فلم تدر اين
هو فانها تنتظر اربع سنين ثم تعتد اربعة اشهر وعشرا ثم تحل و
عن ابن وهب ان عمر عمل بذلك ورواه الائمة مالك والشافعى
واحمد وابن ابى شيبة والبيهقى والدارقطنى عن عمر وعثمان وعلى وابن

عباس وابن الزبير رضي الله عنهم

وقال مالك ينفق على امرأة المفقود من ماله في الاربع سنين
لا في العدة وقال لا يقسم ميراث هذا المفقود حتى يأتي موته او يبلغ من
الزمان ما لا يحيى مثله وهو سبعون او خمس وسبعون او ثمانون
ذكره الشيخ خليل وغيره وفي هذا قال الناظم محمد ابن عاصم في تحفة
الاحكام ومن بارض المسلمين يفتقد فاربع السنين الامد وباعتداد
الزوجة الحكم جرى بعدها والمال فيه عمرا وقول السائل هل تعتد
لنفسها بعد الاربعة الاعوام عدة ام لابد ان ترفع امرها للحكام
او جماعة الاسلام فجوابه ما في مدونة سحنون قلت ارايت امرأة
المفقود اتعتد اربع سنين في قول مالك بغير ان يجعل عنه وبعد
الياس منه ضرب اربع سنين وفي مختصر الشيخ الخليل المالكي وشروحه
وحواشيه ان لزوجة المفقود الرفع للقاضي والوالي ووالي الماء اي جابي
الزكاة والا فلجماعة المسلمين قيل انهم ثلاثة من الصلحاء او واحد
عدل عارف يرجع اليه في المهمات واما امرأة مفقود ارض الشرك
والاسير فلا يورث مالهما ولا تنكح زوجهما الا بعد التعمير

وفي حاشية العدوي على الرسالة ان زوجة مفقود ارض الشرك
وزوجة الاسير تبقيان مدة التعمير لتعذر الكشف عن زوجهما ان
دامت نفقتهما والا فلهما التطليق كما اذا خشيتا على انفسهما الزنا
ومثله في شروح المختصر وفيها اعتاق ام ولده لعدمها النفقة
ايضا دفعا للضرر او تزوج بمن ينفق عليها وفي هذا قال الناظم
محمد بن عاصم

وحكم مفقود بارض الكفر في غير حرب حكم من الاسير تعمير في
المال والفراق ممتنع عابقي او نفاق . اما المفقود في حرب المسلمين
مع بعضهم فيورث ماله وتعتد زوجته عدة الوفاة بعد انفصال الصفين
ورجوع الغير الى البلد وفي ذلك قال الناظم محمد بن عاصم وحكم
مفقود بارض الفتن في المال والزوجة حكم من فني مع التلوم لاهل
ملحمته بقدر ما تنصرف المنهزمة واما المفقود في حرب المسلمين
الكفار فتعتد زوجته عدة الوفاة ويقسم ما عنده من المتركات
بعد سنة وشيء من الانتظار في ذلك قال الناظم محمد ابن عاصم
وان يكن في الحرب فالمشهور في ماله والزوجة التعمير وفيه اقوال
لهم معينة . اصحها القول بسبعين سنة . وقد اتى القول بضرب عام
من حين ياس منه لا القيام . ويقسم المال . اما السؤال الثاني وهو هل
يلزم حكم الحاكم او جماعة المسلمين بانتظار اربع سنين او يصح
بان حكم من مذكورين فجوابه ما في شرح الدردير وحاشيته ان رفعها امرها
للقاضي يجب فان رفعت لوالي او الى الماء او الجابي للزكاة مع وجود
القاضي حرم عليها ذلك وصح الحكم وان رفعت لجماعة المسلمين
مع وجود القاضي بطل الحكم وان لم يوجد قاض خيرت في الرفع للوالي
او الساعي فان رفعت لجماعة المسلمين مع وجودهما فالظاهر الصحة
اما ان كانوا جائرين باخذ مال منها فلها ان يكشفوا لها عن حال زوجها
فلها الرفع لجماعة المسلمين اما اجرة المبحوث لطلب الزوج فقيل على
الزوجة وقيل على بيت المال وقيل ان كان ثالث فعليها بيت المال .
وعند الحنابلة لا يفتقر في ضرب المدة الى حاكم البلد اه

فائدة من المنقول عنه زائدة عند الحنفية لا تطلق زوجة المفقود
ولا يورث ماله الا بعد مضي التعمير مائة وعشرين وتسعين او ثمانين او سبعين
او ستين او برأي حاكم المسلمين وعند الحنابلة ان كان ظاهر غيبته
السلامة لا تطلق امرأته ولا تورث تركته الا بعد تسعين سنة وان
كان ظاهرها الهلاك فبعد اربع سنين عند الشافعية في قول الشافعي
القديم تطلق بعد اربع سنين ويورث بعد مدة لا يعيش لى مثلها وفي
الجديد لا تطلق ولا تورث الا بعد ثبوت موته او طلاقه لما رواه الشافعي
عن علي رضي الله عنه امرأة المفقود ابتليت فلتصبر حتى ياتي يقين موته
ولحديث امرأة المفقود امرأته حتى ياتيها البيان رواه الدارقطني
والبيهقي عن المغيرة ابن شعبة لكن الشافعية والحنابلة كالمالكية
في جواز تطليقها بعد النفقة -

واما السوال الثالث عن مسلمة فقدت زوجها في بلاد اسلامية
استولى الكافر عليها وحازها وليس هناك حاكم اسلامي كيف تفعل
اذا ارادت زواجها فجوابه ما في شرح اقرب المسالك للدردير ان زوجة
المفقود في ارض الاسلام تعتد عدة وفاة ان رفعت امرها للحاكم ان
كان ثم حاكم او لجماعة المسلمين عند عدمه ولو حكما قال كما في
زماننا بمصر اذ لا حاكم فيها شرعي فيكفي الواحد من جماعة المسلمين ان
كان عدلا عارفا شانه ان يرجع اليه في مهمات الامور بين الناس
او مطلق واحد وعند الحنابلة لا تفتقر امرأة المفقود الى حكم حاكم
العدة كما في كشاف القناع وشرح المنتهى للشيخ منصور الحنبلي في قول
السائل رف اي قسم للمفقود يكون هذا جوابه انه من الفقد في بلاد الاسلام

ان کانت شاذرة فيما تقدم وفي حاشية الصاوي والدسوقي ان بلدوا د سلوم رونسير بار حرب باخذ الكفار لها بالقهر مادامت شعائر الاسلام قائمة بها وعليه يكون اعتدادها عدة الوفاة بعد اربع سنين وانتهاء التفتيشات ويختص حكم المفقود بزوجته الساكنة في بلاد الاسلام او في التي استولى عليها الكفار مع اقامة شعائر الاسلام فيها بين الانام واما الساكنة في البلاد الحربية الاصلية فلا موالاة لنا معها في امورها بالكلية ۔

اما السوال الرابع عن فسخ نكاح المفقود بعد ما لنفقة في زمن التربص والتعود فجوابه ما في شرح الدردير وعبد الباقي والخرشي وغيرها ان المفقود انما يؤجل ان قدرت له دامت نفقتها والا طلقت عليه بعدم النفقة وقضى صلى الله عليه وسلم في الرجل لا يجد ما ينفق على امرأته بان يفرق بينهما رواه الدارقطني وذكره مالك والشافعي وعلماء الحنابلة عن سعيد ابن المسيب واخرون ذلك من السنة وعلى ذلك المالكية والشافعية والحنابلة واستحسن متاخرو الحنفية مذهب على حنفي يحكم بذلك للمتروكة في حضور الزوج كما ذكره صدر الشريعة والكواكبي وابن عابدين رحمهم اللہ۔

زوجہ مفقود کے نان ونفقہ کے مطالبہ کی وجہ سے فسخ نکاح

مروایت مثل نخوف الزنا اما السوال الخامس عن فسخ نکاح امرأة المفقود بخشية الفساد والزنا فجوابه ما في حاشية العدوي على الرسالة والصاوي على اقرب المسالك وشرحه الدردير ان ضرب الرجل للمرأة

المفقود انما هو اذا دامت نفقتها من ماله ولم تخش العنت والزنا
والا فلها التطليق بعدم النفقة او لخوف الزنا اهـ اما السؤال السادس
وهو هل يصح تطليقها او الفسخ بغيرهما كمرض وكيف العمل في ذلك.

فقيل لمالك أتعتد بعد الاربع سنين اربعة اشهر وعشرا عدة الوفاة
من غير ان يأمرها السلطان بذلك فقال نعم ما لها وللسلطان في
الاربعة الاشهر وعشر التي هي عدة ونص المختصر وتزوجة
المفقود شرح ومن غاب في بلاد الاسلام وانقطع خبره وامكن الكشف
عنه فالرفع للقاضي والوالي ووالي الماء اي وحاكم البدو والى المياه الساعي لجلب
الزكوات والا فلجماعة المسلمين من صالحي بلدها ثم ولها عدم
الرفع والبقاء في عصمته حتى يتضح امره ثم يؤجل الحر اربع سنين
ان دامت نفقتها من ماله فان لم تدم نفقتها فلها التطليق بلا تأجيل و
كذا ان خشيت على نفسها الفساد من بقائها بغيره ان كان لعدم النفقة
فان الزوجة تثبت بشاهدين ان فلانا زوجها وغاب عنها ولم يترك
لها نفقة ولا وكيلا بها ولا اسقطتها عنه وتحلف على ذلك فيقول الحاكم
فسخت نكاحه او طلقتك منه او يأمرها بذلك ثم يحكم به وهذا
بعد التلوم بنحو شهر او باجتهاده عند المالكية وفورا او بعد ثلاثة ايام عند
الحنابلة وبعد ثلاثة ايام عند الشافعية وان كان لخوفها الزنا وتعرضها
بعدم الوطي والتامع وجود النفقة والغنا فبعد صبرها سنة فاكثر عند
رجال المالكية وبعد ستة اشهر عند الحنابلة. وفقنا الله الى الاعمال
الزكية.

العبد الفقير محمد القاسم الشمري

الجواب

من العلامة محمد طيب بن اسحق الانصاري دامت بركاته المالكي

المدرس بالمسجد النبوي على صاحبها الصلوة والسلام

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله والصلوة والسلام على رسوله وآله اما بعد فالجواب
عن المسئلة الاولى هو ما فهمتم لا زلتم من اهل الفهم من المدونة
ومختصر الشيخ خليل من ان المفقود عنها زوجها لا بد لها من احدى
امرين اما ان ترضى المقام مع زوجها المفقود وتريد المفارقة فان
ارادتها فلا بد لها من رفع امرها اما الى القاضي والى الوالي او الى والى
الماء وان لم يوجدوا فالى جماعة المسلمين من صالحي بلدها وجيرانها
واما انها تعتد وتتزوج برجل آخر من غير رفع امرها الى القاضي او قائم
بحليته وجواز لما فيه مما لا يخفى من الفساد نص المدونة قلت
اى قال سحنون لابن القاسم رأيت امرأة المفقود اتعتد اربع سنين في
قول مالك بغير امر السلطان قال قال مالك لا قال مالك وان اقامت
عشرين سنة ثم رفعت امرها الى السلطان نظر فيها وكتب الى موضعه
الذي خرج اليه فان يئس منه ضرب لها من تلك الساعة اربع سنين -
اقرب المسالك وكتب الثانية ان الفسخ بعدم النفقة ونحوها
انما يكون بحكم الحاكم والمحكوم ان لم يكن حاكم فجماعة المسلمين
العدول يقومون مقامه في ذلك وفي كل امر يتعذر فيه الوصول الى الحاكم
العادل والواحد منهم كاف ان كان عدلا عارفا يرجع اليه في المهمات
عمر الله بخير في الحياة وبعد الممات وصلى الله عليه وسلم علينا

والمعجزات والكرامات اهـ

العبد الفقير محمد الشهير بالفاهاشمي بن احمد زروق تابع الرحمان

في عناية الصمد الباقي - طريق تطليق زوجة المفقود الغائب الذي تعذر

الوصول اليه او ارسال اليه فتعذر من خبره شيئا حدث كالوفاة وسقطت

بها النفقة ، ودليل ذلك ما رواه مالك عن يحيى بن سعيد عن سعيد بن

المسيب عن عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه انه قال ايما امرأة فقدت

زوجها ولم تدر اين هو فانها تنتظر اربع سنين ثم تعتد اربعة اشهر

عشرا ثم تحل وما روى ابن وهب عن عبد الجبار عن ابن شهاب ان

عمر بن الخطاب رضي الله سبحانه وتعالى عنه ضرب المفقود من

يوم جلده اربع سنين ثم امرها ان تعتد عدة المتوفى عنها زوجها

ثم تصنع في نفسها ما شاءت اذا انقضت عدتها وفي الحديث لا ضرر ولا ضرار

اما المسألة الثانية فجوابه يعلم مما قبلها وهو قول مالك

وممن قال له اتعتد الاربع سنين بغير امر السلطان ونص القاضي

ابن فرحون في كتابه تبصرة الاحكام في اصول الاقضية ومناهج الاحكام

في فصل ما يفتقر الى حكم الحاكم على ان التطليق على الغائب وغيرهما

لا بد فيه من حكم الحاكم

واما المسألة الثالثة فجوابها والله اعلم ان المرأة المسلمة التي

فقدت زوجها في بلد استولت عليها الكفار مدة مديدة كما في معركة

الشام والهند تعتد اربع سنين ثم تعتد عدة وفاة اربعة اشهر وعشرا

لان زوجها يكون في عداد القسم الاول من اقسام المفقود لانهم عرفوه

بانه من غاب وانقطع خبره ولا يمكن الكشف عنه وعرفوا القسم الثاني

وهو المفقود في ارض الحرب بانه من غاب وانقطع خبره ولم يمكن
الكشف عنه لانه فقد في ارض الحرب اما البلاد المذكورة وان كان
حاكمها كافرا فلا تكون كارض حرب من كل وجه لوجود قضاة
فيها وولاة لهم وامكان الكشف عنه فاتضح بهذا ان حكمها حكم
من فقدت ببلاد الاسلام فلا تنتظر بها التعمير۔

واما المسئلة الرابعة فيعلم جوابها مما قبلها ايضاً وهو انه لا فرق
بين المفقود في ارض الاسلام وبين المفقود في البلاد المستعمرة لما قدمنا
من وجود قضاة المسلمين فيها وولاة بها وامكان الكشف فعلى هذا
لا تختص الصورة الثانية المذكورة في مختصر بالمسلمة الكائنة في
بلاد الاسلام بل تشمل من كانت في البلاد المستعمرة للكفار لما قدمنا
ان المراد بالشركية البلاد الحربية التي لا يمكن للمسلم الوصول
اليها فلا تتمكن القضاة من التفتيش فيها لا مطلق البلاد الكفرية
لا سيما تكون سلمية او ذمية واما القاضي بالبلاد التركية الحربية
فحكمها في زوجها حكم المسلمين فيفتديها الامام من بيت
المال ان كان والا فمن ماله بالفداء والا فعلى جميع المسلمين۔

نان ونفقہ کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے مطالبۂ تفریق

ان المفقود سے لے کر توڑ تک

واما المسئلة الخامسة فجوابها ان المفقود عنها اذا لم يترك
لها نفقة واحتاجت غاية الاحتياج او خافت على نفسها الفساد
ان لها التطليق بلا تاجيل كما هو مفهوم الشرط في قول الشيخ خليل

في مسئلة المفقود تؤجل اربع سنين ان دامت نفقتها وقال شراحه
قالوا فان لم تدم نفقتها او خشيت الفساد فلها التطليق بلا تاجيل
فترفع امرها الى الحاكم وتثبت عدم النفقة وزوجيتها ثم بعد ثبوت
ذلك فاما ان يطلق الحاكم بنفسه او يامرها بالتطليق وهو قول الشيخ
خليل فهل يطلق الحاكم او يامرها به قولان

واما ارادة اهلها تزويجها فلا عبرة به ما لم تطلب الزواج بنفسها
الا ان يكون سفيهة فيقوم وليها مقامها اذا تحقق له بضرورتها
واما المسئلة السادسة فجوابها انه لا يحل لمن لم يكن عندها
نفقة او من خشيت الفساد من النساء ان تطلق نفسها قبل ثبوت عذرها
عند الحاكم سواء عدم النفقة او خشية الفساد لما تقدم من الجواب
عن المسئلة الاولى من جواب مالك وما تقدم في الجواب عن المسئلة
الثانية وهو قول قاضي المدينة ابن فرحون في تبصرته ان التطليق على
الغائبين وغيرهم مما يفتقر الى حكم الحاكم فلا بد من ثبوت عذرها
عند الحاكم فاما ان يطلق الحاكم واما ان يامرها بتطليق نفسها وهو
قولان مشهوران لكن القول الثاني اقوى لقول رسول الله صلى الله عليه
وسلم لبريرة لما عتقت انت املك بنفسك ان شئت اقمت مع زوجك
وان شئت فارقتيه ولما قررتم على الثاني كيف يعمل في الجواب عنها
ان احكام قضاة زمننا نافذة ماضية وان كانت لم تخل الصادرة
من الكثير باطلة وبهذا افتى الامام ابو عبد الله القوري لما سئل
عن احكام قضاة زمنه من قبيلة من عند قاضيها او شهود عدولها
فاجاب جوابا طويلا الى ان قال واما المرتبة الثالثة وهو تولية الكافر

للقضاة والامناء لحجز الناس بعضهم عن بعض فقد ادعى بعض اهل
المذهب انه واجب عقلا وان حكمه باطلة وتوليته الكافر لهذا الغرض من
مأذون بطلب الرعية او اقامته لهم لذلك فلا يظهر حكمة ويشق
كما لو ولاه سلطان مسلم وفي كتاب الايمان في مسألة العالم الضعيف
ونقل الى ابن القاسم شيوخ المذهب مقام السلطان عند فقده لانه يخاف
من فوات القضية وعن مطرف وابن الماجشون فيمن خرج على الامام
وتغلب على بلد فولى قاضيا عدلا فاحكامه نافذة انتهى وفي كتاب
بيان وجوب الهجرة للشيخ عثمان فودي الفلاني المالكي ما نصه وتوليه
الكافر للقاضي باطلة ومع ذلك لا يقدح في تنفيذ احكامه اذ حجز
الناس بعضهم عن بعض واجب وفي ذلك يقول الناظم

توليه الكافر للقضاة باطلة والحكم ذو انفاذ لان الحجز للناس
بعضهم على بعض محتم كما

قلت اذا اجرا المسلمون التحكيم فهو بمنزلة جماعة المسلمين
فقد تقدم ان المفقود زوجها ترفع امرها للقاضي او للوالي وان لم يوجد
فلجماعة المسلمين والحمد لله وصلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم.

مصر

امر بكتابته

محمد الطيب بن اسحق الانصاري

الاستفتاء من العلماء المالكية ثانيا

ما قولكم رحمكم الله تعالى فيما اذا رجع المفقود او ظهر الحسرا
الذي تمت عدة فسخ نكاحه فهل ترد اليه زوجته ام لا-

بين من ذكر على المقرر المعتبر شرعاً كالمعتاد المفقود او المعسر او طالع
المتعنت فما حكم المرأة حينئذ (٢) عن عبارة بعض الشراح في ان
الفسخ او التطليق المذكورين يكون للحاكم او لجماعة المسلمين عند عدمه
حساً او اعتباراً وان واحد منهم كان اذا كان عدلاً عارفاً يرجع اليه
في المهمات ومن هو الذي يرجع اليه في المهمات (٣) ما حكم زوجة العنين
من حيث بيان مدة التأجيل وكيفية التفريق اذا انقضى الاجل وابى
الزوج (٤) ما حكم زوجة المجنون كذلك .

الجواب

لما كانت تلك العبارات الموردة المسرودة ليست مقصودة ومفهومة
في الاجابة الا من ناحيتها والتوصل منها الى معرفة الحكم وكان غيرها
افصح واصح اعرضت عن التعرض لبيان مؤديها وما يقتضيه فجوابها اكتفيت
بذكر الاجوبة الآتية متحريا مقابها ومعانيها الحقيقية بقولي تعالى (وجه الاول)

اذا فسخ النكاح على الوجه المقرر المعتبر شرعاً في حق من ذكر من عادم المفقود
او المعسر او طالع المتعنت فان كان ذلك في العدة رجعت الزوجة
لزوجها مطلقاً لكون الطلاق رجعياً لم تحصل فيه العصمة حسب القاعدة
المقررة من ان كل طلاق اوقعه الحاكم فهو بائن الا طلاق المولي والمعسر
وسواء اوقعه الحاكم بالفعل او جماعة المسلمين او امرا ما به على حسب
ما يأتي ولكن لا تحل له الرجعة ان وجد في العدة يساراً يقوم بواجب
مثلها الذي هل المعسر والغائب المطلقة عليه من اجل النفقة من باب
اولى كما سيبين بك بعد في ذا حكاية التفريق لخصوص الغيبة لا لانقطاع
النفقة ولا تصرف فيه .. وان وجد بعد انقضاء العدة ما لم يدخل الثاني

المستفاد من قول خليل وقدر طلاق يتحقق بدخول الثاني وتفريع الزرقاني
عليه بقوله فان جاء الاول قبل دخول الثاني كان احق بها۔ واذا كان
الغائب مشهوداً عليه بالموت فتقدم او ثبت حياته او طلقت زوجته لانقطاع
النفقة ثم تبين استمرارها في حياته المسرتين لا تفوت بدخول الثاني بل
ترجع للاول ولو ولدت الاولاد وهو معنى قول خليل في المنعي لها زوجها على
الزرقاني عليه مصوراً لها بقوله من شهدت بينة بموته فتزوجت ثم
قدم فلا تفوت بدخوله كما يفيده قوله يعني خليلاً في الاستحقاق كشهود
بموته وفي الفقه ونقض ان ثبت كذبهم كحياة من قتل وقوله والمطلقة
لعدم النفقة ثم ظهر اسقاطها المعطوفة والمعطوف عليها المسائل المشتركة
في الحكم المعبر به عليها بقوله فلا تفوت بدخول ونص الزرقاني
لها بقوله بان اقام بينة انه كان يرسلها اليها وانها وصلتها
او انه تركها عندها فتبين لها دخول الثاني وتأييد الباقي ذلك ننقل
فلا نرى العراق ونصه وربما مسئلة المطلقة لعدم النفقة فقال ابن
عبد الرحمن ان ثبت بعد قدومه تركها لها ردت له ولو دخل بها
متزوجها كما ذكره

عدم نفقہ کی وجہ سے فسخ نکاح کا مطالبہ

عن ابن عرفة عن ابن يونس ومثله اقرب المسالك بقوله بخلاف
المنعي لها زوجها والمطلقة لعدم النفقة ثم ظهر سقوطها يعني فلا تفوت
بدخول ثان كما صرح به في اخر النظائر ومثله المجموع بقوله وان نعي
لها ثم تبين الكذب او طلق عليه لعدم النفقة ثم تبين اسقاطها لم تفت

الطلاق عليه بائن وعليه فلا رجعة له حيث لا نص صريح فى المسئلة

كما تقدم والله اعلم۔

الجواب

من العلامة سعيد بن صديق الفلاتى متعنا الله تعالى بعلومه

بسم الله الرحمن الرحيم

ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم سبحانك لا علم لنا الا

ما علمتنا انك انت العليم الحكيم اما الصلوة واتم التسليم على سيدنا

محمد الهادى الحليم وعلى آله وصحبه ولاقى ربه بقلب سليم اما الجواب

عن امرأة المفقود فى موطا امام دار الهجرة ونجم السنة مالك بن انس

عليه رحمة رب الانس والجنة باب فى عدة التى تفقد زوجها حدثنى

يحيى عن مالك عن يحيى بن سعيد عن سعيد بن المسيب ان عمر بن

الخطاب قال ايما امرأة فقدت زوجها فلم تدر اين هو فانها تنتظر

اربع سنين ثم تعتد اربعة اشهر وعشرا ثم تحل قال مالك وان تزوجت

بعد انقضاء عدتها فدخل بها زوجها او لم يدخل بها فلا سبيل لزوجها

الاول اليها قال وذلك الامر عندنا وان ادركها زوجها قبل ان تتزوج

فهو احق بها قال مالك ادركت الناس ينكرون الذى قال بعض الناس عمر

بن الخطاب انه قال يخير زوجها الاول اذا جاء فى صداقها او فى امرأته

قال مالك وبلغنى ان عمر بن الخطاب قال فى المرأة يطلقها زوجها وهو

غائب عنها ثم يراجعها فلا يبلغها رجعته وقد بلغها الطلاق اياها فتزوجت

انها اذا دخل بها زوجها الآخر او لم يدخل بها فلا سبيل لزوجها

الاول الذى كان طلقها اليها قال مالك وهذا احب ما سمعت الى فى

هذا في المفقود في العدة في باب المفقود قلت أرأيت امرأة ينعى لها
زوجها فتعتد ثم تتزوج وامرأة يطلقها زوجها فتعلم بالطلاق
ثم يراجعها في العدة وقد غاب زوجها ولم تعلم بالرجعة حتى تنقضي
العدة فتتزوج وامرأة المفقود تعتد أربع سنين بأمر السلطان ثم أربعة
أشهر وعشرا فتنكح هؤلاء عند مالك تحملهن محمل واحد قال
لا، أما التي ينعى لها زوجها فهذه يفرق بينها وبين زوجها الثاني وترد إلى
زوجها الأول بعد الاستبراء بثلاث حيض وإن ولدت منه أولادا وأما امرأة
المفقود التي طلقت ولم تعلم بالرجعة فإنه قد كان مالك يقول مرة
إذا تزوجتا ولم يدخل بهما أزواجهما فلا سبيل لأزواجهما إليهما
ثم إن مالكا وقف قبل موته بعام أو نحوه في امرأة المطلق إذا أتى زوجها
الأول ولم يدخل بها زوجها الآخر فقال مالك زوجها الأول أحق بها
قال وسمعت منه في المفقود أنه قال هو أحق بها ما لم يدخل بها زوجها
الثاني وأنا أرى فيهما جميعا أن أزواجهما إذا أدركوهما قبل أن يدخل
بهما أزواجهما هؤلاء الآخرون فالأولون أحق وإن دخلوا فالآخرون
وقال أشهب مثل قوله واحتج بما احتج به وقال المغيرة وغيره بقول مالك
الأول وقالوا لا تصير امرأة زوجين تورث زوجا ثم ترجع إلى زوج
غيره وقال وليس استحلال الفرج بعد الأعذار من السلطان بمنزلة
عقد النكاح وقد جاء زوجها ولم يطلق ولم يمت قلت أرأيت إن قدم
زوجها بعد الأربع سنين وبعد الأربعة أشهر وعشر أترد إليه في قول
مالك ويكون أحق بها قال نعم قلت أفتكون عنده على تطليقتين
قال لا ولكنها عنده على ثلاث تطليقات عند مالك وإنما تكون

على تطليقتين اذا هي رجعت اليه بعد زوج قلت ارأيت المفقود اذا ضرب
السلطان لامرأته اربع سنين ثم اعتدت اربعة اشهر وعشرا ايكون هذا
الفراق تطليقة ام لا قال ان تزوجت ودخل بها فهي تطليقة قلت
فان تزوجت بعد الاربعة الاشهر وعشر ثم جاء موته مات بعد
الاربعة الاشهر وعشرا اترثه ام لا قال ان انكشف ان موته بعد
نكاحها قبل دخوله بها ورثت زوجها الاول لانه مات فهو احق
بها فهو كمجيئه ان لو جاء ولو علم انه حي فرق بينه وبين الآخر
واعتدت من الاول من يوم مات لان عصمة الاول لم يسقط وانها
تسقط بدخول الآخر بها فلذلك لو مات الزوج الآخر قبل دخوله
بها فورثته ثم انكشف ان الزوج الاول مات بعده او قبله وبعد
نكاحه اياها كانت المرأة الاول ترثه بطل ميراثها من الزوج الآخر وردت
الى الاول ان كان حيا واخذت ميراثه ان كان ميتا قلت .

ارأيت امرأة المفقود تعتد اربع سنين في قول مالك بغير امر
السلطان قال قال مالك لا وان اقامت عشرين سنة ثم رفعت امرها
الى السلطان نظر فيها وكتب الى موضعه الذي خرج اليه فان يئس منه
ضرب لها من تلك الساعة اربع سنين فقيل لمالك هل تعتد بعد الاربع
سنين عدة الوفاة اربعة اشهر وعشرا من غير ان يأمرها السلطان بذلك
قال نعم ما لها وللسلطان في الاربعة اشهر وعشر ابعد الاربع سنين قال لا وما عدتها –
وقال مالك يوقف مال المفقود والسلطان ينظر في ذلك ولو قعا
اله ولا يبدأ احد يعنيه ولا يبدؤه وقال ربيعة بن ابي عبد الرحمن
المفقود الذي لا يأتيه سلطان ولا كتاب السلطان قد اضل اهله وامامه

في الارض لا يدرى ابن هو وقد تلوموا الطلب والمسئلة عنه فلم يوجد
فذلك المفقود الذي يضرب له الامام اجلا لامرأته ثم تعتد بعدها
عدة المتوفى عنها فتتزوج فان جاء زوجها في عدتها او بعد العدة ثم لم تنكح
فهو احق بها وان نكحت بعد العدة ودخل بها فلا سبيل له عليها وقال
ابن وهب عن عبد الجبار عن ابن شهاب ان عمر بن الخطاب ضرب المفقود
من يوم جاءته امرأته اربع سنين ثم امرها ان تعتد عدة المتوفى عنها
زوجها ثم تصنع في نفسها ما شائت ان انقضت عدتها وفي خليل في
مختصره ولزوجة المفقود الرفع للقاضي والوالي ووالي الماء والا فلجماعة
المسلمين وظاهره انها تخير في الرفع لاحد الثلاثة والنقل انها حيث
ارادت الرفع ووجدت الثلاثة وجب الرفع للقاضي وان رفعت لغيره
حرم وصح وان رفعت لجماعة المسلمين لم يصح وان لم يوجد قاضي
خيرت فيهما فان رفعت جماعة المسلمين مع وجودهما صح على الظاهر و
جماعة المسلمين هم عدول يجبرونها وغيرهم ولا يقوم كالامام عند
عدمه وذكر ابن عرفة ان عمل قضاة تونس ان الرفع للعدول كالرفع للسلطان
فان تعذر الرفع بالسلطان ونائبه قام من ذكر مقامه وفيه قال ابن الهندي
والمحمد.

شرعی کمیٹی کے افراد کی تعداد کتنی ہو

وصوبه اللخمي بنقل الرفع له على كثير وتعبيرهم بجماعة المسلمين
يقتضي ان الواحد لا يكفي وبه صرح الاجهوري فيؤجل اربع سنين
ان دامت نفقتها من ماله والا تقم نفقتها من ماله فلا   بعده

النفقة بلا تأجيل وكذا ان خشيت على نفسها الزنا فيزاد على دوام نفقتها
عدم خشيتها الزنا وفي مجموع الامير وهل لزوجة المفقود الرفع لقاضي
والوالي ووالي الماء ظاهره ان الثلاثة في مرتبة وان كان القاضي اضبط وهو
ما في الخرشي والا يوجد واحد ممن ذكر فلجماعة المسلمين قال خشية
من صاحبي جيرانها وغيرهما العدول ولا يكفي الاثنان كما في الاجهوري
لان اقل الجمع ثلاث خلافا لما في عبد الباقي والخرشي من كفاية الواحد
وقد رد الاجهوري كفاية الاثنين فضلا عن الواحد فائدة التعليق ان
اقل الجماعة ثلاثة فيؤجل اربع سنين من العجز عن خبره ان دامت نفقته
ولم تخش زنا والا فلها تعجيل الطلاق قال المحشي والا تكن نفقتها بان
لم يكن له مال اصلا او فرغ او دامت وخافت الزنا فلها تعجيل الطلاق
الى ان قال ولها المهر كاملا ولا ترد ما قبضته ان قدم على ما به الفتوى
والاوجه ان كان الصداق مؤجلا لا يحل لانه لم يثبت موته اه قال
ابن الحاجب حكم النائب ولا مال له حاضر حكم العاجز الحاضر فلها
ان تطلق نفسها اه قلت فيجري فيه قول خليل فهل يطلق الحاكم او يامر
ها به ثم يحكم قولان واذا ثبت لها التطليق بذلك فخشية الزنا
اولى لان ضرر ترك الوطء اشد من ضرر عدم النفقة الا ترى ان اسقاط
النفقة يلزمها وان اسقطت حقها في الوطء فلها الرجوع فيه ولان النفقة
يمكن تحصيلها بتسلف وسؤال بخلاف الوطء اه واما الجواب عن
امرأة المعسر الذي لا يجد ما ينفق عليها ففي المدونة قال لنا مالك وكل
من لم يقو على نفقة امرأته فرق بينهما ولم يقل لنا مالك حرة ولا امة
وقال لان الرجل اذا كان معسرا لا يقدر على النفقة فليس لها عليه

النفقة ثم انما لها ان تقيم معه او يطلقها كذلك الحكم فيها قال ابن
وهب عن عبد الرحمن بن ابي الزناد وعبد الجبار عن ابي الزناد انه قال
خاصمت امرأة زوجها الى عمر بن عبد العزيز وانا حاضر في امرته
على المدينة فذكرت له انه لم ينفق عليها فدعاه عمر فقال انفق
والا فرقت بينك وبينها فذكر له عمر ضرب له اجل شهر او شهرين فان
لم ينفق عليها الى ذلك فرقوا بينه وبينها قال ابو الزناد وقال عمر بن
عبد العزيز سل لي سعيد بن المسيب عن امرهما قال فسألته عن امرهما
فقال يضرب له اجل فرقت له من الاجل نحو مما كان وقت له عمر
قال سعيد فان لم ينفق عليها الى ذلك الاجل فرق بينهما ابن وهب
عن مالك وغيره عن سعيد بن المسيب انه كان يقول اذا لم ينفق
الرجل على امرأته انه يفرق بينهما وقال سمعت ... يقول كان
من ادركت يقولون اذا لم ينفق الرجل على امرأته فرق بينهما ابن وهب
عن الليث عن يحيى بن سعيد انه قال اذا تزوج الرجل المرأة ثم عجز عن
نفقتها حتى لم يجد ما ينفق فرق بينهما فان وجد ما ينفق عليها من الخبز
والزيت وغليظ الثياب لم يفرق بينهما وفي شرح بلوغ المرام وقد
اختلف العلماء في هذا الحكم وهو فسخ النكاح عند اعسار الزوج
بالنفقة على اقوال الاول ثبوت الفسخ وهو مذهب علي وعمر وابي
هريرة رضي الله عنهم وجماعة من التابعين ومن الفقهاء ومالك
والشافعي واحمد وبه قال اهل الظاهر مستدلين بحديث [illegible]
والثاني مذهب ابيه الحنفية وهو قول للشافعي انه لا فسخ بالاعسار
بالنفقة مستدلين بقوله تعالى ومن قدر عليه رزقه فلينفق

مما آتاه الله لا يكلف الله نفسا الا ما آتاها فاذا لم يكلف الله النفقة
في هذه الحال فقد ترك ما لا يجب عليه ولا يأثم بتركه فلا يكون سببا
للتفريق بينه وبين سكنه وبابه وان كان ذو عسرة فنظرة الى ميسرة
فهو مأمور بالصبر والاحتساب وقال مالك والشافعي ايضا واحمد في اظهر
رواية ان المرأة اذا تزوجت عالمة باعساره او كان موسرا عند تزوجه
ثم اصابته جائحة فانه لا فسخ لها وفي ابن الحاجب ويثبت لها حق
الفسخ بالعجز عن النفقة الحاضرة لا الماضية حرتين او عبدين او
مختلفين ما لم يكن علمت فقره قبل العقد كما ذكره ميارة في شرح
التحفة فاذا عرفت هذه الاقوال عرفت ان اقربها دليلا اكثرها انا ثلاث
الاول وقد اختلف القائلون بالفسخ في تأجيله بالنفقة فقال مالك يؤجل
شهرا او شهرين وقال الشافعي ثلاثة ايام وقال ابن عرفة وطلقت بالعجز
بها رجعيا اتفاقا وشهر رجعية يسره بنفقتها تصح الرجعة ان
وجد في العدة يسارا يقوم بواجب مثلها او دونه فلا تصح رجعته لان
الطلقة التي اوقعها الحاكم انما كانت لرفع ضرر العجز فلا تصح
رجعته الا اذا زال وذلك بان يجد ما يقدر عليه او لم يطلق عليه
قال ابن عبد السلام ينبغي تقييد ما اطلق بقدرته على ادامته بعد ذلك
وقال عبد الله ابن نوري المالكي في مبادئ التأويل عند آية ومن قدر عليه
رزقه فلينفق مما آتاه الله قال وهذا يفيد ان النفقة ليست مقدرة
شرعا وانما تقدر عادة بحسب المنفق والمنفق عليه ولها الفسخ بطلقة
رجعية ان عجز عن القوت او نفقة[2] ومثلها الزوجة المطلقة في حال

---

(٢) الرواية : كما اشتدوا تعسرون من الامر اما المعسر الى قوله الحساب

غيبة زوجها من الحاكم او جماعة المسلمين لتعلموا اعدامها النفقة
من ماله بان ادعت انه لم يترك لها ما تنفقه ولم يرسل لها ولم
يوكل من ينفق عليها وطلبت الطلاق وحلفت على ذلك فيطلق عليه
الحاكم او يامرها بتطليق نفسها فيحكم به اھ. وفي كتاب جامع الم
سائل الاحكام في قطع الخصام مما تشتد اليه حاجة الحكام للشيخ ابن
ابن خالد المالكي ما نصه السادس في اعلام الغائب فاذا اقامت زوجة
عند القاضي كلفها اثبات الزوجية واثبات غيبته وانه لم يعلموا
انه ترك شيئا ولا احالها به ويؤدون الشهادة في ذلك على عينها
ثم يضرب لها اجلا من شهر في نفقة الحكام زوجة الغائب
حيث اماتت فان زوجها بشهر اجلت فان انصرم الاجل ولم
الرجل حلفت على مثل ما شهدت به الشهود وطلقت نفسها
طلقة رجعية فان قدم موقتها في عدتها فله ارتجاعها وان قدم
بعد لم يكن له عليها سبيل الا ان ترضى بالمقام معه بدون نفقة
وان كانت فقيرة او رضيت بالمقام معه بدون نفقة على ان تنفق
على نفسها من مالها فذلك لها ولا كلام لوليها اذ لو طلقت لم يكن لها
بد من النفقة على نفسها فغير الزوجة اولى لان فيه معرة اھ

عورت کے حقوق سے لاپرواہ سرکش کا حکم

واما المتعنت الممتنع عن الانفاق ففي مجموع الامير بالفسخ
نفقة الحال فلها الفسخ فان لم يثبت عسرة انفق او طلق
والا طلق عليه قال محشيه قوله والا طلق عليه الحاكم من غير

عليه إلا أن يقال إن تطوع بالنفقة قريب لراجعني فقال ابن القاسم لها
أن تفارق لأن الفراق قد وجب لها وقال ابن عبد الرحمن لا مقال لها
لأن سبب الفراق هو عدم النفقة وقد انتفى وهو الذي تقتضيه المدونة ولهم
كما قال ابن المتيطي انظر الحطاب انتهى.

واما السؤال عن حكم زوجة العنين فجوابه ما في المدونة قلت أرأيت
العنين متى يضرب له الأجل من يوم تزوجها أو من يوم ترفعه إلى
السلطان قال من يوم ترفعه إلى السلطان وكذا قال مالك قلت أرأيت
العنين إذا فرق بينهما أيكون أملك بها في العدة قال قال مالك لا يكون
أملك بها في العدة ولا رجعة له عليها قلت أرأيت العنين إذا لم يجامع
امرأته في السنة وفرق بينهما بعد السنة أيكون لها نصف الصداق قال
قال مالك لها الصداق كله كاملا.

قال مالك وبلغني عن سليمان بن يسار أنه قال أجل المعترض عن
أهله سنة ابن القاسم عن مالك عن ابن شهاب عن ابن المسيب أنه
قال إذا دخل الرجل بامرأته فاعترض عنها فإنه يضرب له أجل سنة
فإن استطاع أن يمسها وإلا فرق بينهما ابن وهب قال موسى بن علي وقال
ابن شهاب إن القضاة يقضون في الذي لا يستطيع امرأته يتربص سنة
يبتغي فيها لنفسه فإن قدر في ذلك بأهله فهي امرأته وإن مضت سنة
ولم يمسها فرق بينه وبينها وتقضي القضاة بذلك من حين تناكره
امرأته وتناكره أهلها قال ابن شهاب وإن كانت تحته امرأة فولدت
له ثم عرض عنها فلم يستطع لها فلم أسمع أحدا فرق بين رجل وبين
امرأته بعد أن يمسها وهذا الأمر عندنا قلت أرأيت العنين أيوقف

ان يوجله صاحب الشرط اولا يكون ذلك الا عند قاض والامير يولى
القضاة فقال فقال مالك ارى ان يجاز قضاء بعض هؤلاء اليها وقال ابن
القاسم وانما هم امراء على تلك المياه وليسوا بقضاة فارى ان صاحب
الشرط ان ضرب العنين اجلا فذلك جائز. انتهى. واما السوال عن
حكم زوجة العنين فجوابه ما في الموطأ في الخيار حدثني يحيى عن مالك
انه بلغه عن سعيد بن المسيب انه قال ايما رجل تزوج امرأة وبه جنون
او ضرر فانها تخير فان شاءت قرت وان شاءت فارقت وفي المدونة قال
قلت فالمجنون المطبق قال وقال مالك في المجنون اذا اصابه الجنون بعد
تزويجه امرأته انه يعزل عنها ويضرب له اجل في علاجه فان برئ والا
فرق بينهما وقال ابن القاسم عن مالك انه قال يضرب له اجل سنة
ابن وهب عن مسلمة عن عبد الرحمن عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده
قال كتب عمرو بن العاص الى عمر بن الخطاب في رجل مسلسل بجنون
يحادثه على امرأته فقال اجلوه سنة يتداوى وان برئ والا فرق بينهما قال
ابن جزي في القوانين باب الخيار خمسة وهي بالعيوب والاعسار
بالنفقة وعتق الزوجة تحت العبد والفقد واما العيوب فهي اربعة الجنون
والجذام والبرص وداء الفرج ويختص الرجل من داء الفرج بالجب
والخصاء والعنة والاعتراض وتختص المرأة بالقرن والرتق والعفل وبخر
الفرج الى ان قال فاذا كان باحد الزوجين عيب من العيوب كان
للآخر الخيار في ابقائه او الفراق بشرط ان يكون العيب موجودا حين
العقد فان حدث بعده فهو نازلة ان كان يبتلى الزوج الا العنة بعد جماع
او جنونا او برصا فيفرق بينهما للضرر لما دخل على المرأة ثم ان كان

عيب بالزوج فان قامت به قبل الدخول فلا شئ لها من الصداق
وكذلك بعد الدخول الا ان طال مكثها معه وخلقت شورتها فلها
الصداق وقال اللخمي وان حصل الرد بعد الابتناء بناء من يتصور
وطئه كالمجنون والابرص فمع عيب الزوج يجب لها المسمى لتدليسه
وقولنا من يتصور وطئه احترازا من المجبوب والعنين الذى ذكره
كما ورد اللخمي وقيل وهو الذى لا يقوم ذكره وان المعترض هو الذى
يجري عليه في بعض الاوقات فانه لا مهر على من ذكر كما قال ابن عرفة
وفي القرينين قولان الاول تعجيل الفرقة بطلاق في جميع العيوب الا
الاعتراض فان المعترض يؤجل سنة وان لم يطأ فلها الخيار او اسقط
خيارها والقول قوله في دعوى الوطء وطلاق العنين وشبهه رجعي كالطلاق
بالاعسار بالنفقة اهـ قال المتيطية اعلم ان الغائبين على اربعة اوجه
خمسة فالاول غائب بترك نفقة وخلف مالا ولا لزوجته عليه
شرط في المغيب فان ارادت زوجة الغائب ذاتها تقوم عند السلطان
بعدم الانفاق والثاني غائب لم يترك نفقة ولزوجته عليه شرط
في المغيب فزوجته مخيرة ان تقوم بعدم الانفاق او بشرطها اذ هو
يسر عليها لانه لا يضرب لها في ذلك اجل والثالث غائب خلف نفقة
ولزوجته عليه شرط في المغيب فهذه ليس لها ان تقوم الا بالشرط خاصة
وسواء كان الغائب في عدد الثلاثة الاوجه معلوم المكان او غير
معلوم المكان الا ان معلوم المكان يعذر اليه ان امكن ذلك والرابع
غائب خلف نفقة ولا شرط لامرأته وهو مع ذلك معلوم المكان
فهذا يكتب اليه السلطان اما ان يقدم او يحمل اليه امرأته

او ينفق عليها او طلقها عليه والقاضي غائب بشرط نفقة ولو تزوجت
امرأته عليه وهو مع ذلك غير معلوم المكان فهذا هو المفقود
المنفي في القوانين وهو الذي يغيب وينقطع اثره ولا يعلم خبره
وهو على اربعة اوجه مفقود في بلاد المسلمين وفي العدو وفي
قتال المسلمين في الفتن فاما المفقود في بلاد المسلمين فاذا
رفعت زوجته امرها للقاضي كلفها اثبات الزوجية وغيبته ثم
بحث عن خبره وكتب في ذلك الى البلاد فان وقف له على خبره
فليس بمفقود ويكاتبه بالرجوع او الطلاق فان دام على الاضرار
طلق عليه وان لم يوقف له خبر ولا عرفت حياته من موته ضرب
لها اجلا من اربعة اعوام للحر وعامين للعبد من يوم ترفع امرها
فاذا انقضى الاجل اعتدت عدة الوفاة ثم تزوجت وقال ابو حنيفة
والشافعي ولا تحل امرأة المفقود حتى تصح موته فروع اربعة .

الاول ان كان قد دخل بها فنفقتها في الاربعة الاعوام عليه
وان كان لم يدخل بها فان كانت غيبة بعيدة الرمية فلا نفقة
تفرض لها في ماله ان شاءت ذلك وان كانت غيبة قريبة نفرض
الثاني فان جاء زوجها في الاجل او العدة او بعده قبل ان تتزوج فهي
امرأته وان جاء بعد ان تزوجت فان كان الثاني دخل بها فهي
له دون الاول فان لم يدخل بها فقولان .

الثالث ان وقع الفراق بين امرأة المفقود قبل الدخول وجب لها
نصف الصداق هذا حكمه في زوجته واما ماله فموقوف لا يورث
حتى يعلم موته او يمر في غيبته من الزمان ما لا يعيش الى

مثله واختلف في حد ذلك فالمشهور سبعون سنة وقيل ثمانون
وقيل تسعون وقيل مائة وذلك كله من اول عمره فان فقد
وهو ابن سبعين تربص به عشرة اعوام بعدها على المشهور واما المفقود
في بلاد المسلمين فحكمه كالاسير لا تتزوج امرأته ولا يقسم ماله
حتى يأتي عليه من الزمان ما لا يعيش الى مثله الا عند اشهب وهو
عنده كالمفقود في بلاد المسلمين في زوجته وماله واما المفقود في
فتن المسلمين فحكمه كالاسير في المشهور وقيل كالمفقود وقيل يحكم
في زوجته بحكم المقتول بتلوم سنة ثم تعتد وتتزوج ويحكم في
ماله بحكم المفقود فيعمر ما لا يعيش الى مثله وفي مختصره وبقيت
ام ولده على حكم الحياة وكذا يوقف ماله اي قسمه وبقيت زوجة
الاسير التي ترك لها ما تنفق منه وكذا ام ولده وماله وبقي زوجة
مفقود اهل الشرك وام ولده وماله بالتعمير قال الشبرخيتي في
هذا المحل بشرطان تدوم النفقة لكل زوجة الاسير ومفقود ارض
الشرك والا فلها الطلاق واذا ثبت لهما الطلاق بذلك فليثبت لهما
ولا خشيتا الزنى بالاولى لان ضرر ترك الوطء اشد من ضرر عدم النفقة
الا ترى ان اسقاط النفقة يلزمها واسقاطها حقها في الوطء لها
ان ترجع فيه وايضا النفقة يمكن تحصيلها لها بتسلف او سؤال
بخلاف الوطء قال ابن رشد طلاق امرأة الغائب عليه المعلوم موضعه
ليس بمجرد شهوة الجماع بل حتى تطول غيبته جدا سنة فاكثر
على ما لابي الحسن فالمعيبا باقي واما المفقود في الفتن ففيه قولان
احدهما انه يحكم له بحكم المقتول فتعتد امرأته ويقسم ماله

ثم اختلف هل ذلك من يوم المعركة او بعد التلوم قدر ما ينصرف
من هرب او انهزام فيتلوم في البعد سنة وفي القرب اقل واختلف
ايضا هل تدخل العدة في التلوم ام لا والقول الثاني انه يضرب له اجل
سنة ثم تعتد امرأته ويقسم ماله واما السؤال عمن يرجع اليه في
المهمات فالجواب انه يشمل كل من يرجع اليه في الولاية الخاصة
والعامة في الامور الدينية والدنيوية كالقضاة فيما يختصون به
وهي النظر في الوصايا والولاء واحباس المعينة والترشيد والتسفيه
والتحجير والتصرف في المواريث والنظر في الايتام واموال الغياب وفي
الانساب والجراحات والتعديات فهذه لا ترفع الا للقضاة والمراد
باختصاص القضاة بها انها حين [illegible] اليها ذاتها ترفع الى القضاة وقد
علمت فيما تقدم ان جماعة المسلمين يتولون مكانه ولدى الامام
فيما يختص به من السياسة العامة من قسمة الغنائم وتفريق اموال
بيت المال على المصالح واقامة الحدود وترتيب الجيوش وقتال
البغاة وتوزيع الاقطاعات واقطاع المعادن ونحو ذلك فلا يجوز لاحد
ان يقدم عليه الا باذن الامام فمن يرجع اليه في المهمات ليس
له حد في الشرع فيشمل كل من يرجع اليه في الولايات الدينية
دون كل مسلم بالمنزل وقد قال النبي صلى الله عليه وسلم ان المقسطين
يوم القيامة على منابر من نور عن يمين الرحمن وكلتا يديه يمين وهم
الذين يعدلون في انفسهم واهليهم وما ولوا رواه مسلم والنسائي وقال
صلى الله عليه وسلم كلكم راع وكلكم مسؤول عن رعيته فالامام
راع على الناس ومسؤول عنهم والرجل راع في اهل بيته وهو مسؤول

عنهم بالعبد راع فى مال سيده ومسؤل عنه الا كلكم راع ومسؤل
عن رعيته فعلم صلى الله عليه وسلم فى هذه الاحاديث الصحيحة
كل مولود رعاة وكذلك العالم الحاكم فانه ايضا فى يكون تمييز وفصل
الحلال والحرام والفرض والندب والصحة والفساد فيجمع ذلك امانة
تؤدى وحكم يقضى فيرجع الى كل ممن ذكرنا فيما اختص به من
المهمات الدينية والدنيوية فأمر المفقود يرفع لمن يسعى التفتيش
فى البلاد التى يظن به الخروج اليها ويكتب فى الكتاب اسمه وصفته
وحرفته واسم ابيه ويبذل الجهد فى التفتيش عنه ومن هنا نقل
الشاذلى عن السيورى –

ان المفقود اليوم ينتظر به مدة التفتيش لعلمهم يبحث عنه
ولى واثق به تلميذه عبد الحميد كما فى البدائع والله اعلم وبالله
التوفيق – املاه العبد الفقير الى سعيد صديق الفلاتى

الاستفتاء مرة ثالثة

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى – اما بعد فالمسئول
من سادات العلماء المالكية وارباب الفتوى منهم متع الله المسلمين
بهم انه قد بقيت فى مسئلة المفقود والمعلق عليه لعدم النفقة
موازنات عديدة لابد فى تنقيح هذه المسائل وتفصيل جوانب القضية
فيها من جوابها مشروحة فالمرجو من اولئك الكرام ان يبذلوا الجهد
فى اتمامها وتفصيلها كما يذكره اولا مرتبا توضيحها وتكميلها
على مذهبهم الشريف والاجر عند الله –

جزئيات هذا تفصيل الموازنات –

(١) قد تقرر في عامة كتب المالكية وثبت عندنا من فتاواهم امران .

من اقسام المفقود الاربعة قسم يختص بحكم التعمير لزوجته وهو مفقود ارض الشرك ودار الحرب ولكن لم يتضح مراده بعد فهل المراد ان رجلا من سكان دار الاسلام اذا ذهب الى دار الحرب اسيرا او تاجرا ثم فقد هنالك ولم يدر احيٌّ هو ام ميت زوجته في دار الاسلام فلها حكم التعمير ام المراد ان سكان دار الحرب اذا فقد منهم رجل وزوجته ايضاً في دار الحرب فلها التعمير وعلى الاول فلابد من بيان الحكم للصورة الثانية فانها هي حادثة الفتوى وبها تعلق غرض السائل فهل لزوجة المفقود في هذه الصورة ايضاً حكم التعمير.

(٢) البلاد التي تسلط عليها الكفار والان بعض الشعائر الاسلامية فيها قائمة كبلادنا الهندية بتسلط النصارى في امر المفقود في حكم دار الحرب ام دار الاسلام.

(٣) الغائب المتعنت على عدم النفقة اذا جاء بعد تزوجها بعد دخول الثاني واثبت بالبينة ارسال النفقة ووصولها اليها او اسقاطها عنه وكذا المعنى لها زوجها اذا جاء بعد دخول الثاني فالحكم عند سادة المالكية انها ترد الى زوجها الاول وان ولدت الاولاد كما صرح به في شرح الدردير على مختصر الخليل وهو المصرح في نهاية فتاوى المالكية فههنا سوالات عديدة.

(الف) الاول انها اذا ردت الى الزوج الاول فهل يجدد له النكاح ام لا.

(ب) الثاني انه يجب عليها العدة ام لا.

(ج) الثالث هل تجب عليها عدة الزوج الثاني أم لا وعلى الأول عكس عدتها۔

(د) الرابع هل على الثاني مهرها أم لا؟

(ه) الخامس أن نسب أولادها ممن يثبت بالأول أم بالثاني۔

(و) قد نقول عندهم أن امرأة المفقود ولسم الغائب والمطلق عليه بينما انتقضة بقيتها دخول الثاني بتقدير الطلاق من حين الشروع في العدة كما صرح به الدردير وغيرهم فهل الخلوة الصحيحة فيه تقام مقام الدخول أم لا۔

(ز) ما المراد في الرواية التي جعلوا فيها حكم جماعة المسلمين كحكم القاضي من قولكم رحمكم الله تعالى فإن عدم الحاكم فما إذا اعتبار فجماعة المسلمين۔

(ح) القضايا التي يرجع فيها إلى جماعة المسلمين على مذهب المالكية هل يجب أن تكون موافقة لمذهبهم وهل يكون تلفيقا ممنوعا أي حكما بقضاء جماعة المسلمين في قضية أو معا الفقه لمذهب المالكية ونحن نحتاج إلى الاقتصار على مذهب الحنفية أجيبوا رحمكم الله أجاب الله دعواتكم۔

الجواب

من العلامة محمد طيب بن إسحق الأنصاري المدني المدرس
بالمسجد النبوي على صاحبها الصلوة والسلام

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله نحمده ونشهده ونشكره ونستعده ونحمى ثناءه

عليه وصلى الله على

سيد العرب والعجم المخصوص بجوامع الكلم وعلى آله وصحبه

ذوي الهمم.

اما المسئلة الاولى والثانية فجوابهما والله اعلم ان المرأة المسلمة
التي فقدت زوجها في بلاد استولت عليها الكفار مدة مديدة كما في
مصر والناصرية وبقية الامصار تنتظر اربع سنين ثم تعتد عدة الوفاة
اربعة اشهر وعشرا وزوجها يكون في عداد القسم الاول من اقسام المفقود
لانهم عرفوه بانه من غاب وانقطع خبره وامكن الكشف عنه وعرفوا القسم
الثاني وهو المفقود في ارض الحرب بانه من غاب وانقطع خبره ولم يمكن
الكشف عنه لانه فقد في ارض الحرب فالبلاد المذكورة وان كان
حاكمها كافرا لا تكون كارض الحرب من كل وجه لوجود قضاة المسلمين
فيها ولانهم لامكان الكشف فانتضح بهذا ان حكمها حكم من فقدت
زوجها ببلاد الاسلام فلا تنتظر مدة التعمير فلا تختص الصورة
الثانية المذكورة في المختصر بالمسلمة الكائنة في بلاد الاسلام بل
تشمل من كانت في البلاد المستعمرة الكائنات المراد بالتركية البلاد
الحربية التي لا يمكن المسلم الوصول اليها ولا تتمكن القضاة من
التفتيش فيها لا مطلق البلاد الكفرية لانها ربما تكون سنية او ذمية
واما القاطنة في البلاد التركية الحربية فحكمها هي وزوجها حكم
الاسير فينفق عليهما الامام من بيت المال ان كان والا فمن ماله
بالنفقة ان بلغ والا فعلى جميع المسلمين.

واما المسئلة الثالثة فالحكم عند المالكية كما ذكرتم انها تتوالى

زوجها الاول واما الغائب المطلق عليه بعدم النفقة فقال عبد الباقي
على مختصر خليل والمطلقة لعدم النفقة تتزوج ويدخل بها ثم يظهر
اسقاطها عن المطلق عليه بان اقام بينة انه كان يرسلها اليها او انها
وصلتها او انه تركها عندها فلا يفيتها دخول الثاني واما المنعي لها زوجها
فقال عبد الباقي فيها اذا اخبرت من غير عدلين بموته فاعتدت واستوفت
وتزوجت ثم قدم فلا تفوت عليه بدخول الثاني ولو ولدت منه اولادا وسواء
حكم به الحاكم او لا على المشهور وترد اليه في الصورتين من غير
تجديد عقد ولا مهر ويجب عليها الاستبراء بثلاث حيض ان كانت
ممن يحيض او وضع حمل ان كانت حاملا او ثلاثة اشهر ان كانت
صغيرة او يائسة ويجب على الثاني جميع الصداق المسمى ان كان والا
فصداق المثل لقول الشيخ خليل رح وتقرر بوطء وان حرم فانه يدل
على تقرر جميع الصداق الشرعي المسمى وصداق المثل في التفويض لوطء المطيقة
من بالغ وان حرم ذلك الوطء ويلحق نسب الاولاد بالثاني وهذا
مما لا خلاف فيه في مذهب المالكية -

واما المسئلة الرابعة فقال الدردير رحمه الله تعالى وقدر طلاق
من المفقود حين الشروع في العدة يفيتها عليه بتحقق وتوهمه بدخول
الزوج الثاني عليها حتى لو جاء الاول قبل دخول الثاني كان احق بها وبعد
الاخر بانت من الاول واخذ منه جميع المهر ان لم يكن قد دخل
بها فلم ينصف الا على امرأة المفقود واما المنعي لها والمطلق عليه بعدم
النفقة فلا يفيتها دخول الثاني ولو ولدت منه اولادا كما تقدم ذكره
وفي المسئلة الثالثة واذا اختلى بها خلوة اهتداء ثم لم يدخل بها وقال

في حاشية العدوي على مجموع الامير عند قوله وقد رطاؤق بتحقق عند دخول الثاني اي بخلوته بها ان انكر التلذذ بها لان الخلوة مظنة وقائمة مقامه كما في التوضيح ـ

واما المسئلة الخامسة فالجواب ان المسائل التي تنوب فيها جماعة المسلمين عن القاضي كثيرة ومنها مسئلة المفقود فان امرأته لابد لها من احد امرين اما ان ترضى المقام مع زوجها المفقود وتريد المفارقة فان ارادتها فلابد لها من رفع امرها اما الى القاضي او الوالي او الى انعاز وان لم يوجد واقليجماعة المسلمين من صالحي بلدها وجيرانها واما انها اعتدت او تزوج برجل آخر من غير رفع امرها الى القاضي وقد ذكر ذلك ثاني بحاليته وجائزة لماضيه من الفساد ـ

واما المسئلة السادسة فجوابها ان القضايا التي يرجع فيها الى جماعة المسلمين يجب ان تكون موافقة لمذهبهم دون الملفقين حرامه باتفاق والله سبحانه وتعالى اعلم ـ

امر بكتابته محمد الطيب بن اسحق الانصاري المدني خادم العلم في المسجد النبوي

الجواب

من العلامة الصالح التونسي المالكي المدرس بالمسجد الشريف بالمدينة المنورة

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه ومن والاه وبعد فقد وردت على مسئلة متفرعة عن مسئلة المفقود وهي هذه ـ

(١) إذا عادت زوجة المفقود ونحوه إلى الزوج الأول بعد دخول الثاني

فهل يجدد الأول النكاح أم لا -

(٢) وهل يجدد لها المهر أم لا -

(٣) وهل تجب عليها العدة للزوج الثاني أو لا وكم عدتها

(٤) وهل لها المهر على الثاني أو لا -

(٥) نسب أولادها من الثاني بمن يلحق -

(٦) هل الخلوة الصحيحة المعتبرة بها العدة ونحوها تقوم مقام الدخول عندهم

(٧) القضايا التي يكون المرجع فيها ونظرها إلى القاضي فإن عدم صح

اعتبار جماعة المسلمين فهل يكون تفويضها مشروعا إن كان أهلها

على المذهب الحنفي وأريد جعل النظر فيها لجماعة المسلمين على

المقرر عند المالكية بشروط المذكورة -

الجواب

بعون الله على المذهب المالكي حسب المقرر والمحرر في كتبهم

المعتمدة المعمول بها في محاكم الفتوى -

فعلى المسألة الأولى أن رجوع الزوجة لزوجها الأول بعد دخول الثاني لا يحتاج

لتجديد النكاح وعلى الثاني أنه لا مهر لها من جديد -

وعلى الثالث وجوب العدة وتسمى استبراء وهي ثلاث حيض -

وعلى الرابع بوجوب المهر كاملا لها على الثاني بالقاعدة المجمع عليها

وهي تكميله بالوطء -

وعلى الخامس يلحق نسب أولادها من الثاني به للقاعدة وإنما

سقط الحد لحق الولد -

وعلى السادس بان الخلوة الصحيحة تقوم مقام الدخول في هذا ومثله
الوطئ حال المبتوتة فيثبت الايلاء ٧۔

وعلى السابع بان ذلك ليس من التلفيق الممنوع سواء سميناه تقليدا
او تلفيقا كما يقتضيه كلام المجموع بادلته وبباب النكاح عند قوله
والمبتوتة حتى يولج بالغ الخ وهو الاولى بسماحة الدين والتوسعة على
المسلمين وليس الانسان اذا قلد مذهبا من المذاهب يكون مربوطا به
في جميع نوازله وكافة حوادثه ومسائله فهو خلاف النقل والعقل ودين
الله يسر والله اعلم وصلى الله على سيدنا محمد وعلى اله وصحبه وسلم
كتبه بيده محمد صالح التونسي المالكي المدرس بالمسجد الشريف
يوم الاربعاء الرابع والعشرين من صفر الخير عام واحد وخمسين وثلاثمائة
والف هجريه غفر الله له وعنه -

الاستفتاء من علماء المالكية بالمرة الرابعة

السوالات

(١) السوال: هل تأتي ان جماعة المرفوع اليها اذا كانت حنفية المذهب
ورفع اليها امر يوجب التفريق عند الحنفية ولا يوجب عند المالكية مثاله
تقبيل ابن الزوج اياها او غيره من الافعال التي توجب حرمة المصاهرة
عند الاحناف فهل يجوز لهذه الجماعة الاحناف عند المالكية ان
يحكموا بالتفريق وهل ينفذ حكمهم ان حكموا به مع ان هذا الحكم
ملفق خارق للاجماع لان الاحناف لم يعتبروا بحكم الجماعة .
اي لم يعدوه بمنزلة حكم القاضي والمالكية وان عدوا جماعة المسلمين
بمنزلة القاضي ولكن هذا الامر لا يوجب التفريق عندهم فهل يجوز

(صورة ما كتبه العلامة في نجد الجواب عن السؤال الاول)

وقبل ذكر صورة الترجيح اذكر لكم مقدمة فيها مسائل. منها تعريف
المفقود وهو الذي انقطع خبره ممكن الكشف عنه ومنها ان كل من ليس
له مال تنفق منه زوجته من اسير ومفقود باقسامه الاربعة بل بقية
من كان حكمه حكم الغائب الذي لم يترك لزوجته نفقة فتاجل شهرا
او بعلف وتطلق نفسها كما في شرح تحفة للشيخ علي بن عبد السلام
التسولي وهذا الشهر الذي تؤجله يكون بعد اثباتها بينة تشهد لها
بان زوجها غاب عنها الى الحاكم او بعده بموضع كذا او لا يعلمون موضعه
وانه غاب عنها كذا او لا يعلمون انه ترك لها نفقة ولا كسوة ولا شيئا
تمون به نفسها ولا ما تعدى فيه ولا انه بعث اليها بشيء وصل
عليها في علمهم الى حين تاريخه كما في الشرح المذكور ثم انها
تطلق بعد ثبوت ما ذكر واليمين اذا لم ينفق او حتى ينفقها ولا
فليس لها ان تطلق نفسها على المعتمد لان سبب الفراق تحقق عدم
النفقة فقد زال كما في التسولي -

المسألة الثانية اعلموا ثقكم الله واياكم ان المالكية لا يرون
الحكم على زوجين بالتفريق لانه مذهبهم بخلاف ذلك ولا يامرون
الحنفية بالحكم بالتفريق لان الامر في ذلك خارج من مذهبهم ثم
اذا اراد جماعة الحنفية الحكم بذلك تقليدا المالكية في حكم
جماعة المسلمين تكون المسألة عندهم من باب التلفيق وهو جائز
على الصحيح وينبغي عدم ارتكابه في الفروج بخلاف تتبع الرخص
فلا يجوز كما بان في الشرح على انه يمتنع تتبع رخص المذاهب

ونشرها بما ينقض به حكم الحاكم من مخالفة النص وجلي القياس وزاد
في مراقي السعود مخالفة الاجماع وقاعدة الدين والقيد ان معناه
رفع مشقة التكليف باتباع كل سهل وفيه ايضا منع التلفيق والذي قاله
شيخنا الامير عن شيخه الصغير وغيره ان الصحيح جوازه اي التلفيق
وهو فسحة لكن لا ينبغي فعله في النكاح لانه يحتاط في الفروج ما لا
يحتاط في غيرها انتهى من بلغة السالك لاقرب المسالك للشيخ احمد
الصاوي مع بعض زيادة وبيان وما ذكره اعلاه من منع تتبع الرخص
وكذا التلفيق نقله الشيخ محمد الامير في مجموعه ثم تعقبه بقوله
وسمعت من شيخنا عن شيخه الصغير وغيره ان الصحيح جوازه اي
التلفيق وهو فسحة انتهى مع زيادة بيان قال محشي الشيخ حجازي
ينبغي الا في الفروج للاحتياط فيها كما قاله بعض المحققين انتهى وذكر
الشيخ حجازي ايضا قيل ان منع تتبع الرخص نص عليه القرافي وغيره
ثم ذكر منا فتة القرافي في شأن المجتهدين في ذلك ولكن غير مسألة
وذكر الشيخ ابو العباس سيدي احمد بن عبد الرحمن الشهير بابن
حلولو في الضياء اللامع في شرح جمع الجوامع ان الانسان اذا التزم مذهبا
معينا ثم اراد الخروج اختلف فيه فالماوردي والغزالي على عدم الجواز
وصحح القرافي الجواز والقول الثالث لا يجوز في بعض المسائل ويجوز
في البعض والبعض الذي لا يجوز فيه هو الذي عمل به واختار عز الدين
والقرافي في جواز الانتقال وان احمد اذهب كلب مالك الى الجنة وذكر
القرافي عن الزناتي ان ذلك جائز بثلاثة شروط

الاول ان لا يجمع بينهما على وجه يخالف الاجماع كمن تزوج

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

قالہ و اذن بکتبہ عبید ربہ محمد بن علی البیضاوی غفر اللہ لہ۔

ضروری اطلاع یہاں تک جو فتاوے مالکیہ لکھے گئے ہیں وہ سب پہلی طباعت کے وقت حاصل ہو چکے تھے، اور جن حضرات کی تصدیقات اس رسالہ کے ساتھ طبع کی گئی اُن سب حضرات کی نظر سے گذر چکے ہیں۔ اس کے بعد آٹھ صفحات کا ضمیمہ ہے جس میں ۔ سے ۔ تک لکھے ہوئے ہیں یہ فتاوی بعد حصول تصدیقات کے حاصل ہوئے ہیں۔ اس لیے اطلاع دی گئی تاکہ کہیں اشتباہ نہ ہو۔ فقط۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد حمد و صلوٰۃ۔ معروض ہے کہ حیلۂ ناجزہ شائع ہونے کے بعد اس کے متعلق چند علمائے کرام کی طرف سے کچھ اشکالات ہوئے تھے وہ مدینہ منورہ بھیج دیئے گئے وہاں سے جو جوابات آئے ہیں اُن کو بعینہٖ اصل عبارت عربی میں مجموعۃ الفتاوی المالکیہ مذکورہ حیلۂ ناجزہ کا تتمہ بنا کر مستقل شائع کیا جاتا ہے۔

چونکہ اس تتمہ میں وہ امور لکھے ہیں جن کا اصل رسالہ اُردو میں اضافہ ضروری ہے نیز ایک ضروری تنبیہ بھی خیال میں آئی لہذا اُن کو بھی بطور ضمیمہ شائع کیا جاتا ہے

اضافۂ اوّل حیلۂ ناجزہ میں تحت عنوان تنبیہات ضروریہ متعلق جماعت مسلمین نمبر سوم پر مذکور درج ہے کہ جماعت مسلمین کی طرف سے وہ فیصلہ معتبر ہوگا جو باتفاق ہو لہذا اس پر تنبیہ ذیل کا اضافہ کیا جاتا ہے۔

۱۰ اس وقت علمائے مالکیہ کا جواب اس مسئلہ کے متعلق موصول نہ ہوا تھا اس لیے قواعد سے حکم لکھ دیا تھا، بعض جواب آ گئے ہیں اُن سے معلوم ہوا کہ سب علماء کا اس حکم پر اتفاق ہے کہ جماعت کا متفق ہونا شرط ہے کما صرح بہ العلامۃ صالح التونسی والشیخ عبد اللہ الغرقی فی جوابہ عن الاستفتاء بالورقۃ الخامسۃ۔

اضافۂ دوم عنوانِ بالا تنبیہ سوم کے بالکل ختم پر متن میں سوال وجواب ذیل کا اضافہ کیا جاتا ہے۔

سوال: اگر مقدمہ پیش کرنے کی بابت فریقین میں اختلاف ہو۔ ایک فریق ایک جماعت کے پاس مقدمہ لے جانا چاہے، دوسرا فریق دوسری جماعت کے پاس تو کس فریق کو ترجیح دی جاوے گی۔ اور کس جماعت کو سماعت دعویٰ کا حق ہوگا اور اگر ایک جماعت فیصلہ کر چکے اس کے بعد دوسرا فریق کسی اور جماعت کے پاس اس فیصلہ کے خلاف درخواست دے تو دوسری جماعت کو سابق فیصلہ کے خلاف فیصلہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: مقدمہ پیش کرنے کا اس کو حق ہے جو از روئے شریعت مدعی قرار دیا جاوے۔ دوسرے فریق کو اس میں اختلاف کا کوئی حق نہیں۔

اور اگر کوئی ایسا معاملہ ہو کہ اس میں دونوں فریق شرعاً مدعی تصور کئے جاتے ہیں، تو جس جگہ سے طلبی کا پیام پہلے پہنچ جاوے دونوں کو اسی کے یہاں جانا لازم ہے اور اگر دونوں جگہ سے طلبی کا حکم ایک دم پہنچ گیا ہو تو پھر قرعہ ڈالا جاوے جس کا نام قرعہ میں نکل آوے اسی کے ہاں مقدمہ پیش ہوگا۔ اور جب ایک جماعت فیصلہ کر چکے اس کے بعد دوسرا فریق اس کے خلاف درخواست دے تو اس میں تفصیل ہے۔ اگر پہلا فیصلہ شریعت کے قطعاً خلاف ہے تب تو اس فیصلہ کے خلاف صحیح فیصلہ کیا جاوے۔

اور اگر وہ فیصلہ ایسا ہے جو قطعی طور پر شریعت کے خلاف نہیں بلکہ کسی نہ کسی قول کے موافق ہے تو اس فیصلہ کو توڑنا جائز نہیں گو دوسری جماعت کی تحقیق میں وہ صحیح نہ ہو کما ہو المصرح فی الجواب عن الاستفتاء بالحجۃ القاطعۃ۔ واللہ اعلم۔

اگر کسی جگہ حکومت کی طرف سے ایسا حاکم متعین ہو جس کا فیصلہ شرعاً معتبر نہیں (یعنی حاکم غیر مسلم ہو یا احکام شرعیہ کی رعایت نہ کرتا ہو یا مذہب مالکیہ کے مطابق فیصلہ

کرنے کی صورت میں حاکم عادل نہ ہو یا نہ ملے ہو اور علماء سے مراجعت بھی نہ کر سکے
تو اس کا فیصلہ معتبر نہیں جیسا کہ اصل رسالہ میں مفصل معلوم ہو چکا ہے۔ اگر قانونی خطرہ
سے حفاظت کے لیے اس کے ہاں مقدمہ دائر کرنا پڑے تو مقدمہ دائر کرنے کا مضائقہ
نہیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی لازم ہے کہ جماعت مسلمین سے بھی فسخ کا حکم حاصل
کیا جائے اور عمل کو تمامتر جماعت مسلمین ہی کے فیصلہ پر رکھا جائے پھر خواہ
اول حکومت سے فیصلہ حاصل کیا جائے خواہ جماعت مسلمین سے اول حکم حاصل کیا
جائے خواہ دونوں جگہ ایک ہی ساتھ مقدمہ پیش کر دیا جائے مگر ہر حال میں جماعت مسلمین
کے فیصلہ سے پیشتر صرف ایسے حاکم کے فیصلہ کو ہرگز کافی نہ سمجھیں جس کا فیصلہ شرعاً
معتبر نہیں۔

نوٹ: چونکہ اس ضمیمہ میں کوئی مضمون ایسا نہیں جس میں اختلاف کا شبہ ہو
کیونکہ اضافۂ اول میں تو تنہا یہ ہے اس حکم کی تبدیلی بالاتفاق طے ہوا تھا اور اضافۂ دوم
میں ایک مسئلہ ہے جس کی تمام کتب فقہ میں تصریح ہے اور تتمہ کے مضمون کی بناء
خود رسالہ میں مصرح ہے۔ نیز مشاغل کی وجہ سے اجتماع کا انتظام و انتظار دشوار بھی تھا۔
اس لیے اس ضمیمہ کو ان سب حضرات کی خدمت میں پیش کرنے کا اہتمام ضروری نہ سمجھا
جو پہلے اجزاء کی تصحیح و تنقیح میں شریک تھے۔ اگر ناظرین میں سے کسی کو سب کی رائے تفصیلاً
معلوم کرنے کی ضرورت محسوس ہو تو ان حضرات سے خود تحقیق کر لیں۔

حررہ اشرف علی بمشارکۃ المولوی محمد شفیع دیوبندی

عبدالکریم عفی عنہ الرحمن الرحیم۔

منتصف شہر شعبان ۱۳۵۲ھ

بسم الله الرحمن الرحيم

الاستفتاء بالمرة الخامسة

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد فالمعروض
على سادتنا العلماء المالكية انه قد اختار بعض علماء الهند ما صرح
به المالكية من ان جماعة المسلمين تقوم مقام الحاكم في فصل الخصومات
عند عدم الحاكم حسًا او معنى ولكن وردت على ذلك اسئلة نكتبها
اليكم والمأمول من جنابكم ان تشرفونا بالجواب عنها مع الدليل
تؤجروا عند الله الجليل۔

الاول اعني اول الاسئلة قد صرحوا ان زوجة المفقود ومثلها
ترفع امرها الى جماعة المسلمين عند عدم الحاكم ولكن لم نجد
في كتبهم كيفية قضاء الجماعة هل تلي تلك الجماعة باجمعها امر
القضية وفصلها او تفوض امرها الى عالم عدل يفتي فيها۔

الثاني وعلى الشق الاول اذا وليت الجماعة باجمعها شيئا منها
اذ ثبت عند المالكية ان تفرد القاضي في القضاء واجب والقضاء المشترك
باطل فكيف يصح القضاء المشترك من الجماعة اليس هذا الحكم
قضاء وان لم يكن قضاء فماذا تسمونه (بينوا) هل يشترط اتفاق
الجماعة على الحكم ام لا وان لم يكن الاتفاق شرطا فكيف السبيل
الى ترجيح رأي على رأي هل يرجح بالكثرة ام بمرجح غيرها والذي
فهمنا ان الاتفاق على رأي شرط لنفاذ الحكم من الجماعة وان لم
نجد هذا مصرحا لكن تساعده على بابه احكام الخصمين وحكمي الزوجين

فالاتفاق على رأي واحد مشروط كما صرح به ساداتنا الحنفية والمالكية
معا او ان بعض اهل العلم اورد على هذا القياس ان ولاية المحكمين
مخصوصة بالمحكمين وولاية الجماعة عامة للجميع ممن رفع الامر اليها
فاخترنا القيد ونأى بالحكم تصحيح متمنا بانه يطول بما نكر۔

الثالث وعلى الشق الثاني وهو ان تفوض تلك الجماعة فصل الخصومة
الى شخص واحد هل يجب ان يكون هو من افراد الجماعة المرفوع
اليها الامر او يجوز ان يكون من غير تلك الجماعة الرابع هل يشترط للقاضي
القوة القاهرة والشوكة الظاهرة على تنفيذ الحكم ام لا ويتفرع على
هذا سؤال آخر وهو ان المسلمين اذا كانوا تحت حكومة غير مسلم ولم
يكن ثمه قاض من جانب الحكومة فهل يصح نصب القاضي من عامة
المسلمين مع ان القوة لا تحصل بمجرد تنصيبهم الخامس وان كانت
القوة والشوكة شرطا للقاضي فهل تشترط القوة والشوكة شرطا للقاضي
فهل تشترط القوة والشوكة لتلك الجماعة التي رفع الامر اليهم فان
قيل بصحة حكمها ونفاذه بدون القوة فما الفرق بين القاضي وتلك
الجماعة بينوا بالدليل۔

السادس لو وقع الاختلاف بين جماعتين من المسلمين في فصل
الخصومة فكيف يرجح احد الحكمين مثلا ادعت امرأة على زوجها
التعنت ورفعت الامر الى عدول جيرانها واقامت البينة على دعواها
وفرق اولئك العدول بينهما ورفع زوجها هذا الامر الى جماعة أخرى من
المسلمين واثبت نشوزها فحكمت هذه الجماعة خلاف ما حكم به
اولئك العدول المذكورون سابقا فعند وقوع اختلاف بين الحاكمين فكيف

السبيل الى ترجيح حكم احدهما على الاخرى؟ فبيّن لي في كلّ هذا السؤال
انه يجب على المسلمين الاكتفاء على نصب جماعة واحدة في بلدة واحدة
ولا يجوز لهم نصب جماعات متعددة لئلا يكون هناك اختلاف الذي
ذكرناه فـ قلنا اولا انه لا يمكن في زماننا هذا للمسلمين لاسيما في الديار
الهندية ان يجتمعوا على جماعة واحدة كما هو مشاهد وثانيا ان عبارة
الفقه المالكية في هذا الباب رفعت الامر الى عدول جيرانها مطلقا وثم
يقولون انها رفعت الامر الى جماعة نصبها اهل الحل والعقد فزيادة
قيد النصب من اهل الحل والعقد زيادة على المقول في المذهب على
ما يظهر والله اعلم وعلمه اتم واحكم۔

الجواب

من الشيخ عبد الله الوفي المدرس بالحرم المكي

بسم الله الرحمن الرحيم

وصلى الله على سيدنا محمد وآله وصحبه وسلم

الحمد لله مجيب سؤال من سأله ومن احمده معترف بعجزه و
قصوره معترف الفيض رحمة والشكر والسلام على سيدنا ومولانا محمد
مصطفاه من خليقته ومجتباه وعلى آله واصحابه التابعين من بعدهم
في مرضاته وسبيل هداه وبعد فاكرمنا الله واياكم بتقواه ورزقنا و
اياكم ما يحب ويرضاه فانه قد اتصل بنا من قبلكم مكتوب يشتمل
على سؤال زعمتم انه التبس عليكم حكمها ومسائل اشتبه عليكم
فهمها وخصصتمونا فيه بالخطاب وعينتمونا لرد الجواب وكلفتمونا
ان نكتب لكم ما يكون كفيلا بالبيان وما عليه العمل في ذلك الشأن

فأقول وبالله التوفيق، وبيده الهداية الى سواء الطريق،

المسألة الاولى لا بد منه منكم عند قولكم فالمرجو من ساداتنا
والى قوله الى ما لم يعد لي يقتفى فيها — فجوابه نعم ان اصل المسألة منصب
ذكروا ان زوجة المفقود وزوجة الغائب وزوجة المعترض والعنين ورجل
تشرب زوجته او ادعى عليها ما الضرر ونحو ذلك كلهم يرفعون امرهم
الى جماعة المسلمين حين فقد الحاكم حسا او معنا وظاهر ان الجماعة
المرفوع اليها الامر لا بد فيها من ان تجمع شروط القضية وفصلها
ان جملة الجماعة كالقاضي الواحد ولا وجود للمجموع عند انتفاء بعض
الاجزاء يشهد عليه نصوص الفقهاء حيث قالوا ان الجماعة المسلمين
تقوم مقام القاضي واصرح ما في الباب ما قال القابسي وغيره من القرويين
لو كانت المرأة في موضع لا سلطان فيه توقف امرها الى صالحي جيرانها
يكشفون عن خبره وجهاته ثم يضربون له الاجل اربعة اعوام ثم تعتد
عدة الوفاة وتحل للازواج لان فعل الجماعة في عدم الامام كحكم
الامام اه ومثله ما قال احمد الشاذي على قوله فرضت النفقة في
مال الغائب اي يفرضها الحاكم اذا رفعت له امرها او جماعة
المسلمين ان لم يكن حاكما اذا ثبت عدم الزوج ولم يجعل طلق عليه
الجماعة على نهج المعتمد بعد تلوم الاجتهاد من الحاكم بغير
تحديد ان لم يعلم موضعه او علم وكان غيبته على عشرة ايام وان
قرب الرسل اليه فان حضر فظاهر والا طلق عليه الاول العدوي على
ابي الحسن قال الشرنوبي وبعد ذلك بمكونها تطليق نفسها ويحكمون
به او يوقعونه اه واما قولهم

. الثاني وعلى الشق الاول يعني اذا وليت الجماعة الى قوله منه الله
يطول بنا ذكره (فجوابه) وفقنا الله واياكم الى سواء الطريق ان اشخاص
الجماعة ليست مقصودة في هذا الباب بل المقصود منافيا منهم كلهم
او بعضهم على فرض الكفاية مقام الامام او القاضي حين عدما ولذا
قالوا ولو واحدا وان كان فيه خلاف بخلاف القاضي وان المقصود
اتحاد ذاته وحكمه من غير مشاركة لغيره الا من جهة المشهورة
الا ترون ان شهادة كافة النساء او ثنتين منهن في الباب الذي
يشهد فيه الرجال كرجل واحد وفي الباب الذي لا يشهد فيه الرجال
كل واحدة منهن كرجل كامل وفي باب الاعراب جعلوا المثنى والجمع
فيها مفردين وفي باب المبتدأ والخبر جعلوهما مفردين ويفهم
من ذلك صحة كل حكم على ما وضعه اصحابه المتبعون واتضح من
هذا ان حكم الجماعة ليس مشتركا بل هو حكم من مفرد بمعنى كحكم
القاضي والامام ما دام على القضاء كما يصح حكمهما قضاء انتهى ووالي
الماء كذلك وفي المدونة قلت ارأيت اهل المياه يجوز لهم ان يوجه له
صاحب الشرطي او لا يكون ذلك الا عند قاضي او امير يلي القضاء قال
قال مالك ارى ان يجوز قضاؤهم على هذه المياه وقال ابن القاسم
انما هم امراء على تلك المياه وليسوا بقضاة فارى ان صاحب الشرطي
ان ضرب للحدين احيانا جاز وكان ذلك جائزا وعلم بهذا ايضا
ان كل من حكم على ما يحكم به القاضي سواء بالنيابة او غيره سمي حكمه
قضاء واما ما ذكر بعد ربما) وهل يشترط اتفاق الجماعة على حكم
ام لا (فجوابه) ان اتفاقهم واجب لا يمكن غيره لما سبق انهم كالقاضي

او واحد واذا افتقر هذا الاحتياج الى السؤال عنهم مرجح لدى اختلافهما
واما قولكم والذي فهمنا ان الاتفاق على رأي شرط لتمام تحكيم
الجماعة وان لم نجد هذا مصرحا ولكن قياسا على ما اذا احكم الخصمان
رجلين او رجالا فالاتفاق على رأي واحد شرط كما صرح به سادتنا
الحنفية والمالكية معا فجوابه ان هذه المسئلة ثابتة بالنصوص غير
محتاجة الى قياس كما مر نقله ولكن هذا القياس صحيح على ما اظن
والفارق الذي اورد عليه لا يبالى به والله اعلم واما قولكم بعد هذا.

الثالث وعلى الشق الثاني وهو ان تفوض الى قوله من غير تلك الجماعة
فهل يلزم من نص ان الجماعة تفوض الامر بعد ما رفع اليهم لواحد
منهم ولم تجد في الكتب التي بين ايدينا فلم نقف عليه واما لو فرضنا ان
نعم بعض هؤلاء الامر لرجل فكان لو وجد منهم لان الجماعة ليسوا محصورين
بالاشخاص بل بالاوصاف كما تقدم وعليه فكل من اتصف بما اتصفوا به
فهو منهم واما لو فرض الامر لواحد منهم ابتداء فيكفي على الخلاف
المتقدم من احتج من منع ان اقل الجماعة ثلاثة وقال العدوي على الخرشي
فقوله او لواحد منهم كان فيه نظر لان المصنف قال لجماعة واقل الجماعة
اقلها ثلاثة قاله بعض شيوخ شيوخنا اه وقال الدسوقي على الدردير
فقوله فالجماعة المسلمين مكنا عبارة الائمة وغير بعضهم
فلما لعن غير انها تقول رجلين والواحد كان اعتر منه الشيخ ابو علي
المساوي قائلا لم ار من ذكره ولا اظنه يصح في الروايات وكذا رد الحمد
في وسط كفاية الاثنين فضلا عن الواحد قائلا التحقيق ان اقل الجماعة
ثلاثة واما قولكم.

الرابع هل يشترط (الى قوله) لا تحصل بمجرد نصبهم نوابه
انها ليست من شروط الصحة للقاضي المذكورة في ابواب القضاء بل هي
امور زائدة عليه تتلقى من الامام الاعظم لان القضاء وما يتعلق به من
النظر في الاحكام وما ليس للقاضي النظر فيه الى ان قال فاما ولاية القضاء
فقال النظر في هذه الولاية متناولة للحكم لا يندرج فيها غيره ولذا
ايضا في موضع وليس للقاضي السياسة العامة لا سيما الحاكم الذي لا قدرة
له على التنفيذ كالحاكم الضعيف القدرة على الملوك الجبابرة فينشئ
الالزام على الملك العظيم ولا يخطر له تنفيذه لتعذر ذلك عليه
بل الحاكم من حيث هو حاكم ليس له الا الانشاء واما قوة التنفيذ فامر
زائد على كونه حاكما فقد يفوض اليه التنفيذ وقد لا يندرج في ولايته
انتهى مرادا منها اختصارا ثم قال ويتفرع على هذا (الى قوله) بمجرد
نصبهم نوابه لا مانع من ذلك اذا اضطر الناس الى ذلك بما دل عليه
ظاهر كلام اهل المذهب وقال الشيخ الدسوقي على الدردير بعد كلام
على شروط الجمعة واعلم انه متى كانت البلد مستوفية والجماعة
مستوطنة وجبت عليهم وصحت منهم مطلقا ولو كانت تلك البلد
حكم الكفار كما اذا تغلبوا على بلد من بلاد الاسلام واخذوها ولم يمنعوا
المسلمين المتوطنين بها من اقامة الشعائر الاسلامية كما هو شأن
الافرنج اليوم وتارة النصارى على اقرب زمان الكف عن هذا القدر بقوله من
حاشية الاصل وبالضرورة ان نصب القاضي لفصل الخصام بين الناس
من شعائر الاسلام وفي فتاوى الشيخ محمد عليش سئل الامام ابو عبد الله
المازري رحمه الله تعالى عن احكام تاتي في زمانه من صقلية من

عنه في حينها او شهر وبعد ويتها هل يقبل ذلك منهم ام لا ج اشبهها

ضرورية ولا تقدر لكا متهم هنالك تحت اهل الكفر هل هي اضطرار ام

اختيار فاجابه البنا ح في هذا وجهان الاول يشمل القاضي ويسلمه

ناحية اختلال العدالة اذ لا ريبا ح المقام في دار الحرب في قياد اهل الكفر و

الثاني من ناحية الولاية لان القاضي مولى من قبل اهل الكفر الاول اوقاعدة

يعتمد عليها في هذه المسألة وشبهها وهي تحسين الظن بالمسلمين ومباعدة

المعاصي عنهم فلا يعدل عنها لاحتمالات كاذبة وتوهمات واهية كتجويز

من ظاهره العدالة وقد يجوز في الاعتقاد ونفس الامر ان يكون ارتكب

كبيرة الا من قام الدليل على عصمته وهذا التجويز مطرد ح والحكم

بالظاهر الا ان يرجح الاول ان يظهر من الحال ما يوجب الخروج ح عن

العدالة فيجب التوقف حينئذ حتى يظهر باي وجه ثبات موجب راجحة

العدالة ويبقى الحكم لغلبة الظن بعد ذلك الى ان قال وهذا التقسيم

ببلد الحرب ان كان اضطرارا فلا اشكال انه لا يقدح في عدالته وكذلك

ان كان تأويله صحيحا مثل اقامته ببلد الحرب لرجاء هداية اهل

الحرب ونقلهم عن ضلالتهم كما اشار اليه الباقلاني وكما اشار اليه

اصحاب مالك في تجويز الدخول لفكاك الاسرى واما لو اقام بحكم

الجاهلية والاعراض عن التأويل اختيارا فهذا قادح في عدالته واختلف

اهل المذهب في رد شهادة الداخل اختيارا للتجارة فمن ظهرت

عدالته منهم وشك في اقامته على اي وجه فالاصل عذره لان مجمل

الاحتمالات السابقة تشهد لعذره فلا يرد للاحتمال واحد الا ان

توجد قرائن تشهد ان اقامته كانت اختيارا لا لوجه. واما الوجه الثاني

وهو تولية الكافر للقضاة والامناء وغيرهم لعجز الناس بعضهم عن
بعض فقد ادعى بعض اهل المذهب انه واجب عقلا وان كان باطلا
تولية الكافر لهذا القاضي اما لطلب الرعية او اقامته لهم للضرورة
لذلك فلا يطرح حكمه وينفذ كما لو ولاه سلطان مسلم اهـ وفي البيضاوي
عند قوله رب العزة قال اجعلني على خزائن الارض اني حفيظ عليم فيه
دليل على جواز طلب التولية واظهار انه مستعد لها والتولي من يد الكافر
اذا علم انه لا سبيل الى اقامته سياسة الحق الا بالاستظهار به اهـ وفي
تبصرة الحكام فصل قال المازري في شرح التلقين القضاء ينعقد باحد
وجهين احدهما عقد امير المؤمنين او واحد من امرائه الذين جعل
لهم العقد في مثل هذا والثاني ذوو الراي واهل العلم والمعرفة والعدالة
لرجل منهم كملت فيه شروط القضاء وهذا حيث لا يمكنهم مطالعة
الامام في ذلك ولا ان يستدعوا منه ولايته ويكون عقدهم لمنابة عن
عقد الامام الاعظم او نيابة عمن جعل له الامام ذلك للضرورة
الداعية الى ذلك. واما قولكم

الخامس فان كانت القوة والشوكة الى قولكم بينوا بالدليل فجوابه
ما اطلعنا على نصوصهم في كتب المذهب التي بايدينا ان القوة والشوكة
من شروط الجماعة واما الفرق بين القاضي والجماعة فبين وذلك
ان القاضي وعمله جزء من اجزاء عمل وظيفة الامام وحده والامام
شرط الوجوب للجماعة لانهم قالوا اذا فقد الحاكم ان جماعة العدول
تقوم مقامه واما قولكم

السادس لو وقع اختلاف بين جماعتين الى قولكم فكيف السبيل

الى ترجيح حكم احدهما على الآخر فجوابه ان استوفت الجماعة شروط
الحكم الشرعي بان تقول بعد اداء الزوجة حجتها وانكار الزوج اداء
شهود وقالت نصرا حضرتها ثم قال الزوج ليس عندي فيهم قال اور
اعذار ولا ثم حكموا لها فلا يجوز له ان يرفع هذه المسالة الى غيرهم
ولا لهم نقض هذا الحكم وفي مختصر الشيخ خليل وشرحه للدردير
رفع حكمه الخلاف في تلك النازلة فلا يجوز المخالف فيها نقضها فلذا
حكم بفسخ عقد او صحته لكونه يرى ذلك لم يجز لقاض غيره ولا له
نقضه ولا يجوز لمفت علم بحكمه ان يفتي بخلافه وفي المواق على
مختصر الشيخ خليل ونص المدونة قال مالك وجه الحكم في القضاء
اذا ادلى الخصمان   فهم القاضي عنهما واراد ان يحكم بينهما ان
يقول لهما ابقيت لكما حجة فان قالا لا حكم بينهما ثم لا يقبل منه
حجة بعد انفاذ حكمه ولو قال لم يبق لي حجة امهله فان لم يأت
بشئ حكم عليه فان اتى بعد ذلك بما يرى ان لنقض ذلك لم يقبل منهما
الا ان يأتيا بامر يرى ان لذلك وجها قال ابن القاسم مثل ان تأتي
شاهد عنده من لا يقضي بشاهد ويمين وقال الخصم لا علم لي بشاهد
آخر فحكم عليه القاضي ثم وجد شاهدا آخر بعد الحكم فليقض بهذا
الآخر ومثل ان يأتي ببينة لم يعلم بها او ما اشبه ذلك والا لم يقبل
منه اهـ واذا اجاز الحكم على وجهه فحكم القاضي الثاني باطل او مشاركة
بينهما حتى يصير الخلاف بينهما او العكس فالاول باطل كذلك اهـ
اما ان وقع الخلاف قبل الحكم بان تنازعا عند القاضيين فالقول
للطالب منهما كما في مختصر الشيخ خليل وشرحه للدردير نصه ولذا

ذي دعوى الى صالح جيرانه من العدول تعدد الجماعة بقدر الحاجة كما جاز تعدد القضاة مطلقا واما قول كم ثانيا ان عبارة الخ قولهم والله اعلم وعلمه اتم واحكم فجوابه نعم الامر على ما قلتم فيما علمنا اللهم صل وسلم على اشرف المخلوقات سيدنا محمد وعلى آله واصحابه رب اغفر وارحم وانت خير الراحمين سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العلمين انتهى ما جرى ان يسوده قلم افقر العباد الى رحمة ربه عبد الله القوي الساكن في مدينة خير البرية الشهيرة الله ومن فيها وجميع المسلمين حلل الرشاميين تحت وقت العصر يوم الثلاثاء الموافق ثمانية وعشرين يوما من شهر الله رجب سنة ١٣٤٢ محمود بن ابي بكر الفلاتي احد مدرسي الحرم النبوي عفا الله عنه ادريس من الفلاتي-

الجواب

من العلامة الصالح التونسي المدرس بالحرم النبوي مع اختصار يسير

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي جعل الدين الاسلامي يسيرا والصلاة والسلام على المبعوث بالحنيفية السمحة السهلة التي ليس بها عسرا وعلى آله وصحبه وكل من كان سهلا الاعتقاد سهل الانقياد مجانب لكثرة الانتقاد جهرا وسرا وبعد فقد وردت على اسئلة من القطر الهندي فيما يتعلق بركعتي الفجر المفقود فصلها بحل العقد على المذهب المالكي عند الاقتضاء بتوفر الشروط وانفتاح المسالك فاجبت عنها كثيرا غيرة الكرة بعد الكرة واخر ما ورد على من الاسئلة في هذا الخصوص

على سبيل المراجعة التوضيح عدد اسئلة ستة وهي كالمذكورة والمتفرعة
عن بعضها والجواب عن الاول ان توليها كلها شرط في صحة الحكم
لتولي خليل والاهل لجماعة المسلمين ثلاثة لا اقل كما قررناه في الجزء
السابق كما تقدم والسوال الثاني المتفرع عن الاول وفيه اشكال لان ربما
اشتراط تعدد القاضي مع تعدد مولي الجماعة النائبة عنه وجوابه انه
لا يلزم من قيام الثلاثة الجماعة مقام القاضي ان تتصف بجميع صفاته
وتستكمل اجميع شروطها التي للقاضي فانه نائب عن الامام فلا
يطلب منه مقامه جميع الاحكام ولا استيفاء شروط الامام وثالثهما
وهو اشتراط الاتفاق اراء الجماعة وقياسه بالحكمين مع وجود الفارق
بين الولايتين عموما وخصوصا وجوابه وجواب اشتراط اتفاق
الجماعة المعينة لهذه الحادثة كلهم مثل الحكمين وقياسهم بهما
اشبه ودعوى الفارق بين الجماعة خاص بهاته الحادثة حتى
لو حدثت في الوقت او عقبه غيرها فرضت لغيرهم جاز فليس شبها
مستبرحا كما يفهم من فحوى السوال المقرر وعن السوال الثالث بعدم
وروده اصلا اذ لا يجوز التفويض واحد كان منها او جماعتها وهي
شعبة تحل ذلك الحادث حتى روجابهما كما تقدم مقررا والسوال
الرابع الذي هو هل يشترط في القاضي قوة التنفيذ اولا والجواب نعم
يشترط ذلك فيه اصالة وذلك بالتنفيذ والالزام هو الفارق بينه وبين

عه قوله ... اختلفت فيه السادة والشيخ عبدالله ... من فقهاء الحنفية ... [illegible]
كما ... في ... [illegible]

الغفلة او بعد اهلية ثانية تقضي محكما بالطبع وذلك بنفسه
يقال ويعمل به في الحاكم الشرعي والله اعلم وصلى الله على سيدنا محمد
وعلى اله وسلم. وكتبه بخط يده صالح بن الفضيل التونسي المدرس
بالحجرة النبوية بالمدينة المنورة عفا عنه مولاه وحسن توفيقه
وغاية ولاه -

مظلوم خواتین کی مشکلات کا شرعی حل

یعنی

المرقومات للمظلومات

اما بعد۔ زمانہ موجودہ میں عورتوں کی مشکلات اور سوالات کی کثرت پر نظر کرکے تین رسالے تیار کئے گئے ہیں۔

ایک۔ الحیلۃ الناجزہ، جس میں ایسے مسائل متعلقہ ازدواج کو نہایت مکمل اور مفصل طریقہ پر یکجا جمع کر دیا ہے۔ جن میں عورتوں کا ابتلاء عام ہے۔ اسی رسالہ میں اس شبہ کا جواب بھی دیا گیا ہے کہ اسلام نے مظلوم عورتوں کی رہائی کے لیے کوئی صورت تجویز نہیں کی۔ اور ایسی مظلوم عورتوں کے لیے رہائی کی تدبیر بھی تلاش کی گئی ہے۔ اور اس رسالہ کے دو جزو ہیں۔

جزو اوّل: ان عورتوں کے لیے جن کا ابھی نکاح نہیں ہوا۔

جزو دوم ان کے لیے جن کا نکاح ہو چکا ہے۔

دوسرا رسالہ جو تتمہ ہے اصل رسالہ کے جزو دوم کا مسمّٰی بہ المختارات۔ اس میں حرمت مصاہرت اور خیار بلوغ اور خیار کفاءت کے احکام مفصل درج ہیں۔

تیسرا رسالہ جو ضمیمہ ہے اصل رسالہ کا، حکم الازدواج۔ اس میں زوجین کے اختلاف مذہب کی سب صورتوں کے مفصل اور مدلل احکام بیان کیے گئے ہیں لیکن یہ رسالے عام فہم نہ تھے اس لیے ان کے مسائل کا خلاصہ چند جملوں با الترتیب لکھا جاتا ہے اس خلاصہ میں مختصر طور پر بتلا دیا گیا ہے کہ نکاح سے قبل کیا صورت اختیار کرنا مناسب ہے، اور نکاح ہو چکا ہو تو کس کس موقع پر نکاح فسخ ہو سکتا ہے اور کس طرح ہو سکتا ہے

طالبِ تفصیل کے لیے اگر وہ عالم ہے تو خود ورنہ اگر عالم نہیں تو کسی عالم کی امداد سے
اصل رسائل دیکھنا ضروری ہیں جن میں ہر مسئلہ کی دلیل بھی موجود ہے، امید کہ اس
رسالہ سے مظلوم عورتوں کو بہت مدد ملے گی۔

لیکن ان مسائل پر عمل کرنے کے وقت دو باتیں عمل کرنے والوں کے ذمہ ہیں۔
محض اس رسالہ کو دیکھ کر اپنی قوتِ مطالعہ کے بھروسہ پر کوئی کارروائی نہ کریں بلکہ
کسی محقق عالم کے سامنے صورتِ واقعہ مع اس رسالہ کے پیش کر کے اس کی تجویز کے موافق
اس طرح عمل کریں کہ ہر ہر جزئی میں اس کی رائے معلوم کر کے اس کا اتباع کیا جائے۔
دوسرے یہ کہ ہمیں حکومتِ موجودہ کے قانون سے واقفیت نہیں اس کے کارروائی
کے موافقِ قانون یا مخالفِ قانون ہونے کو قانون داں وکلاء سے دریافت کر کے اپنی
واقفیت اور ہمت کے بھروسہ عمل کریں ہم اس کے ذمہ دار نہیں۔ واللہ المستعان
وعلیہ التکلان۔

خلاصہ :۔ مجلد اول جزء :۔ مجلد دوم جزء (جس کے دو جزء ہیں)

جزو اول :۔

بابت :۔ تفویضِ طلاق بوقتِ نکاح

(از فقہ حنفی)

سوال :۔ آج کل ہندوستان میں قاضی شرعی نہ ہونے کی وجہ سے جو مشکلات
عورتوں کو پیش آ رہی ہیں محتاجِ بیان نہیں، کبھی مرد ظلم کرتا ہے اور بیوی کے حقوق ادا
نہیں کرتا۔ نہ نان نفقہ دیتا ہے نہ طلاق، کبھی بیوی بچوں کو چھوڑ کر لاپتہ ہو جاتا ہے کبھی
مجنون ہو جاتا ہے، اگر شرعی قاضی موجود ہوتے تو ان مشکلات کا حل سہل تھا۔ لیکن اب جو
دشواریاں ہیں کسی سے مخفی نہیں، لہٰذا دریافت طلب یہ ہے۔

(۱) کہ بعض جگہ ان مشکلات کا جو یہ علاج تجویز کیا گیا ہے کہ بوقت نکاح کابین نامہ میں مرد سے کچھ شرطیں ایسی لکھوالی جائیں جن کی وجہ سے عورتوں کو بوقت ضرورت اپنے نفس پر طلاق واقع کرنے کا خود اختیار حاصل ہو جائے یہ شرعاً صحیح اور معتبر ہے یا نہیں۔

(۲) اور کیا اس کابین نامہ کے قبل از نکاح اور بعد از نکاح لکھوانے یا عین عقد نکاح کے وقت شرطوں کو زبانی کہلانے میں کوئی فرق ہے۔

الجواب

(۱) اس قسم کا کابین نامہ لکھوانا جس میں طلاق کا اختیار عورت کے ہاتھ میں دے دیا گیا ہو اور بوقت ضرورت اس سے کام لینا جائز ہے۔ اور اصطلاح فقہ میں اس اختیار دے دینے کو تفویض طلاق کہتے ہیں۔

(۲) اس تفویض کی کئی صورتیں جائز ہیں جن کی تفصیل مع شرائط کے اصل رسالہ الحیلۃ الناجزہ میں مذکور ہے۔ اس جگہ صرف وہ صورت ذکر کی جاتی ہے جو عوام کے لیے سب سے زیادہ آسان اور عورتوں کے لیے زیادہ مفید اور طرفین کے سب مصالح کی جامع ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ نکاح سے پہلے ایک اقرار نامہ مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ مرد سے لکھوا لیا جائے۔

یہ یاد رہے کہ اس اقرار نامہ کا ایک ایک لفظ غور کر کے شرعی قواعد کے موافق طرفین کے مصالح کی پوری رعایت رکھ کر لکھا گیا ہے۔ اس میں سے کوئی لفظ بدلا نہ جائے ورنہ بعض صورتوں میں یہ اقرار نامہ بالکل بے کار و بے فائدہ ہو جائے گا۔ اور وہ اقرار نامہ بشکل کابین نامہ یہ ہے۔

ف چونکہ طلاق میں جلدی کرنا شرعاً ناپسند ہے اس لیے عورت کو لازم ہے کہ اختیار مل جانے کے بعد بھی طلاق واقع کرنے میں جلدی نہ کرے بلکہ سوچ سمجھ کر غصہ فرو ہونے کے بعد اپنے خیرخواہوں سے مشورہ اور سنت کے موافق استخارہ کر کے طے تب عمل کرے

کابین نامہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم - اما بعد : میکہ   پسر   قوم
ساکن   ضلع   کا ہوں میرا نکاح مسماۃ   دختر
قوم   ساکن   ضلع   کے ساتھ شرائط ذیل پر ہوئی

مہر   روپیہ سکہ رائج الوقت سے قرار پایا ہے، لہٰذا میں بہ درستی ہوش و حواس بلا کسی جبر و اکراہ کے حسب ذیل اقرار نامہ لکھتا ہوں تاکہ میں اسی کا پابند رہوں اور بصورت عدم پابندی مسماۃ مذکور کے لیے رہائی کی صورت ہو سکے۔

پس میں اقرار کرتا ہوں کہ جب تک وہ میرے نکاح میں رہے ان شرائط ذیل کا پابند رہوں گا، اور بغرض اطمینان مسماۃ لکھتا ہوں کہ اگر میں مسماۃ مذکورہ سے نکاح کر لینے کے بعد جب کبھی اس کو اس نکاح میں رکھتے ہوئے شرائط ذیل میں سے کسی شرط کے خلاف کروں اور اس خلاف شرط ہونے کو حسب ذیل اشخاص میں سے کم از کم دو آدمی تسلیم کر لیں تو اس کے بعد مسماۃ مذکورہ کو اختیار ہوگا کہ اسی وقت یا خلاف شرط تسلیم ہو لینے سے ایک ماہ تک پھر کسی وقت چاہے اپنے اوپر ایک طلاق بائن واقع کر کے اس نکاح سے الگ ہو جائے۔ اور جب کبھی کسی شرط کا خلاف وقوع پذیر ہو ہر بار ایک ایک ماہ کے لیے اختیار حاصل ہوتا رہے گا۔ مگر یہ اختیار ایک ہی نکاح تک محدود ہے۔ اگر کسی طرح فرقت و علیحدگی کے بعد نکاح کا اعادہ ہو تو اس کے بعد یہ تفصیل اور شرائط نہیں بلکہ اس وقت جو کچھ دوبارہ طے ہو جاوے اس کے موافق عملدرآمد ہوگا۔

ﻋـﻪ زیادہ احتیاط دو کا رہے کہ تسلیم کر لیں ۔ کے بعد بعد بھی لکھ دیا جاوے " اور وہ دونوں صاحب ضرورت سمجھنے پر علیحدگی کو مناسب بھی قرار دے دیں۔

مرد: دستخط مع ولدیت و پتہ۔

شرائطِ بیوی

اس کابین نامہ کو میں نے منظور کیا اور لکھوا کر دیکھنے، سننے کے بعد آج بتاریخ ماہ
سنہ میں دستخط / نشان انگشت کرتا ہوں۔

العبد گواہ شد گواہ شد

اس کابین نامہ کا اثر

یہ کابین نامہ لکھنے کے بعد ایک مرتبہ خلاف شرط کرنے سے عورت کو صرف ایک ماہ کے لیے اختیار رہے گا اور مہینے کے ختم پر اختیار ساقط ہو جائے گا۔ لیکن اس کے بعد اگر پھر کبھی کسی شرط کی خلاف ورزی ہوئی تو پھر دوبارہ اختیار ایک ماہ کے لیے مل جائے گا اور ہر مرتبہ خلاف کرنے سے اسی طرح اختیار ملتا رہے گا۔ مگر ایک مرتبہ عورت طلاق واقع کر لے یا اور کسی طرح علیحدگی ہو جاوے تو اس کے بعد دوبارہ نکاح ہونے پر خلاف شرط کے وقوع سے اختیار حاصل نہ ہوگا۔

۱؎ مناسب ہے کہ کم از کم دس آدمیوں کے نام تو ضرور ان میں سے معتبرین ہوں کے لکھ دیئے جائیں۔

۲؎ جو شرائط لکھی ہیں ان میں اہل فہم اور تجربہ کار لوگوں سے مشورہ کر کے مناسب جو تغیر و تبدل ہو کر لیں مگر اتنا ضرور ہے کہ قانونی حیثیت بھی پیش نظر رہے اور کابین نامہ کی رجسٹری ہو سکے تو بہتر ہے اور مرد کے حق میں ایک مفید بات یہ ہے کہ مہر معاف کرنے کی شرط لگا دے اور کابین نامہ میں یہ جو لکھا ہے کہ اپنے اوپر ایک طلاق واقع کر لے اس سے پہلے یہ لفظ لکھ دیئے جاویں مہر معاف کر کے اپنے اوپر

جزو دوم :-

بابت

فسخ نکاح

مقدمہ

نکاح ہو جانے کے بعد جو مشکلات عورتوں کو شوہر کی طرف سے پیش آتی ہیں اور جن میں ابتلاء عام اور ضرر شدید ہے وہ چند ہیں ۔

ایک یہ کہ خاوند نامردی وغیرہ کی وجہ سے عورت کے قابل نہ ہو جس کو اصطلاح فقہ میں عنین کہتے ہیں دوسرے یہ کہ مرد مجنون ہو تیسرے یہ کہ مفقود ہو کر بے پتہ ہو جائے ۔ چوتھے یہ کہ موجود ہے اور نان نفقہ دینے پر قدرت بھی ہے مگر ظلم کرتا ہے نہ نان نفقہ دیتا ہے اور نہ طلاق ۔ پانچویں یہ کہ شوہر پاگل تو نہیں لیکن وہ بیوی بچوں کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چلا گیا تو وہ نان و نفقہ وغیرہ کا کسی قسم کا انتظام کرتا ہے اور نہ خود آتا ہے نہ ان کو اپنے پاس بلاتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے ۔

ان تمام صورتوں میں عورت کی رہائی کے لیے شرعی صورتیں علیحدہ علیحدہ ہیں جن کو تفصیل طور پر پیش کیا جائے گا لیکن ان تمام صورتوں میں یہ بات مشترک ہے کہ اس رہائی میں عورت یا اس کے اولیاء خود مختار نہیں ہیں بلکہ قاضی کا فیصلہ شرط ہے یعنی ضروری ہے کہ عورت اپنا مقدمہ قاضی کی عدالت میں دائر کرے ۔

اور قاضی باقاعدہ شرعی تحقیق کے بعد تفریق وغیرہ کا حکم دے مگر ہندوستان

عـه اس جگہ اصطلاحی فسخ مراد نہیں بلکہ تفریق بین الزوجین مراد ہے خواہ فسخ اصطلاحی ہو خواہ طلاق خواہ حکم بالموت بغرض تفہیم عام یہ عنوان اختیار کیا گیا

سکے موجودہ حالات میں چونکہ عموماً قاضی شرعی موجود نہیں اس لیے اس کی شرعی تدبیر تقدماً سب سے مقدم ہے۔

ہندوستان میں قاضی کے فیصلہ کی حیثیت

ہندوستان کی جن ریاستوں میں شرعی قاضی موجود ہیں وہاں پر تو مسئلہ آسان ہے لیکن حکومت کے علاقوں میں جہاں یہ صورت نہیں ہے ان میں وہ حکام وغیرہ جو کہ گورنمنٹ کی طرف سے اس قسم کے معاملات میں فیصلہ کا اختیار رکھتے ہیں وہ اگر مسلمان ہیں اور شرعی قواعد کے مطابق فیصلہ کریں تو ان کا حکم قاضی کے فیصلہ کے قائم مقام ہوتا ہے اور اگر فیصلہ کرنے والے مسلمان نہ ہوں جیسا کہ آج کل کے عموماً ہندوستان کی عدالت کے جج وغیرہ تو قانون شریعت کی رو سے ان کا فیصلہ تسلیم نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ اگر جیوری یا ممبران وغیرہ کی کثرت فیصلہ کرے تو ان تمام کا مسلمان ہونا شرط ہے۔ اگر ایک جج یا ممبر وغیرہ بھی غیر مسلم ہو تو شرعاً فیصلہ معتبر نہیں۔

مسلمان حاکم نہ ہونے کی صورت کا حکم

اگر کسی جگہ مسلمان حاکم موجود نہ ہو یا مسلمان حاکم کی عدالت میں مقدمہ جا سکے کا قانون کی رو سے اختیار ہو یا مسلمان حاکم قانون شریعت کے مطابق فیصلہ نہ کرتا ہو تو ایسی صورت میں مذہب حنفی کے مطابق عورت کی علیحدگی کے لیے شوہر سے طلاق لینے یا خلع لینے مہر یا مال کے بدلے شوہر سے طلاق لینے کے سوا کوئی صورت نہیں لیکن اگر شوہر طلاق اور خلع پر بھی کسی طریقہ سے رضامند نہ ہو یا مفقود یا مجنون یا نابالغ ہونے کی وجہ سے اس سے طلاق و خلع نہ ہو سکے تو اس وقت مذہب امام مالک کے مطابق جس کا اختیار کرنا ضرورت شدیدہ میں حنفیہ کے نزدیک بھی جائز ہے مسلمانوں کی جماعت کا حکم بھی قاضی کے فیصلہ کے قائم مقام ہوگا اور اس کی صورت یہ ہے کہ محلہ یا بستی کے

دیندار اور با اثر و رسوخ رکھنے والے مسلمانوں کی ایک جماعت (کمیٹی) بنا کر جو کہ کم از کم تین حضرات پر مشتمل ہو اپنا معاملہ پیش کیا جائے اور وہ جماعت واقعہ کی تحقیق کر کے شریعت کے مطابق فیصلہ کر دے۔

شرعی کمیٹی کی شرائط

شرعی کمیٹی کو قاضی شرعی کے قائم مقام کرنے کے لیے چند شرائط ہیں جس کمیٹی میں یہ چند شرائط موجود نہ ہوں وہ شرعاً معتبر نہ ہوگی۔

کم از کم تین آدمیوں کی جماعت ہو ایک یا دو آدمی فیصلہ کریں تو وہ معتبر نہیں۔

عادل کی تعریف

اس کمیٹی کے تمام ارکان کا عادل ہونا شرط ہے۔ اور عادل وہ شخص ہے جو تمام کبیرہ گناہوں سے بچتا ہو اور صغائر پر مصر نہ ہو اور اگر کوئی گناہ صادر ہو جاتا ہو تو فوراً توبہ کر لیتا ہو۔ لہذا سود خور اور رشوت لینے والا ڈاڑھی منڈانے والا، جھوٹ بولنے والا اور بے نمازی اس جماعت کا رکن نہیں بن سکتا۔ اگر بدقسمتی سے کسی جگہ کے بااثر لوگ دیندار نہ ہوں تو یہ تدبیر کی جائے کہ وہ بااثر اشخاص چند دیندار لوگوں کو اختیار دے دیں تاکہ شرعاً فیصلہ کی نسبت دیندار جماعت کی طرف ہو اور ان بااثر اشخاص کو کوشش کا ثواب حاصل ہو جائے۔

فیصلہ میں علماء کی شرکت لازم ہے

فیصلہ میں علماء کی شرکت لازم اور شرط ہے: صرف عوام کی جماعت کا فیصلہ حکم قاضی کے قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ اس لیے اولاً تو یہ چاہیے کہ جماعت کے سب ارکان اہل علم ہوں اور اگر یہ میسر نہ ہو تو کم از کم ایک معاملہ فہم عالم کو ضرور جماعت کا رکن بنائیں اور دوسرے ارکان معاملہ کے تمام پہلوؤں کو ان عالم صاحب سے خوب سمجھ کر رائے قائم کریں اور اگر کسی جگہ یہ بھی ممکن نہ ہو تو پھر یہ لازم ہے کہ جماعت کے ارکان معاملہ کی روئیداد مکمل کر کے علماء محققین سے ہر ہر جزئی کا حکم دریافت کریں اور جو ان کا فتویٰ ہو اس کے

موافق فیصلہ کیا جاوے، اگر ایسا نہ کیا بلکہ حاکم نے محض اپنی رائے سے فیصلہ کر دیا تو وہ حکم نافذ نہ ہوگا اور فیصلہ بالکل بے کار اور غیر معتبر رہے گا، اگرچہ وہ فیصلہ شریعت کے موافق بھی ہو۔

اختلافی فیصلہ کی حیثیت

چوتھی شرط یہ ہے کہ شرعی کمیٹی کے تمام ارکان متفقہ فیصلہ دیں، اگر رائے مختلف رہے اور کثرت رائے کی بنا پر فیصلہ کرنا چاہیں تو وہ فیصلہ معتبر نہ ہوگا، پس اگر ارکان میں اختلاف رہے تو مقدمہ خارج کر دیا جائے۔

اختلاف رائے کی وجہ سے فیصلہ نہ ہو سکے

اگر اختلاف رائے کی وجہ سے کسی درخواست پر تفریق کا حکم نہ ہو سکا تھا تو وہ درخواست ہمیشہ کے لیے مسترد نہ ہو جائے گی بلکہ مستغیثہ کو اختیار ہوگا کہ معاملہ کی حالت بدل جاوے یا ضرورت کی شدت بڑھ جائے تو دوبارہ درخواست پیش کرے اور دوبارہ درخواست دینے پر اگر ارکان کی رائے متفق ہو جائے تو تفریق کر دی جائے۔

اب ان اسباب کو بیان کیا جاتا ہے جن کی وجہ سے عورت کو نکاح فسخ کرانے کا اختیار حاصل ہوتا ہے اور اختیار ہونے کی جو شرطیں ہیں وہ سب لکھی جاتی ہیں، آج کل اکثر لوگ فسخ نکاح کا اختیار ہونے میں شرائط کی رعایت نہیں کرتے اور بغیر وجہ شرعی کے نکاح فسخ کرا لیتے ہیں لیکن اس قسم کے فسخ کا شرعاً اعتبار نہیں ہے اور دوسرے شخص سے ایسی عورت کا نکاح باطل ہے اس وجہ سے ان کا بہت خیال کرنا لازم ہے۔

عنین (نامرد) کی بیوی کے احکام

سوال :۔ شریعت کی اصطلاح میں عنین کس کو کہتے ہیں۔ ۲ عنین کی بیوی کو نکاح کے فسخ کرانے کا اختیار دیا جائے گا یا نہیں ۳ اگر اختیار دیا جائے تو اس کی کیا صورت ہوگی اور اس کے لیے کیا شرائط ہیں۔ ۴ تفریق یعنی فسخ نکاح کے بعد عنین پر مہر پورا واجب ہوگا یا آدھا نیز عورت پر عدت لازم ہوگی یا نہیں۔

الجواب :۔

شریعت کی اصطلاح میں عنین اس کو کہتے ہیں کہ جو باوجود اعضاء مخصوص موجود ہونے کے عورت سے ہمبستری کرنے پر قادر نہ ہو خواہ یہ حالت کسی بیماری کی وجہ سے پیدا ہوئی ہو یا کمزوری کی وجہ سے یا ضعیفی کی وجہ سے، یا اس وجہ سے کہ اس پر کسی نے جادو کرایا ہو۔ اور اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ بعض عورتوں سے ہمبستری کرنے پر قدرت رکھتا ہے اور بعض پر نہیں۔ تو جس عورت سے ہمبستری پر قدرت ہو اس کے حق میں یہ شخص عنین (نامرد) سمجھا جائے گا۔

عنین کی بیوی کے فسخ نکاح کی صورت

۲ نامرد کی بیوی کو اپنے شوہر سے تفریق (فسخ نکاح) کی یہ صورت ہے

کہ عورت اپنا معاملہ قاضی شرعی کی عدالت میں پیش کرے قاضی دعا دعویٰ کی تحقیق کرے یعنی پہلے۔ شوہر سے دریافت کرے اگر وہ خود اقرار کرے کہ بے شک میں اس عورت سے ہمبستری پر قادر نہیں ہوا تو اس کو ایک سال کی مہلت علاج کرنے کے لیے دے دے اور اگر وہ اقرار نہ کرے بلکہ ہمبستری کا دعویٰ کرے تو اس وقت یہ تفصیل ہے کہ اگر عورت باکرہ (کنواری) ہونے کا دعویٰ نہ کرے ہو جب تو شوہر سے حلف لیا جائے گا۔ اور اگر اس نے حلف کر لیا تو عورت کو تفریق کا حق حاصل نہ ہو سکے گا۔ اور اگر شوہر

نے حلف سے انکار کر دیا تو اس کو ایک سال کی مہلت علاج کے لیے دے دی جائے گی اور اگر عورت باکرہ ہونے کی مدعی ہو تو قاضی عورتوں سے اس کی بیوی کا معائنہ کرائے ایک عادل تجربہ کار عورت کا معائنہ بھی کافی ہے لیکن احتیاطاً اس میں ہے کہ دو عادل عورتیں معائنہ کریں آگے بعد معائنہ کے دو صورتیں ہیں، ایک صورت یہ کہ عورتیں یہ بیان کریں کہ یہ عورت ثیبہ یعنی کنواری نہیں رہی تب تو خاوند سے اس بات پر حلف لیا جائے کہ اس نے جماع کیا ہے اگر وہ حلف کرلے تو اس کا قول معتبر ہو جائے گا اور عورت کو تفریق کا حق باقی نہ رہے گا اور اگر شوہر حلف سے انکار کر دے تو تاجیل یعنی ایک سال کی مہلت کا حکم کر دیا جائے گا، اور دوسری صورت یہ کہ عورتیں یہ بیان کریں کہ ابھی تک یہ لڑکی باکرہ (کنواری) ہے تو پھر قاضی بدون کسی سے حلف لیے ہوئے شوہر عنین کو ایک سال کی مہلت علاج کے لیے دے دے۔ خلاصہ یہ کہ جب کسی دلیل سے محقق ہو جاوے کہ عورت باکرہ نہیں بلکہ ثیبہ ہے خواہ ثیبہ ہونا اس طرح معلوم ہو کہ وہ بیوہ ہو اور شوہر اول سے اولاد ہو چکی ہو یا خود عورت کے اقرار سے یا عورتوں کے معائنہ سے ان تینوں حالتوں میں مرد کا قول حلف کے ساتھ قبول کر لیا جاوے گا کہ وہ ہمبستری کر چکا اور عورت کو علیحدگی کا حق نہ دیا جائے گا، اور اگر ان تینوں حالتوں میں مرد حلف سے انکار کر دے تو عورت کا دعویٰ درست مان کر مرد کو ایک سال کی مہلت دے دیں، اور اگر عورتوں کے معائنہ سے زوجہ کا باکرہ ہونا ثابت ہو تو بغیر حلف ہی ایک سال کی مہلت دے دی جاوے اور اس مہلت کے لیے ظاہر الروایۃ میں قمری سال کا اعتبار کیا گیا ہے لیکن روایت حسن میں شمسی سال کو لیا ہے اور بعض اصحاب ترجیح نے احتیاطاً اسی کو اختیار کیا ہے اور عموماً متاخرین نے اسی پر فتویٰ دیا ہے اور اب بھی عام اہل فتویٰ کا یہی معمول ہے اور یہ سال حاکم کی مہلت دینے کے وقت سے شروع سمجھا جائے گا اس سے پہلے خواہ کتنی ہی مدت گزر گئی ہو معتبر

چوتھی شرط یہ ہے کہ جس وقت سال بھر کی مدت گذرنے کے بعد قاضی عورت کو اختیار دے تو عورت اسی مجلس میں تفریق کو اختیار کر لے پس اگر اسی مجلس میں اس نے اپنے خاوند کے ساتھ رہنا پسند کر لیا یا اس قدر سکوت کیا کہ مجلس برخواست ہو گئی خواہ اس طرح کہ یہ عورت مجلس سے کھڑی ہو گئی یا اس طرح کہ قاضی مجلس سے اٹھ گیا تو اس کا اختیار باطل ہو گیا اب کسی طرح تفریق نہیں ہو سکتی و نیز مجلس برخواست ہونے اور عورت کے اٹھ جانے کے علاوہ اور صورتیں بھی ایسی ہیں جن سے مجلس بدل جاتی ہے اور اختیار باطل ہو جاتا ہے، مثلاً کوئی دوسری گفتگو کرنے لگی یا نماز پڑھنے لگی۔ وغیرہ ذلک۔

پانچویں شرط عنین کو سال بھر کی مہلت دینا اور سال گذرنے پر عورت کو اختیار دینا اور ایسا ہی اگر خاوند طلاق سے انکار کرے تو تفریق کر دینا وغیرہ یہ سب امور جن کا اوپر مفصل ذکر ہو چکا حکم قاضی کے محتاج ہیں بدون حکم قاضی کے از خود عورت کو تفریق کا اختیار نہیں اور جس جگہ قاضی نہ ہو اس کا مفصل حکم اس نمبر دوم کے مقدمہ میں گذر چکا وہاں دیکھ لیا جائے۔

جواب سوال (نمبر ۳) بوجہ خلوت صحیحہ شوہر عنین پر پورا مہر واجب ہو چکا تھا وہ تفریق کے بعد بھی ادا کرنا لازم ہے اور عورت پر عدت بھی واجب ہے۔

(دفعہ نمبر)

جس کے عضو تناسل ہی نہ ہو

عنین کو ایک سال کی مہلت دینے کا حکم جو اوپر بیان کیا گیا صرف اس شخص کے لیے ہے جس کو عرفاً عنین کہتے ہیں لیکن وہ شخص کہ جس کا عضو تناسل قطع ہو گیا جس کو اصطلاح میں مجبوب کہتے ہیں اور اسی طرح وہ شخص جس کا عضو تناسل خلقتاً بہت کم مثل نہ ہونے کے ہو اس کو سال بھر کی مہلت دینے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ پہلے ہی درخواست پر مجبوب وغیرہ ہونے کی تحقیق کر کے عورت کو اختیار دے دیا جائے گا۔ (مختار الفتاویٰ) اگر شوہر خصی عنین کے سوا شخص عورت کے دعوے کا انکار کرے۔

اگر عورت دعویٰ کرے کہ میرا شوہر مجبوب وغیرہ ہے اور مرد اس سے انکار کرے اور بدون معائنہ کے اس کا فیصلہ نہ ہو سکے تو معائنہ بھی جائز ہے پس قاضی کسی معتبر شخص کو کہہ دے کہ معائنہ کرکے بتلاؤ کہ عورت سچ کہتی ہے یا مرد سچا ہے۔
(مجبوب کا مطلب ہے عضو مخصوص کٹا ہوا)

ہدایت یہ مختصر بیان بقدر ضرورت لکھا گیا ہے اس کے سوا اور بھی بہت سی جزئیات ہیں جو کتب فقہ میں مفصل مذکور ہیں۔ بوقت ضرورت علماء سے اہل فتویٰ سے دریافت کر لیا جاوے۔

زوجہ مجنون کے فسخ نکاح کے احکام کا خلاصہ

سوال:۔ کیا مجنون کی بیوی کو شرعاً یہ حق حاصل ہے کہ تفریق کا مطالبہ کرے اور مجنون کی زوجیت سے نکل جائے۔

۱ اگر ہے تو اس کی کیا صورت ہے اور اس کے کیا شرائط ہیں؟

۲ اور تفریق کے بعد مہر اور عدت کا کیا حکم ہے؟

الجواب:۔

(۱) جنون کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ نکاح کے وقت جنون موجود ہو اور پہلے ہمبستری بھی نہ ہو جائے دوسری یہ کہ عقد کے وقت مجنون نہ تھا مگر نکاح کے بعد لاحق ہو گیا خواہ ہمبستری سے پہلے ہو گیا ہو یا بعد میں ان دونوں صورتوں میں تفریق کا اختیار عورت کو ان شرائط کے ساتھ حاصل ہوتا ہے جو عنقریب بیان کی جاتی ہیں مگر پہلی صورت یعنی نکاح کے وقت جنون کی صورت میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی اختیار ہے اور مالکیہ کے نزدیک بھی اور دوسری صورت یعنی نکاح کے بعد جنون ہونے کی صورت میں صرف مالکیہ کے نزدیک اختیار ہوگا اس لئے دوسری صورت

میں بغیر ضرورتِ شدیدہ کے نکاح فسخ نہ کیا جائے۔

مجنون کی بیوی کے فسخ نکاح کا طریقہ

(۲) تفریق یا فسخ نکاح کی صورت یہ ہے کہ مجنون کی بیوی قاضی کی عدالت میں درخواست دے، اور شوہر کا مستقل طور پر مجنون ہونا ثابت کرے، قاضی واقعہ کی تحقیق کرے، اگر واقعہ صحیح ثابت ہو تو مجنون کو علاج کے لیے ایک سال کی مہلت دے دے، اگر سال گزرنے کے بعد بیوی پھر قاضی سے درخواست کرے اور شوہر کا جنون اب تک موجود ہو تو عورت کو اختیار دے دیا جائے، اس پر اگر عورت اسی مجلس میں فسخ نکاح کا مطالبہ کرے جس میں اس کو اختیار دیا گیا ہے تو قاضی تفریق واقع کردے اور یہ تفریق اگر اس جنون کی وجہ سے کی گئی ہے جو کہ نکاح کے وقت موجود تھا تب تو طلاق نہیں، بلکہ فسخ ہے اور اگر نکاح کے بعد جنون ہو جانے کی وجہ سے تفریق کی گئی ہے تو اس میں طلاق ہونے کا احتمال ہے علماء با عمل سے تحقیق کی جائے اور جب تک تحقیق نہ ہو اس وقت تک طلاق قرار دینا چاہیے۔ یہی احتیاط ہے۔

زوجۂ مجنون کے فسخ نکاح کی شرائط

اور زوجہ مجنون کو خیار فسخ حاصل ہونے کے لیے مندرجہ ذیل شرطیں ہیں اگر یہ شرطیں نہ پائی جاویں تو تفریق کا حق نہیں، اس حیثیت کو خوب سمجھنا لازم ہے۔

(الف) ایک شرط یہ ہے کہ عورت کی طرف سے رضامندی نہ پائی جائے، پس اگر نکاح سے پہلے جنون کا پتہ تھا اور اس کے باوجود نکاح کیا گیا تو خیار فسخ حاصل نہیں ہوتا۔ اور اگر نکاح کے بعد جنون ہوا تو یہ شرط ہے کہ جنون کی خبر ہونے کے بعد اس نے نکاح میں رہنے پر رضامندی ظاہر نہ کی ہو، اگر ایک مرتبہ بھی رضامندی ظاہر کر دی تو خیار فسخ باطل ہو گیا۔

(ب) دوسری شرط یہ ہے کہ جنون کا پتہ لگنے کے بعد اپنے اختیار سے عورت

نے جماع یا دواعی جماع کا موقع نہ دیا ہو البتہ اگر مجنون نے بجبر و اکراہ ہمبستری وغیرہ کرلی تو اس سے خیار ساقط نہیں ہوتا۔

زوجۂ مجنون اگر مجنون سے ہمبستری کرالے

(فائدہ متعلقہ مرد و شوہر) اگر رضامندی کا اظہار یا جماع وغیرہ کا موقع دینا ایسے جنون کے بعد پایا جاوے جو موجب خیار ہے تب تو خیار نہ رہے گا لیکن اگر معمولی جنون میں رہنے کو منظور کر لیا تھا یا ہمبستری وغیرہ کا موقع دیا تھا اور بعد میں جنون بڑھ گیا تو اس رضامندی سے خیار فسخ ساقط نہ ہوگا مگر اس گنجائش سے نفع حاصل کرنے میں کامل دیانت اور سخت احتیاط سے کام لینا لازم ہے۔

(ج) زوجۂ عنین کی طرح زوجۂ مجنون بھی اپنے خاوند سے علیحدہ ہونے میں خود مختار نہیں بلکہ قضائے قاضی شرط ہے اور جس علاقہ میں قاضی موجود نہ ہو وہاں مسلمان حاکم سے استغاثہ کیا جاوے بشرطیکہ اس کو حکومت کی طرف سے ایسے معاملات کے تصفیہ کا حق دیا گیا ہو اور شرعی طریق پر فیصلہ کرتا ہو ورنہ جماعت مسلمین سے درخواست کی جاوے جس کی شرطیں مقدمہ میں گذر چکی ہیں ان کو ضرور دیکھ لیں۔

(د) جب مہلت کا سال گذر جانے کے بعد دوبارہ درخواست پر قاضی کو اختیار دے تو عورت کو فرقت کا اختیار اسی مجلس تک رہتا ہے اگر مجلس برخاست ہوگئی یا عورت از خود یا کسی کے اٹھانے سے اٹھ گئی یا اور کسی طرح مجلس[1] بدل گئی تو خیار فسخ ساقط ہوگیا۔

زوجۂ مجنون کی عدت و مہر کا شرعی حکم

مہر اور عدت کا حکم یہ ہے کہ اگر خلوت صحیحہ سے قبل نکاح فسخ ہوگیا ہے

[1] تبدیلیٔ مجلس کا بیان عنین کے بیان میں گذر چکا ہے اس کو دیکھ لیا جاوے ۱۲ منہ

جب تو مہر بالکل ساقط ہو جائے گا۔ اور عدت کی ضرورت نہیں اور اگر عیب جنون
معلوم ہونے سے قبل خلوتِ صحیحہ ہو چکی تھی اور اس کے بعد جنون کا پتہ لگنے پر
فسخِ نکاح کی نوبت آئی ہے تو پورا مہر لازم رہے گا اور عدت بھی واجب ہوگی۔

(فائدہ)

اگر زوجۂ مجنون کے نفقہ کا انتظام نہ ہو

مجنون کی بیوی کا نکاح فسخ ہونے
کے لیے جو شرائط اوپر مذکور ہیں اگر کسی جگہ وہ شرائط موجود نہ ہوں تو جنون کی وجہ سے
تفریق نہیں ہو سکتی لیکن اگر مجنون کی کسی قسم کی آمدنی کا ذریعہ نہ ہو اور نہ اس کو روزگار
حاصل کرنے پر قدرت ہو اور بیوی کے لیے نان و نفقہ کا کوئی انتظام نہ ہو تو ایسی
صورت میں مفتی کے لیے عورت کے اضطرار کی پوری تحقیق ہو جائے اور چند علماء
سے مشورہ کے بعد اس فتویٰ کی بھی گنجائش ہے کہ مذہب مالکیہ کی وجہ سے نان و نفقہ
کے انتظام نہ ہونے کی صورت میں قاضی یا اس کا قائم مقام شرعی حکمین یا مسلم حکام
ان دونوں میں تفریق کر دے اور یہ تفریق طلاقِ رجعی کے حکم میں ہوگی لیکن اس میں
نہایت غور و فکر سے کام لے کر مذہب مالکیہ کی تمام شرائط کی پابندی ضروری ہے جن
میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ نان و نفقہ کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے فسخ نکاح
اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ نکاح سے پہلے اس کو شوہر کے مفلس و نادار ہونے
کا علم نہ ہو ورنہ اگر ناداری کا علم ہوتے ہوئے نکاح کیا گیا ہے تو اب نان و نفقہ کے
انتظام نہ ہونے کی وجہ سے بھی اس کو تفریق کے مطالبہ کا حق نہ ہوگا اور باقی شرائط
اس مسئلہ کی بوقتِ ضرورت کتب مالکیہ سے معلوم ہو سکتی ہیں جن کے نام گذر چکے۔

مفقود کی بیوی کے فسخ نکاح کے احکام کا خلاصہ

عوام بلکہ خواص بھی یہ سن کر یا دیکھ کر مفقود کی بیوی کو حضرت امام مالکؒ چار سال

وانتظار کرانے کے بعد دوسرے شخص سے نکاح کرنے کی اجازت دے دیتے ہیں مفقود کی بیوی کے معاملہ کو بہت ہی آسان سمجھ بیٹھے ہیں۔

لیکن دراصل حضرت امام مالکؒ کے مذہب میں اس کے لیے چند شرائط اور قیود ہیں۔ جن کا خیال کرنا ضروری ہے۔ ان شرائط کی رعایت کے بغیر کسی کے نزدیک بھی دوسری جگہ اس کا نکاح حلال نہیں ہو سکتا۔

لیکن پہلی بات یہ ہے کہ فقہ مالکی کی کتب کم ہیں دوسری بات یہ ہے کہ مالکی مذہب کے علماء بھی نہیں اس واسطے اس کی ضرورت ہوئی کہ علماء مالکیہ سے اس مسئلہ کو مفصل تحقیق کر کے شائع کیا جائے تاکہ غلط فہمی اور عملی غلطیاں دور ہوں۔

اسی بناء پر مدینہ منورہ کے علماء مالکیہ سے چند سوال کر کے اس مسئلہ کو خوب منقح کیا گیا۔ ان سب سوالوں کو مع جوابات ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ ضرورت کے وقت اس تفصیل کا پیش نظر رکھنا لازم ہے۔

سوالات :-

اول: جو شخص مفقود الخبر ہو جائے یعنی باوجود تحقیق و تفتیش کے اس کا حال معلوم نہ ہو کہ زندہ ہے یا مر گیا کیا اس کی زوجہ کے لیے یہ حق ہے کہ وہ کسی طرح اپنے کو اس کی زوجیت سے نکال کر دوسرا نکاح کر سکے۔ اگر یہ حق ہے تو کیا اس کو کچھ مدت انتظار کرنے کی ضرورت ہے یا بلا مہلت اس کو اختیار دے دیا جائے گا۔

دوم: اگر مہلت دی جاوے گی تو اس کی مقدار کتنی ہے اور کب سے شمار ہوگی مرافعہ اور دعویٰ کے وقت سے یا گم ہونے کے وقت سے یا حکم حاکم کے بعد سے۔

سوم: کیا زوجہ مفقود فسخ نکاح میں محتاج قضا ہے یعنی قضائے قاضی شرط ہے۔

عہ فسخ نکاح سے اس جگہ فسخ بمعنی [illegible] مراد ہے اردو کے محاورہ کے موافق فسخ کا لفظ اختیار کیا گیا ہے ورنہ بعض تعبیر امام مالک رسالہ کے آخر فتویٰ میں لفظ طلاق ہی کا اطلاق کیا گیا ہے

اور صورت فسخ کیا ہوگی۔

چہارم۔ اگر قضائے قاضی شرط ہے تو کیا قاضی پر بھی یہ بات لازم ہے کہ پہلے مفقود کی خود تفتیش و تلاش کرے جب اس کو مایوسی ہو جائے اس وقت زوجہ کو کوئی مہلت وغیرہ دے یا عورت اور اس کے اولیاء کا تلاش کرنا کافی ہے۔

پنجم۔ جن بلاد میں قاضی شرعی موجود نہیں جیسے ہندوستان وغیرہ وہاں اس کی کیا صورت کی جائے۔

ششم۔ مفقود کا حکم دار الحرب اور دار الاسلام میں یکساں ہے یا مختلف۔ اگر مختلف ہے تو ہندوستان جیسے ممالک جن میں کروڑوں مسلمان آباد ہیں وہ دار الاسلام سمجھے جاویں گے یا دار الحرب؟

الجواب:

(۱) زوجہ مفقود کے لیے مالکیہ کے نزدیک مفقود کی زوجیت سے علیحدہ ہونے کی دار الاسلام میں تو یہ صورت ہے کہ عورت قاضی کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے اور شرعی گواہی سے یہ ثابت کرے کہ میرا نکاح فلاں شخص سے ہوا تھا۔ اگر نکاح کے موقع کے گواہ موجود نہ ہوں تو اس معاملہ میں شہادت بالتسامع (یعنی سنی سنائی) یا عام شہرت کی وجہ سے بھی گواہی دی جا سکتی ہے۔ اس کے بعد گواہوں سے اس کا مفقود و لاپتہ ہونا ثابت کرے۔ اس کے بعد قاضی خود بھی مفقود (غائب لاپتہ) کی تفتیش اور تلاش کرے اور جب پتہ لگنے سے مایوس ہو جائے تو عورت کو چار سال تک مزید انتظار کا حکم کرے۔ دوران چار سال کے اندر بھی مفقود کا کچھ پتہ نہ چلے تو مفقود کو اس چار سال کی مدت ختم ہونے پر مردہ تصور کیا جائے گا اور دوران چار سال کے پورا ہونے پر عدت وفات چار ماہ دس دن گزار کر عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنے کا اختیار ہوگا۔

زوجۂ مفقود کے لیے چار سال انتظار کے بعد دوبارہ درخواست دینا

اور اب چار سال گزرنے کے بعد دوبارہ قاضی کی عدالت میں درخواست دینا
اور مدتِ وفات کے لیے فیصلہ حاصل کرنا، مالکیہ کے نزدیک ضروری نہیں بلکہ قاضی کا
فیصلہ صرف پہلی مرتبہ مدت دینے کے وقت ضروری ہے یعنی جس وقت قاضی نے عورت
کا دعویٰ سن کر تحقیق کر کے چار سال کی مدت، انتظار کے لیے دے دی صرف اسی
وقت قاضی کا فیصلہ ضروری ہے، لیکن احتیاط اس میں ہے کہ جب وہ چار سال جو قاضی
نے مقرر کئے تھے پورے ہو جائیں تو دوبارہ درخواست دے کر قاضی سے مفقود کی موت
کا حکم حاصل کر لیا جائے تاکہ حنفی مذہب میں گنجائش کی حد تک رعایت ہو جائے لیکن
جس جگہ قاضی وغیرہ کی طرف دوسری مرتبہ درخواست دینا مقدمہ پیش کرنا زیادہ دشوار ہو
وہاں پر بغیر دوسری مرتبہ مقدمہ پیش کئے ہوئے عمل کر لینے میں حرج نہیں ہے۔

زوجۂ مفقود کے لیے دارالحرب و دارالاسلام میں حکم

مذکورہ بالا حکم تو دارالاسلام میں تھا

اور دارالحرب میں مفقود کی بیوی کا حکم جمہور مالکیہ کے نزدیک تو وہی حکم ہے جو حنفیہ
کے نزدیک ہے یعنی جب تک اس کے ہم عمر لوگ زندہ ہیں اس وقت تک اس کی
بیوی کے لیے اس کے نکاح سے علیحدہ ہونے اور دوسرا نکاح کرنے کی کوئی صورت
نہیں لیکن اشہبؒ کے نزدیک (جو کہ حضرت امام مالکؒ کے ممتاز شاگردوں میں سے ہیں)
اور فقہاء مالکیہ میں بلند درجہ رکھتے ہیں دارالحرب میں بھی زوجۂ مفقود کا وہی حکم ہے جو
کہ دارالاسلام میں گذر چکا۔

مدتِ انتظار کب سے شمار ہوگی

سوال نمبر ۱ کا جواب یہ ہے کہ حاکم چار سال
کی مدت جو انتظار کرنے کے لیے تجویز کرے گا

وہ مدت اسی وقت سے شروع ہوگی جس وقت حاکم یا شرعی کمیٹی مفقود کی تحقیق و تفتیش کرکے پتہ چلنے سے ناامید ہوجائے اور قاضی کی عدالت میں پہنچنے اور اس کی تفتیش سے پہلے جا ہے کتنی ہی مدت گذر چکی ہو، اس کا کچھ اعتبار نہ ہوگا۔

تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ

زوجۂ مفقود کیلئے قاضی سے فیصلہ کرانا لازمی ہے

مفقود کی بیوی کسی صورت میں اس کے نکاح سے خارج ہونے میں خود مختار نہیں۔ بلکہ ہر حالت میں قاضی کا فیصلہ حاصل کرنا ضروری ہے۔

(جواب سوال چہارم) ہاں قاضی پر بھی ضروری ہے کہ صرف عورت اور اس کے اولیاء

قاضی کے ذمہ مفقود کی تلاش

کی تفتیش اور ان کے بیان پر اکتفا نہ کرے بلکہ خود بھی تلاش کرائے۔

اور تلاش کرنے کی صورت یہ ہے کہ قاضی اور حاکم کو جہاں جہاں مفقود کے جانے کا غالب گمان ہو وہاں وہاں آدمی بھیجا جاوے اور جس جگہ جانے کا غالب گمان نہ ہو صرف احتمال ہو وہاں اگر خط کو کافی سمجھے تو وہاں خطوط بھیج کر تفتیش کرے، اور اگر اخبار میں شائع کر دینے سے خبر ملنے کی امید ہو تو یہ بھی کرے۔ بالغرض تفتیش میں پوری کوشش اور جہد بلیغ کرے۔ کما لا یخفی۔

اور جب تلاش کے بعد پتہ ملنے سے مایوسی ہوجائے اس وقت مذکورۃ الصدر طریق پر چار سال کے مزید انتظار کا حکم کرے۔

اور تفتیش کے مصارف کی بابت فقہائے مالکیہ میں

مفقود کی تفتیش کے اخراجات کس کے ذمہ ہیں

اختلاف ہے بعض نے کہا کہ عورت کے ذمہ ہے اور بعض نے کہا بیت المال کے ذمہ اور بعض کے نزدیک تفصیل ہے کہ اگر زوجہ کے پاس مال ہو تو مصارف تفتیش اس کے

علہ اور یہ تفصیل سب سے زیادہ بہتر ہے۔

سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان، مصر و شام وغیرہ ممالک کہ جن میں حکومت کافرہ مسلط ہونے کے باوجود، اسلامی شعائر ابھی تک قائم ہیں ان سب میں مفقود کا حکم وہی ہے جو دارالاسلام میں ہے یا کچھی دارالحرب میں شعائر اسلام بھی موجود نہ ہوں مگر وہاں مسلمانوں کو صلح وغیرہ کی وجہ سے آنا جانا اور تفتیش کرنا ممکن ہو تو اس دارالحرب میں بھی وہی حکم ہے جو کہ دارالاسلام میں ہے یعنی اصل بناء امکان تفتیش ہے اسی وجہ سے ہندوستان کے دارالحرب ہونے میں جو علماء کا اختلاف ہے اس کا اس مسئلہ پر کوئی اثر نہ پڑے گا اور مفقود کی بیوی کو ان ملکوں میں چار سال کی مہلت کے بعد عدت وفات گزار کر نکاح ثانی کا اختیار دے دیا جائے گا۔

مفقود کے واپس آجانے کے فقہی مسائل

سوالات: اگر مفقود، شرعی کمیٹی، مسلمان حاکم، شرعی قاضی کی جانب سے اس کے مرنے کے فیصلہ ہو جانے کے بعد اس کی بیوی کا دوسرا نکاح کر لینے کے بعد دوسرے شوہر کے ہمبستری کرنے سے پہلے آجائے یا دوسرے شوہر سے ہمبستری وغیرہ کرنے کے بعد واپس آجائے تو مفقود کو اس کی بیوی ملے گی یا نہیں اور ان تمام صورتوں کے یہ حکم ایک ہی ہے یا مختلف؟

ملا دوسرے شوہر سے صرف نکاح ہو جانے، یا نکاح اور ہمبستری دونوں ہونے کے بعد مفقود کے واپس آنے پر اگر بیوی اس کو مل جاتی ہے تو اس کے متعلق چند تفصیلی سوالات ہیں۔

الف: کیا پہلے شوہر کو دوبارہ نکاح کرنا ضروری ہوگا؛ یا ویسے ہی پہلا نکاح قائم اور باقی سمجھا جائے گا۔

ب: دوبارہ نکاح کرنے کی صورت میں نیا مہر مقرر کرنے کی بھی ضرورت ہوگی یا نہیں؟

(ج) اس صورت میں دوسرے خاوند کی عدت بھی واجب ہوگی یا نہیں، اور اگر واجب ہوگی تو کتنے ایام اور یہ عدت شوہر ثانی کے مکان پر گذاری جائے گی یا شوہر اوّل کے۔

(د) دوسرے شوہر کے ذمہ جو مہر تھا اس کا ادا کرنا واجب رہے گا یا نہیں۔

(ھ) اگر زوج ثانی سے اولاد ہو چکی ہو یا تفریق کے بعد زمانۂ عدت میں ہو جاوے تو اس اولاد کا نسب کس سے ثابت ہوگا پہلے خاوند سے یا دوسرے سے۔

الجواب:

(ا) وہ مفقود جس پر مرافعہ اور تفتیش کے بعد چار سال تک انتظار کر کے قاضی نے موت کا حکم کر دیا ہے اگر حکم بالموت کے بعد واپس آجائے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔

ایک یہ کہ شوہر ثانی کے ساتھ خلوت صحیحہ ہونے سے پہلے آجاوے خواہ عدت وفات کے اندر یا بعد اور خواہ نکاح ثانی سے پہلے یا بعد۔

دوسری یہ کہ ایسے وقت واپس آجائے جب کہ عدت وفات گذرنے کے بعد عورت دوسرے مرد سے نکاح کر چکی اور خلوت صحیحہ بھی ہو چکی ہو۔

ان میں سے پہلی صورت کا حکم بالاتفاق یہ ہے کہ زوجہ شوہر اول ہی کے نکاح میں بدستور سابق رہے گی دوسرے خاوند کے پاس نہیں رہ سکتی۔

اور دوسری صورت میں مالکیہ کا تو مشہور مذہب یہی ہے کہ زوجہ دوسرے خاوند کے

؎ ایک ضروری بات قابل تنبیہ یہ ہے کہ مالکیہ کے مذہب مشہور میں بھی زوج ثانی سے ہم بستری کے بعد شوہر اول کا حق فوت ہو جانے کی ایک شرط ہے وہ یہ کہ دوسرے خاوند کو اس بات کی خبر نہ ہو کہ اس عورت کا خاوند زندہ ہے اور اگر خبر ہو کہ اس کا خاوند زندہ ہے تو پھر شوہر ثانی کے دخول اور ہم بستری کے بعد واپس آنے پر بھی شوہر اول کا نکاح باقی رکھا جائے گا اور یہ اسی کو مل جاوے گی۔

عدت کس جگہ گذارے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ عورت عدت پہلے شوہر کے یہاں گذارے،

ملے اگر خلوت صحیحہ ہو چکی ہے تو پورا مہر جو بوقت نکاح مقرر کیا گیا تھا ادا کرنا واجب ہوگا، اور اگر خلوت صحیحہ نہ ہوئی تو اس صورت میں مہر کا حکم صراحۃً نظر سے نہیں گذرا، لیکن قواعد سے معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت میں مہر بالکل نہیں ملے گا،

ملے اس اولاد کا نسب دوسرے شوہر سے ثابت ہوگا۔

سخت ترین ضرورت میں زوجۂ مفقود کو ایک سال کی مدت انتظار

مفقود کی بیوی

کے لیے چار سال مزید انتظار کا حکم تو اس صورت میں فقط طور سے ضروری ہے جب کہ عورت اس قدر زمانہ تک صبر سے اور با عصمت زندگی گذار سکے لیکن اگر یہ صورت ممکن نہ ہو یعنی عورت گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ظاہر کرے اور اس نے ایک عرصہ دراز تک مفقود کا انتظار کرنے کے بعد مجبور ہو کر اس حالت میں درخواست دی ہو جب کہ صبر سے عاجز ہو گئی ہو تو اس صورت میں اس کی بھی گنجائش ہے کہ مذہب مالکیہ کے موافق چار سال کی میعاد میں کمی کر دی جائے کیوں کہ جب عورت کے گناہ میں مبتلا ہو نے کا شدید اندیشہ ہو تو ان کے نزدیک کم از کم ایک سال صبر و انتظار کے بعد تفریق جائز ہے۔

ایک سال غائب ہونے کے وقت سے لگے گا یا دعویٰ کرنے کے وقت سے؟

(قدیم نسخہ کے حاشیہ کے مضمون)

ملے عرصہ دراز کی تعیین حاکم کی رائے پر ہے یعنی قاضی یا شرعی کمیٹی مدعیہ کے خاص حالات میں غور کر کے فیصلہ کریں کہ عورت نے معاملہ پیش کرنے سے پہلے کافی انتظار

ملے یہ حاشیہ میں تھا۔

کیا یہ ہے یا نہیں؟ اگر معمولی انتظار کے بعد مقدمہ دائر کیا ہے جب تو گزشتہ احکام کے بموجب
چار سال مزید انتظار کا حکم دیا جائے اور اگر کافی انتظار کرنے کے بعد مقدمہ پیش کیا ہے
تو اس گنجائش کے موافق فیصلہ کی اجازت ہے۔

۵۔ لیکن یہ بات کہ یہ سال غائب ہونے کے وقت سے شروع سمجھا جائے گا یا
قاضی کے یہاں مقدمہ پیش کرنے کے وقت سے؟

تو اس کی وضاحت مذہب مالکیہ کے فتاویٰ میں نہیں ہے اور جس قدر کتب مالکیہ
کی یہاں موجود ہیں ان میں بھی نہیں ملیں اور ظاہر ہے کہ اب احتیاط اسی میں ہے کہ
مقدمہ پیش کرنے کے بعد سے انتظار کا سال شمار ہوگا لیکن علمائے سہارنپور دونوں صورتوں
میں چار ہی سال کی مدت مزید انتظار کی شرط فرماتے ہیں اور ایسا کرنا ظاہر ہے کہ زیادہ
احتیاط کی بات ہے، لیکن جہاں قرائن قویہ سے اندیشہ قوی ابتلاء بالزنا کا ہو تو ایک سال
کے قول پر بھی حاکم کو حکم کر دینے کی گنجائش ہے مگر معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے بلاوجہ تاخیر
نہ کیا جائے (اشرف علی) (تتمہ حصہ ۲ امداد ۲)

زوجہ مفقود الخبر کی تفریق سے طلاق رجعی ہونے کی صورت

اگر تفریق اس قاعدہ کے موافق کی جائے تو اس بات کا خیال رکھنا ضروری
ہے کہ یہ تفریق طلاق رجعی ہوگی اور اس صورت میں زوجہ مفقود کو بجائے عدت وفات
کے عدت طلاق تین حیض گذارنے ہوں گے اور مفقود اس صورت میں بعد تفریق کے
آگیا تو اس میں یہ تفصیل ہوگی کہ اگر عدت کے اندر اندر آ کر رجعت کرے تو رجعت
صحیح ہو جائے گی اور زوجہ بدستور اس کے نکاح میں رہے گی، اور اگر عدت کے
بعد آیا یا پہلے ہی آ گیا مگر عدت کے اندر رجعت قولی یا فعلی نہ کی تو اب اس کی زوجہ پر
طلاق بائنہ ہو کر وہ خود مختار ہوگی، خواہ دوبارہ اسی سے نکاح کرے یا کسی دوسرے

ہے۔ واللہ اعلم۔

حکم زوجہ متعنت فی النفقہ

(متعنت یعنی سرکش شوہر کی بیوی کا حکم)

متعنت:۔ اصطلاح میں اس شخص کو کہتے ہیں جو باوجود قدرت کے بیوی کے حقوق نان نفقہ وغیرہ ادا نہ کرے اس کا حکم بھی بوقت ضرورت شدیدہ ستم رسیدہ مستورات کی رہائی کے لیے مالکیہ کے مذہب سے لیا گیا ہے جو ذیل کے سوال و جواب پر مشتمل ہے۔

سوال ۱: جو شخص باوجود قدرت کے اپنی زوجہ کے حقوق نفقہ وغیرہ ادا نہ کرتا ہو کیا اس کی زوجیت سے نکل سکتی ہے اگر ہے تو اس کی کیا صورت ہے۔

۲: اگر قاضی ان میں تفریق کر سکتا ہو تو جب قاضی اس متعنت کی زوجہ پر طلاق واقع کر چکے جو نان نفقہ نہ دیتا ہو اس وقت یا اس کے بعد پھر کسی وقت متعنت اپنی حرکت سے باز آ جائے اور نفقہ وغیرہ حقوق ادا کرنے کا وعدہ کرے تو کیا وہ عورت پھر اس کو مل جائے گی اور اگر اس کو مل سکتی ہے تو قبل عدت اور بعد عدت میں یا قبل نکاح ثانی اور بعد نکاح ثانی میں کچھ فرق ہو گا یا نہیں؟

الجواب:۔

(۱) جس عورت کا شوہر بیوی کے حقوق سے لاپرواہ ہو اس کے شرعی حقوق نان و نفقہ ادا نہ کرتا ہو تو اس عورت کو ضروری ہے کہ وہ ایسے شوہر سے خلع حاصل کرے لیکن اگر کافی اور حتی الامکان کوشش کے باوجود کوئی صورت نہ بن سکے تو سخت مجبوری کی حالت میں مذہب مالکیہ پر عمل کرنے کی گنجائش ہے کیونکہ ان کے نزدیک زوجہ متعنت (یعنی مذکورہ بالا قسم کے شوہر سے) کو تفریق کا حق مل سکتا ہے۔

نان و نفقہ کا انتظام نہ ہو سکے اور باعصمت زندگی نہ گذار سکے کا حکم

سخت مجبوری کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ عورت کے نان و نفقہ کا کوئی انتظام نہ ہو سکے یعنی نہ تو کوئی شخص بیوی کے نان و نفقہ کا انتظام کرتا ہو اور نہ عورت عزت و آبرو کے ساتھ گذارہ کر سکتی ہو اور دوسری صورت مجبوری کی یہ ہے کہ اگرچہ بسہولت یا دشواری کے ساتھ خرچ کا انتظام ہو سکتا ہے لیکن شوہر سے علیحدہ رہنے میں گناہ میں مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہو۔

سرکش شخص کی بیوی کے مقدمہ کی کارروائی کا طریقہ

تفریق کی صورت یہ ہے کہ عورت اپنا مقدمہ قاضی شرعی یا مسلمان حاکم اور ان کے نہ ہونے کی صورت میں شرعی کمیٹی کے سامنے پیش کرے اور جس کے پاس پیش ہو وہ معاملہ کی شرعی شہادت کے ذریعہ سے پوری تحقیق کرے اور اگر عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہو کہ باوجود وسعت کے خرچ نہیں دیتا تو اس کے شوہر سے کہا جائے کہ تم اپنی بیوی کے حقوق ادا کرو یا طلاق دے دو ورنہ ہم تفریق واقع کر دیں گے اس کے بعد بھی اگر وہ کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی یا جو شرعاً اس کے قائم مقام ہو اس کی بیوی پر طلاق واقع کرے اس میں کسی مدت انتظار و مہلت کی باتفاق اکابر ضرورت نہیں۔

فسخ نکاح کے بعد اگر سرکش شخص اصلاح کر لے

اگر عورت کے حقوق سے لاپرواہ شخص اپنی سرکشی سے اس وقت باز آئے جب کہ حاکم شرعی اس کی بیوی پر طلاق واقع کر چکے اور عدت بھی گذر چکی تو اب اس کا کوئی اختیار بیوی پر نہیں رہتا کیونکہ عدت گذر جانے کے بعد رجوع کا حق نہیں رہتا۔ اگرچہ طلاق رجعی ہو جب بھی دوبارہ

بیوی کو اپنے پاس بلاتا ہے نہ اس کے خرچ وغیرہ کا کچھ انتظام کرتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے اس وجہ سے عورت تنگ اور پریشان ہے تو کیا اس کی عورت کے لیے کوئی سبیل ہے کہ اس غائب کی زوجیت سے اپنے آپ کو الگ کرے اور جائز طور پر دوسری جگہ نکاح کر سکے۔

(۲) درصورت جواز تفریق اگر تفریق کے بعد نکاح ثانی سے پہلے یا نکاح ثانی کے بعد وہ شخص واپس آجائے اور زمانہ نفقہ کا انتظام کرتے رہنا ثابت ہو تو کیا زوجہ اس کو مل جائے گی اور اگر واپس مل جاتی ہے تو کن شرائط اور کس تفصیل کے ساتھ ملتی ہے۔

الجواب:۔

غائب غیر مفقود کی بیوی کے لیے تفریق

(۱) اس عورت کی رہائی کے واسطے جو صورت باتفاق ائمہ صحیح ہے وہ تو یہ ہے کہ اس خاوند کو خلع پر راضی کیا جائے اور اگر وہ کسی طرح بھی راضی نہ ہو تو پھر اگر یہ عورت صبر کرسکے اپنا زمانہ عفت میں گزار سکے تو بہتر ہے ورنہ بسبب گزرنہ اور نان نفقہ کی کوئی صورت ممکن نہ ہو تو سخت مجبوری میں اس کی گنجائش ہے کہ مذہب مالکیہ کے موافق صورت ذیل اختیار کرکے رہائی حاصل کرے۔

غائب کی بیوی کے مقدمہ کا طریقہ

(۲) صورت یہ ہے کہ اول تو قاضی[عہ] کے یہاں مقدمہ پیش کرے اور گواہوں سے اس غائب کے ساتھ اپنا نکاح ہونا ثابت کرے پھر یہ ثابت کرے کہ وہ مجھ کو نفقہ دے کر نہیں گیا اور نہ وہاں سے اس نے میرے نان و نفقہ کا کوئی انتظام کیا۔ اور نہ میں نے

عـــہ اور یہاں قاضی نہ ہونے کی صورت کا حکم مقدمہ میں مفصل گزر چکا ہے اس کو ضرور دیکھ لیا جائے

نفقہ معاف کیا غرض نان و نفقہ کا وجوب بھی اس کے ذمہ ثابت کرے اور یہ بھی کہ وہ
اس واجب میں کوتاہی کر رہا ہے اور ان باتوں پر حلف بھی کرے اس کے بعد اگر
کوئی عزیز قریب یا اجنبی اس کے نفقہ کی کفالت کرے تو بہتر ہے ورنہ قاضی اس
شخص کے پاس حکم بھیجے کہ یا تم خود حاضر ہو کر اپنی بیوی کے حقوق ادا کرو یا اس کو
بلا لو یا وہاں سے کوئی انتظام کرو ورنہ اس کو طلاق دے دو۔ اگر تم نے ان باتوں میں
سے کوئی بات نہ کی تو پھر ہم خود تم دونوں میں تفریق کر دیں گے اس پر بھی اگر شوہر کوئی
صورت قبول نہ کرے تو قاضی ایک مہینہ کی مزید انتظار کا حکم دے۔ اس مدت میں
بھی اگر اس کی شکایت دور نہ ہوئی تو عورت کو اس غائب کے نکاح سے الگ کر
دے اور یہ لحاظ رہے کہ تفریق کے لیے عورت کی جانب سے مطالبہ شرط ہے پس اگر
غائب کا جواب آنے کے بعد عورت مطالبہ چھوڑ دے تو پھر تفریق نہیں کی جائے گی۔

غائب کے پاس نوٹس بھیجنے کا طریقہ

تنبیہ ضروری

قاضی جو اس غائب شخص کے پاس
حکم یا نوٹس بھیجے تو بذریعہ ڈاک وغیرہ بھیجنا کافی نہیں بلکہ اس کی صورت یہ ہے کہ حکم
نامہ یا نوٹس دو معتبر افراد کو سنا کر ان کے حوالہ کر دے کہ اس کو غائب شخص کے پاس
لے جاؤ یہ دونوں شخص غائب کو حکم نامہ پہنچا کر اس سے جواب طلب کریں اپنی جواب
وصول لیں اور جو کچھ جواب تحریری یا زبانی وہ دے اسے اچھی طرح محفوظ رکھیں۔
بلکہ زبانی جواب کو بھی احتیاطاً لکھ لیں، تاکہ واپس ہو کر اس پر گواہی دے سکیں اگر وہ
کچھ جواب نہ دے تو اس کی گواہی دے دیں۔ خلاصہ یہ کہ قاضی جو حکم دے ان دونوں
کی گواہی فیصلہ پر کرے محض خط ارسال کافی نہ سمجھے۔

غائب شخص غیر ملک میں جا کر آباد ہو جائے

اگر غائب شخص کسی دور دراز
ملک میں اسی جگہ ہو کر

جہاں پر پوری جد و جہد اور امکانی کوشش کرنے کے باوجود بھی آدمی بھیجنے کا کوئی امکان نہ ہو تو مذکورہ بالا مجبوری کے وقت اس کی بھی گنجائش ہے کہ بغیر آدمی بھیجے ہوئے حاکم یا قائم مقام حاکم، واقعہ کی باقاعدہ مذکورہ تحقیق کے بعد تفریق کا فیصلہ کر دے۔

اگر غائب شخص طلاق کے فیصلے کے بعد آجائے

اگر فیصلۂ طلاق کے بعد غائب، حاضر ہو جائے

تو اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ عدت کے اندر اندر واپس آجائے اور باقاعدہ نان و نفقہ دینے پر آمادہ ہو جائے تو اس صورت میں تو اس کو بیوی کو لوٹانے کا حق ہے اگر رجعت کرے گا تو صحیح ہو جائے گی اور اگر رجعت نہ کی تو عدت کے بعد نکاح ٹوٹ جائے گا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ عدت ختم ہو جانے کے بعد واپس آیا ہو سو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اس نے عورت کے دعوے کے خلاف کوئی بات ثابت کر دی مثلاً یہ کہ میں نے اس کو پیشگی خرچ دے دیا تھا یا یہ کہ وہاں سے بھیجتا رہا تھا یا یہ کہ عورت نے نفقہ معاف کر دیا تھا تب تو اس کو ہر حال میں عورت مل جائے گی یعنی خواہ وہ عورت عدت کے بعد نکاح ثانی بھی کر چکی ہو حتیٰ کہ اگر شوہر ثانی سے اولاد بھی ہو چکی ہو تب بھی شوہر اول ہی کا نکاح باقی سمجھا جاوے گا اور شوہر ثانی کا نکاح اب باطل قرار دیا جاوے گا اور اگر وہ عورت کے دعوے کے خلاف کوئی بات ثابت نہ کی تو عورت اس کو نہ ملے گی کیونکہ عدت ختم ہونے کے بعد رجعت کا حق نہیں رہتا۔

اور دوسری صورت کی پہلی شق میں جو شوہر اول کو عورت ملے گی اس کو نہ تجدید نکاح کی ضرورت نہ تجدید مہر کی البتہ شوہر ثانی سے خلوت صحیحہ ہو چکی ہو تو عدت واجب ہے یعنی عدت گزارنے سے پہلے شوہر کو جماع اور اس کے دواعی کا ارتکاب جائز نہیں۔ اور شوہر ثانی کے ذمہ مہر واجب ہونے میں وہی تفصیل ہے جو مفقود کے بیان

ہیں گذر چکی یعنی اگر اس سے خلوت صحیحہ ہو چکی ہے تو پورا مہر واجب ہے ورنہ بالکل ساقط ہو جاوے گا و دیگر احکام مفقود میں یہ بھی گذر چکا ہے کہ عدت شوہر اول کے مکان میں گذارے گی واللہ اعلم۔

"حیلۂ ناجزہ" کا خلاصہ ختم ہوا۔ اب "المختارات" کا خلاصہ شروع ہوتا ہے۔

آسان

خلاصہ:-

فسخِ نکاح کے شرعی قوانین یعنی المختارات

فی مہمات التفریق والخیارات

بعد حمد و صلوٰۃ گذارش ہے کہ مسائل خمسہ مذکورہ کے علاوہ تین صورتیں اور بھی ہیں جن میں بکثرت فسخ نکاح کی ضرورت پیش آتی ہے اور قاضی نہ ہونے کی وجہ سے وقت کا سامنا ہوتا ہے اس لیے ان صورتوں میں بھی گنجائش ہے کہ جس جگہ قاضی نہ ہو اور نہ کوئی مسلمان حاکم حکومت کی طرف سے اختیار رکھتا ہو یا اختیار رکھے باوجود قانون شریعت کے مطابق فیصلہ نہ کرتا ہو تو وہاں پر کم سے کم تین عادل اور معتبر لوگوں کی کمیٹی میں معاملہ پیش کر کے نکاح فسخ کرایا جائے (شرعی کمیٹی کی بحث اور شرائط اور اس کے متعلق ضروری مسائل جو کہ حیلۂ ناجزہ کے جزو دوم میں گذر چکے ہیں ان کو دیکھ لینا ضروری ہے) وہ تین صورتیں یہ ہیں۔ (۱) حرمت مصاہرت، (۲) بالغ ہونے کا اختیار، (۳) خیار کفاءت (یعنی کفو کے علاوہ میں نکاح کر لینے کا اختیار)

اب ان کی بقدر ضرورت تفصیل پیش کی جاتی ہے مکمل احکام بوقت ضرورت کتب فقہ میں ملاحظہ فرما لیے جائیں اور عوام علماء کرام سے دریافت فرما لیں۔

حرمت مصاہرت

اگر کوئی شخص کسی عورت سے زنا کرے[عہ] یا شہوت کے ساتھ اس کو طرف ہاتھ لگائے اور شہوت کے ساتھ بوسہ لے یا شرمگاہ کے اندر کے حصہ کو شہوت سے دیکھ لے تو ان تمام صورتوں میں حرمت مصاہرت قائم ہو جاتی ہے یعنی اُس مرد پر اس عورت کی والدہ نانی وغیرہ تمام اصول یعنی اوپر کے تمام رشتے اور فروع یعنی نیچے کے تمام رشتے نسب کے اعتبار کے رشتے اور دودھ شریک رشتے حرام ہو جاتے ہیں اسی طریقہ سے عورت کسی مرد کو شہوت سے ہاتھ لگائے یا شہوت سے اس کا بوسہ لے یا مرد کے عضو خاص پر شہوت سے نگاہ ڈالے جب بھی مصاہرت کا رشتہ قائم ہو کر مرد عورت اُس مرد پر اور اُس عورت کے تمام اوپر اور نیچے کے رشتے، اصول و فروع نسب کے رشتے اور دودھ شریک رشتے ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتے ہیں اور حرمت مصاہرت کے لیے ارادہ خیال کا جان بوجھ کر کرنا شرط نہیں ہے بلکہ اگر کسی سے بے خبری میں بھی اس قسم کی حرکت سرزد ہو جائے مثلاً بیوی سمجھ کر ساس کو شہوت کی نگاہ سے ہاتھ لگا لے جب بھی بیوی حرام ہو جاتی ہے اسی وجہ سے شوہر کو بیوی کے اوپر اور نیچے مؤنث رشتے سے اور عورت کو مرد کے اصول و فروع یعنی مردانہ رشتوں سے سخت احتیاط ضروری ہے کہ ان کو شہوت سے ہاتھ لگانے وغیرہ میں سخت ترین گناہ ہونے کے علاوہ بڑی خرابی یہ ہے کہ میاں بیوی میں حرمت مصاہرت کا علاقہ ہو جاتا ہے یعنی اگر خاوند نے اپنی بیوی کے

عہ سابقہ نسخہ میں اس جگہ حاشیہ تھا جس کو اگلے صفحہ پر بعنوان "عورت کو شہوت ہونے سے مصاہرت" پیش کیا گیا ہے،

ساتھ دیکھ لینا ضروری ہے۔

صرف عورت کو شہوت ہونے سے حرمت مصاہرت

(قدیم نسخہ کے حاشیہ کا مضمون) لمس

سو قدوریا ایک مسئلہ یہ بھی پیش نظر رہے کہ لمس و تقبیل (یعنی چھونے اور بوسہ لینے کے وقت) اگر مرد کو شہوت نہ تھی لیکن عورت کو شہوت ہو گئی جب بھی یہی حکم ہے اسی طریقہ سے اگر عورت نے کسی مرد کو ہاتھ لگایا یا بوسہ لیا جب بھی دونوں میں سے ایک کو شہوت ہونا کافی ہے البتہ نگاہ کے حرمت کا سبب ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ جو دیکھے بس کو شہوت ہو صرف دوسرے کی جانب سے ہونا حرمت کا سبب نہیں نیز لمس و تقبیل (یعنی چھونے اور بوسہ لینے میں) ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس قسم کا کپڑا حائل نہ ہو جو کہ بدن کی گرمی محسوس ہونے کو روک دے پس اگر کسی شخص نے اس قسم کا کپڑا درمیان میں آنے کے باوجود کپڑے کے اوپر سے چھوا یا بوسہ لیا تو اس قسم کی مصاہرت حرمت کی وجہ نہیں (یعنی اس سے حرمت نہ ہوگی چاہے عورت کرے یا مرد کرے)

نوٹ اس کے علاوہ ایک شرط یہ بھی ہے کہ ان افعال کی وجہ سے انزال نہ ہوا ہو پس اگر چھونا یا بوسہ لینا یا صرف دیکھنے سے ہی انزال ہو جائے تو حرمت ثابت نہ ہوگی۔

نوٹ اس قسم کی گندی حرکتیں ہرگز نہ کی جائیں اور نہ ہی اس قسم کا کوئی کام کرو جس میں احتمال ہو مثلاً جس کمرہ میں بیوی لیٹی ہو اگر وہاں پر دوسری خواتین بھی ہوں تو جب تک اس کو بیدار کر کے اور گفتگو کر کے مکمل یقین نہ ہو جائے کہ یہ بیوی ہے تو اس وقت تک ہرگز ہاتھ نہ لگائے صرف چارپائی وغیرہ مقرر ہونے کے کافی نہ سمجھے کیونکہ اس میں بعض مرتبہ غلطی ہو جاتی ہے۔

تلفیق کی وضاحت

اصول کے رسالہ کے دیباچہ میں یہ واضح کیا جا چکا ہے کہ جس وقت دو کام جداگانہ ہوں تلفیق جائز ہے مگر جسے

مزید احتیاط کے لیے اصل رسالہ میں کوئی مسئلہ اس قسم کا نہیں لیا کہ جس میں تلفیق اجماع کے خلاف ہو اور جیسا کہ گذشتہ صفحات میں مذکور ہوا کہ تین مسائل میں سے بھی دو مسائل میں اس کی رعایت موجود ہے لیکن صرف ایک مسئلہ یعنی حرمت مصاہرت میں (شرعی کمیٹی) جماعت مسلمین کا فیصلہ معتبر نہیں اور حضرات مالکیہ کے مشہور و معتمد مذہب کی وجہ سے بعض خاص صورتوں میں شہوت سے چھونے وغیرہ سے حرمت مصاہرت متعلق نہیں ہوتی لیکن بعض صورتوں میں معتمد قول اور مشہور قول کے موافق اور بعض میں ایک قول پر ان کے مذہب میں بھی اس کا اعتبار کیا گیا ہے لیکن ہم ان کو ایک محل خیال نہیں کرتے، بلکہ جماعت مسلمین (شرعی کمیٹی) کو قاضی کے حکم میں سمجھنا ایک مستقل مسئلہ ہے اور حرمت مصاہرت کو تفریق کا سبب قرار دینا دوسرا مستقل مسئلہ ہے جس طرح سے وضو ایک علیحدہ عمل ہے اور نماز علیحدہ عمل ہے اور اس کی وضاحت اصل رسالہ کے دیباچہ حاشیہ پر کر دی گئی ہے اس وجہ سے تلفیق کی یہ صورت ہمارے نزدیک جائز ہے لیکن عمل کے وقت احتیاط یہ ہے کہ عمل کرنے والا تلفیق کے جواز کے بارے میں کسی اپنے معتمد عالم سے رجوع کر کے ان کے فتوے پر عمل کرے۔

حرمت مصاہرت کی صورت میں فیصلہ کس طرح کیا جائے؟

طریق فیصلہ جب عورت

یہ دعویٰ کرے کہ میرے اور شوہر کے اصول و فروع (یعنی اوپر یا نیچے کے رشتوں) میں سے، فلاں مرد کے درمیان یا شوہر اور میرے اصول و فروع (یعنی میرے اوپر یا نیچے کے رشتوں) میں سے فلاں عورت کے درمیان اس اس قسم کا واقعہ پیش آیا ہے جو کہ حرمت

---

[1] قدیم نسخہ میں یہ دونوں مضامین حاشیہ پر تھے جن کو متن کی شکل میں پیش کیا گیا۔

(خورشید حسن قاسمی)

مباشرت سبب ہے لہٰذا مجھ کو میرے شوہر سے علیحدہ کیا جائے (تفریق واقع کر دی جائے) تو اس صورت میں قاضی یا اس کا قائم مقام پہلے تو شوہر سے بیان لیں اگر اس نے عورت کے بیان کی تصدیق کر دی تو جب تو تفریق کا فیصلہ کر دیا جائے اور اگر شوہر نے اس دعویٰ کی تصدیق نہیں کی تو عورت سے گواہ لے جائیں اگر وہ گواہ پیش نہ ہوں یا ان میں گواہی کی شرائط موجود نہ ہوں تو شوہر سے حلف لیا جائے اگر وہ حلف کرے تو مقدمہ خارج کر دیا جائے یعنی نہ تو تفریق واقع کی جائے اور نہ یہ فیصلہ کیا جائے کہ عورت بدستور شوہر کے ساتھ رہے اور اگر قاضی نے عورت کو اس کے نکاح میں رہنے کا حکم دے دیا تو اس کا حکم مسئلہ ۲ میں آگے آ رہا ہے اور اگر وہ حلف سے انکار کر دے تو تفریق واقع کر دی جائے۔

حلف، تصدیق اور گواہی سے متعلق وضاحت

اگر شوہر کے فعل پر دعویٰ ہو مثلاً یہ کہ اس نے بیوی کے اصول و فروع میں سے فلاں عورت کو شہوت کے ساتھ پکڑا ہے جب تو شوہر سے اس بات پر حلف لیا جائے کہ اس نے ہرگز یہ حرکت نہیں کی، یا شہوت سے یہ کام نہیں کیا اور اگر دوسرے کے فعل پر دعویٰ تھا مثلاً عورت اس طریقہ سے کہے کہ مجھے خسر نے شہوت سے پکڑا ہے تو شوہر سے اس طرح سے حلف لیا جائے گا کہ خدا کی قسم میرا زیادہ تر خیال یہ ہے کہ عورت اس دعویٰ میں سچی نہیں اور اس واقعہ کا ہونا یا شہوت کے ساتھ ہونا میرے دل کو نہیں لگتا۔

اور اگر گواہی میں یہ تفصیل ہے کہ دہن اور رخسار پر بوسہ دیتے اور ستر ملا یا بلا عذر چھوتی

۱؎ قدیم نسخہ میں اس جگہ حاشیہ تھا جس کو آٹھ صفحہ پر بعنوان "زنا کے واقعہ سے متعلق صورت کا فرعی حکم" شریک اشاعت کیا گیا ہے۔

چھونے اور پستان چھونے کے دعووں میں تو صرف ان افعال کی شہادت دے دینے سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی شہوت کا انکار مسموع نہ ہوگا اور تفریق کا حکم کر دینا لازم ہوگا اور پیشانی یا سر وغیرہ پر بوسہ دینے اور باقی بدن چھونے میں اگر یہ شہادت ہو کہ یہ افعال شہوت کے ساتھ ہوئے تھے اور اس کا علم قرائن سے شاہدین کو ہو سکتا ہے تو اس گواہی سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی، ورنہ صرف افعال پر شہادت دینا کالعدم ہے اس کی بنا پر تفریق کا حکم نہ کیا جاوے گا بلکہ مدعا علیہ سے حلف لیا جاوے کہ یہ افعال شہوت سے نہیں تھے، اگر حلف کرے تو خیر ورنہ تفریق کا حکم کر دیں گے۔

ثبوت حرمت مصاہرت میں گواہ کی حیثیت

یہ تو ظاہر ہے کہ حرمت مصاہرت جن واقعات سے ثابت ہوتی ہے ان میں احد الزوجین کے ساتھ ایک اور فریق بھی شریک ہوتا ہے اور واقعہ کی صحت اور عدم صحت و نیز شہوت کے وجود و عدم کا اس کو بھی علم ہوتا ہے لیکن باوجود سعی بلیغ کہیں یہ جزئیہ نہیں ملا کہ مقدمہ میں اس سے بیان لیا جاوے گا یا نہیں اگر اس کا بیان ہو تو وہ کیا حیثیت رکھتا ہے لیکن قواعد پر غور و خوض کے بعد رجحان اس طرف ہوا ہے کہ وہ مدعا علیہ نہیں، اس واسطے اس کو مدعا علیہ بنا کر بیان پر مجبور نہ کیا جاوے بلکہ اس کو ایک شاہد سمجھا جائے، اور اس کی شہادت معتبر ہونے نہ ہونے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر وہ شخص اپنے دوسرے افعال و اقوال کے اعتبار سے عادل ہو اور اس واقعہ میں بھی کسی ایسے فعل کا اقرار نہیں ہے جو مسقط عدالت ہو مثلاً وطی یا تقبیل بشہوت وغیرہ کا بیان دیتا ہے تب تو اس کی شہادت مقبول ہونے میں کوئی شبہ نہیں، اور اگر کوئی ایسا فعل بیان کرے کہ جس سے اس کا فسق ثابت ہوتا ہو تو اس کی شہادت معتبر نہ ہوگی، تاہم اس میں بعض وجوہ سے تردد ہے بوقت ضرورت کتب مذہب اور علماء سے تحقیق کر لیا جاوے۔

کا کسی سے نکاح کر دے تو وہ نکاح لازم ہو جاتا ہے یعنی بلوغ کے بعد بھی لڑکے یا لڑکی کو
اس نکاح کے فسخ کرنے کا اختیار نہیں رہتا خواہ نکاح کفو میں کیا ہو یا غیر کفو میں اور مہر
مثل مقرر ہوا ہو یا مہر میں غبن فاحش کیا گیا ہو لڑکی کے بارے میں غبن فاحش یہ ہے کہ
اس کے مہر مثل سے اس قدر کمی کر دی ہو کہ جس قدر کمی عام طور سے گوارا نہیں کی جاتی
اور لڑکے کے بارے میں یہ ہے کہ اس کا نکاح جس لڑکی سے ہوا ہے اس لڑکی کے مہر
مثل سے اس قدر زیادہ مہر مقرر کیا کہ اس زیادتی کو عام طور سے ناگوار سمجھا جاتا ہو۔ مگر
غیر کفو کے ساتھ اور غبن فاحش پر نکاح کے صحیح ہونے کے لیے دو شرطیں ہیں۔

اول یہ کہ وہ شخص نکاح کرنے کے وقت ہوش و حواس سالم رکھتا ہو پس اگر نشہ کی حالت
میں ایسا کیا تو نکاح بالکل ہی باطل ہے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ معروف بسوء الاختیار نہ ہو یعنی اس کے قبل کوئی واقعہ ایسا نہ ہوا ہو

ف۱ اگر ولی اور دو عورت یا مرد مجنون ہو جائے تو اس کا سب سے مقدم ولی لڑکا ہے اور لڑکے کا کیا
ہوا نکاح تمام احکام میں اس نکاح کے برابر ہے جو کہ باپ نے کیا ہو [illegible] اس وقت ہے جبکہ
نکاح کرنے کے وقت باپ کو غیر کفو ہونے کا علم ہوا ورنہ اگر اس نے شوہر یا شوہر کے
ولی کے بیان کی رو سے کفو سمجھ کر نکاح کیا تھا اور بعد میں ثابت ہوا کہ کفو نہیں تو اس کا حکم ذیل کی بات
میں معلوم ہوگا۔

ف۲ اگر باپ دادا خود نکاح پڑھا دیں تب بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر مقدار مہر معین کر کے کسی معین شخص سے
نکاح پڑھانے کے لیے کسی کو وکیل بنا دیا ہے تب بھی یہی حکم ہے لیکن اگر کسی شخص کو مہر کی مقدار اور شوہر
کی تعیین کیے بغیر ان باتوں کا وکیل بنا دیا کہ میری لڑکی کا کسی جگہ نکاح کر دو تو اس وکیل کو غیر کفو سے اور غبن فاحش
پر نکاح کرنے کا اختیار نہیں اگر کر دیا تو باطل ہے

ف۳ شریعت نے خاص ترتیب کے ساتھ [illegible] حق ولایت [illegible] کر دیا ہے۔
جس کی تفصیل کتب فقہ سے معلوم ہو سکتی ہے

بسن کی بنا پر عموماً خیال ہو جاوے کہ یہ شخص معاملات میں لالچ وغیرہ کی وجہ سے مصلحت
اور انجام بینی کو ملحوظ نہیں رکھتا۔ پس اگر کوئی شخص لالچ یا ناعاقبت اندیشی کے سبب سے بدنام ہو گیا
ہیں مشہور و معروف ہو وہ اگر نابالغ بیٹے یا بیٹی کا نکاح غیر کفو سے کر دے یا مہر میں غبن فاحش
کرے تو وہ نکاح بھی بالکل باطل ہے اور جو فاسق متہتک یعنی بیباک اور بے غیرت ہو وہ
بھی سی الاختیار کے حکم میں ہے اس کو خوب یاد رکھیں اکثر لوگ ناواقف ہیں اور ان دونوں
شرطوں کا حاصل یہ ہے کہ جب اس نے نکاح کیا ہے اس وقت اس کی ظاہر حالت
سے کم از کم خیر خواہی کی توقع ہو سکتی ہو۔

اور جب باپ نہ ہو تو دادا ولی ہوتا ہے اور دادا جو نکاح کر دے اس میں بھی وہی
تفصیل ہے جو باپ کے متعلق گزر چکی یعنی مذکورہ دو شرطیں اگر پائی جاویں تب تو نکاح لازم
ہو جاتا ہے ورنہ بالکل باطل ہے۔

اور دادا کے بعد بھائی چچا وغیرہ کو بترتیب حق ولایت پہنچتا ہے مگر وہ باپ دادا
کے برابر نہیں بلکہ ان کا حکم جدا ہے یعنی اگر باپ دادا کے سوا کوئی دوسرا ولی نابالغ لڑکے
یا لڑکی کا غیر کفو میں نکاح کر دے یا مہر میں غبن فاحش کے ساتھ مقرر کر دے تب تو نکاح بالکل
ہی نہیں ہوتا خواہ اس نے نہایت ہی خیر خواہی سے ایسا کیا ہو۔

اور اگر کفو کے ساتھ مہر مثل پر کیا ہو تو اس وقت نکاح صحیح تو ہو جاتا ہے لیکن
لازم نہیں ہوتا یعنی لڑکے لڑکی کو بالغ ہونے پر اختیار ہوتا ہے کہ اس نکاح کو باقی رکھیں
یا فسخ کرا لیں جس کی شرائط آگے آتی ہیں اور اس اختیار کو خیار بلوغ کہا جاتا ہے۔

اور خیار بلوغ میں نکاح فسخ ہونے کے لیے ہر ایک حالت میں قاضی کا فیصلہ شرط
ہے قاضی کے فیصلہ کے بغیر کسی حالت میں نکاح فسخ نہیں ہو سکتا۔ اور جس جگہ قاضی نہ ہو
وہاں پر مسلمان حاکم یا پنچایت یعنی شرعی کمیٹی جس کی شرائط حیلہ ناجزہ جز دوم کے
مقدمہ میں مذکور ہیں علی الترتیب فسخ کر سکتی ہے۔

بعد بلوغ فسخ کا کب تک اختیار رہتا ہے

بالغ ہونے پر فسخ نکاح کا جو اختیار حاصل ہوتا ہے اس میں اس بات کا خیال رکھنا بھی نہایت ضروری ہے کہ وہ کب تک باقی رہتا ہے اور کس کس وجہ سے نکاح لازم ہو کر فسخ کا اختیار باطل ہو جاتا ہے لہذا اس کی تفصیل بیان کی جاتی ہے تاکہ عمل کے وقت ان کا خاص طور پر خیال رکھا جائے۔

بالغ ہوتے ہی خیار فسخ استعمال کرنا

تفصیل یہ ہے کہ جو لڑکی بالغ ہونے پر نکاح فسخ کرانا چاہتی ہے اگر وہ باکرہ (کنواری) ہو تو اس کو اختیار فسخ حاصل ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ جس وقت اس پر بالغ ہونے کی علامتیں[1] ظاہر ہوں اسی وقت فوراً کسی تاخیر کے بغیر زبان سے یہ کہہ دے کہ میں اس نکاح پر راضی نہیں۔ چاہے اس وقت اس کے پاس کوئی موجود

ف باکرہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ نہ تو اس کی شوہر سے ہمبستری کی نوبت آئی اور نہ اس سے پہلے کسی دوسرے شوہر سے۔ یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ پندرہ سال سے پہلے بالغ ہونے کی علامات ظاہر ہو جائیں ورنہ جس وقت پورے پندرہ سال کی عمر ہو جائے فوراً اسی وقت کا اعتبار ہے۔ مثلاً کوئی لڑکی رمضان سنہ [illegible] کی ۲ تاریخ کو صبح آفتاب نکلنے کے وقت پیدا ہوئی اور رمضان سنہ [illegible] تک کوئی بالغ ہونے کی علامت نمایاں نہ ہوئی ہو تو ۲ رمضان سنہ [illegible] کو ٹھیک طلوع آفتاب کے وقت اس کو شرعاً بالغ سمجھا جائے گا۔ پس اگر اس باکرہ نے اسی وقت فوراً زبان سے نکاح فسخ کر دیا تب تو اس کا اعتبار ہوگا ورنہ اگر کچھ بھی دیر کی تاخیر کی تو خیار بلوغ باطل ہو گیا اور اسی طرح ثیبہ یا لڑکے نے وقت مذکور کے بعد قولاً یا فعلاً رضامندی ظاہر کر دی تو نکاح لازم ہو جائے گا اور یہ بھی یاد رکھیں کہ عمر کا حساب چاند کے سال سے کیا جائے انگریزی وغیرہ کا اعتبار نہیں۔

ہو یا نہ ہو ہر ایک حالت میں فوراً زبان سے کہنا شرط ہے البتہ اگر کھانسی یا چھینک وغیرہ
کی وجہ سے فوراً بولنے کی قدرت نہ ہوئی یا کسی نے زبردستی منہ بند کر دیا ہو تو اس مجبوری
کی وجہ سے تھوڑا تاخیر ہو جانے سے اس کی وجہ سے اختیار باطل نہیں ہوتا بشرطیکہ مجبوری دور
ہوتے ہی فوراً کہہ دیا ہو اور بغیر کسی مجبوری کے اگر زبان سے کہنے میں کچھ بھی تاخیر کی تو یہ
اختیار باطل ہو گیا۔ ورنہ فسخ کرانا جائز نہ رہا۔ اگر غلط بیانی کر کے نکاح فسخ کرا لے گی تو سخت
گنہگار ہو گی نیز بالغہ کو اس کی بھی ضرورت ہے کہ زبان سے کہنے پر کم سے کم دو مرد
یا ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنا لے تاکہ قاضی وغیرہ کے پاس معاملہ پیش ہونے پر کام
آئیں اور گواہ بنانے کا تفصیلی علم آگے مذکور ہے۔

اور اگر وہ لڑکی ثیبہ[1] ہے تو پھر اس کو فوراً کہنا ضروری نہیں بلکہ جب تک رضامند
نہ ہو گی اس وقت تک منظور رکھنے نہ رکھنے کا اختیار باقی رہتا ہے چاہے کتنا ہی
زمانہ گزر جاوے صرف خاموش رہنے کی وجہ سے ثیبہ کا خیار بلوغ باطل نہیں ہوتا۔ البتہ
اگر بعد بلوغ زبان سے کہہ دے گی کہ یہ نکاح منظور ہے یا کوئی کام[2] ایسا کرے گی جس
سے رضامندی پائی جاوے تو اختیار باطل ہو جاوے گا۔

اور لڑکے کا حکم بھی یہی ہے جو ثیبہ کا ہے یعنی بالغ ہوتے ہی فوراً زبان سے کہنا
ضروری نہیں ہے بلکہ جب تک لڑکا قولاً یا فعلاً منظور نہ کرے اس وقت تک اختیار باقی
رہتا ہے پس اگر کسی لڑکے یا ثیبہ لڑکی نے بعد بلوغ ایک مرتبہ بھی زبان سے کہہ دیا کہ یہ
نکاح منظور ہے تو اب فسخ کا مطالبہ حرام ہے خواہ اس منظوری کو بالکل تنہائی میں یا
آہستہ کہنے کی وجہ سے کسی نے بھی نہ سنا ہو اسی طرح اگر بلوغ کے بعد تقبیل وغیرہ کی نوبت

---

[1] ثیبہ وہ ہے جس سے ہم بستری ہو چکی ہو خواہ اس خاوند سے یا اس سے پہلے کسی اور خاوند سے

[2] مثلاً اس کی رضامندی سے خاوند نے بوسہ وغیرہ لے لیا یا ہمبستری کر لی

آ گیا ہو تب بھی خیارِ فسخ نہیں رہتا۔

اور یہ سب تفصیل جب ہے جب کہ بلوغ سے پیشتر ان کو نکاح کی اطلاع ہو چکی ہو اور اگر کسی کو بلوغ سے پیشتر نکاح کی خبر ہی نہ ہوئی ہو تو جب خبر ملے تب خیارِ بلوغ حاصل ہوگا اور لڑکی لڑکے کے واسطے اختیار باقی رہنے نہ رہنے کی جو تفصیل ابھی گذری ہے اس سب کا اعتبار خبر ملنے کے وقت سے کیا جائے گا۔"

بالغہ کو بوقتِ بلوغ نکاح نامنظور کرنے کیلئے گواہ بنانا ضروری ہے

باکرہ لڑکی بالغ ہونے پر جب نکاح نامنظور کرے تو اس کو نامنظوری پر گواہوں کی بھی ضرورت پڑتی ہے جیسا کہ پیشتر گذر چکا ہے لیکن وہ مختصر تھا اس واسطے تفصیل لکھی جاتی ہے۔

تفصیل یہ ہے کہ اشہاد یعنی گواہ بنانے کی دو صورتیں ہیں۔

اوّل یہ کہ جس وقت بالغ ہوئی ہے اسی وقت اگر اس کے پاس گواہ موجود ہیں تب تو اسی وقت اس کو کہہ دینا چاہیے کہ میں اب بالغ ہوگئی ہوں اور اس نکاح کو فسخ کرنا چاہتی ہوں۔

دوسری صورت یہ کہ اس وقت گواہ پاس نہ ہوں اس صورت میں زبان سے فوراً نامنظور کر کے گواہوں کو بلا لیا جاوے یا خود ان کے پاس چلی جاوے اور گواہ جاتے جلدی مل جاویں یا دیر میں بہر حال ہر ایک صورت میں ان کے سامنے یہی کہنا چاہیے کہ میں اب بالغ ہوئی ہوں اور نکاح فسخ کرنا چاہتی ہوں مگر اس طریقہ سے نہ کہے کہ کچھ دیر قبل بالغ ہو چکی ہوں یہاں تک کہ اگر گواہ واضح طور پر بھی دریافت کریں کہ تم کب بالغ

حنہ فوراً نامنظور کرنے سے مراد وہ ہی ہے جو اس کے رد عمل وغیرہ میں ۱۲ منہ

۳۔ درخواست دینے کی ایک صورت یہ ہے کہ صاف صاف اس طریقہ سے کہہ دے کہ میں ابھی بالغ ہوئی ہوں، اور یہ نکاح مجھے منظور نہیں ہے اس وجہ سے نکاح فسخ کرانا چاہتی ہوں تو اس صورت میں نہ تو کسی گواہ کی ضرورت ہے اور نہ حلف لینے کی بلکہ گواہی کے بغیر اور حلف کے بغیر قاضی اس درخواست کو قبول کرکے نکاح فسخ کر دے۔

خیار فسخ کی مہلت

واضح رہے کہ مذکورہ بالا تینوں صورتوں میں سے پہلی صورت، یعنی جب گواہ کی گواہی ہو چکی ہو تو اس سے ایک مہینہ تک درخواست کی مہلت ہے اگر ایک ماہ گزر گیا تو خیار فسخ ختم ہو گیا اور دوسری صورت میں جہاں تک ہو سکے جلدی کرنا لازم ہے۔

لیکن اس عمل کی کوئی صراحت کتب فقہ میں تلاش کے باوجود نہیں ملی، البتہ خلاصۃ الفتاویٰ کی ایک روایت سے اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ اگر چند دنوں تک مقدمہ پیش نہ ہوا تو خیار فسخ ساقط اور ختم ہو جائے گا اور صورت ۳ کا حکم بھی قواعد سے وہ ہی معلوم ہوتا ہے جو کہ دوسری صورت کا ہے۔

واضح رہے کہ یہ مضمون قواعد سے لیا گیا ہے اس وجہ سے عمل کے وقت احتیاطاً کسی محقق عالم سے بھی دریافت فرما لیا جائے۔

خیار فسخ باطل ہونے کی صورت

اگر کسی عورت نے واقعۃً بالغ ہوتے ہی فوراً زبان سے کہہ دیا ہے کہ میں اس نکاح کو فسخ کرتی ہوں جب تو اس کو یہ جائز ہے کہ گواہوں سے یا قاضی سے اس واقعہ کو پوشیدہ رکھ کر یہ کہہ دے کہ میں ابھی بالغ ہوئی ہوں، اگر بلوغ کے بعد اس بات کے کہنے میں کچھ تاخیر کر دی تو فسخ نکاح کا اختیار باطل ہو گیا اب اس کے لیے ہرگز جائز نہیں کہ گواہی اور درخواست میں جھوٹ کا ارتکاب کرے، اگر ایسا کرے گی تو سخت گنہگار ہوگی۔

خیار کفاءت

غیر کفو میں نکاح ہونے کی کئی صورتیں ہیں بعض میں نکاح باطل ہے اور بعض میں صحیح اور لازم ہو جاتا ہے یعنی فسخ کا اختیار بھی نہیں رہتا اور بعض میں صحیح تو ہو جاتا ہے مگر لازم نہیں ہوتا بلکہ فسخ کا اختیار رہتا ہے یہاں اصل مقصود تو انہی صورتوں کا بیان کرنا ہے جن میں خیار فسخ ہو کیونکہ قضائے قاضی کی ضرورت صرف انہی میں پڑتی ہے مگر ہم تعمیم فائدہ کے لیے سب صورتیں درج کرتے ہیں اور ہر ایک کا جداگانہ حکم لکھتے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

غیر کفو میں نکاح بلا اجازت ولی

پہلی صورت یہ کہ بالغ عورت بغیر اذن ولی عصبہ کے غیر کفو میں نکاح کرلے اس صورت میں فتویٰ اس پر ہے کہ نکاح صحیح نہیں ہوتا بلکہ بالکل باطل ہے حتیٰ کہ اگر نکاح کے بعد ولی عصبہ[عہ] جائز بھی رکھے تب بھی صحیح نہیں ہوتا کیونکہ نکاح سے قبل اجازت کا ہونا شرط ہے لہذا عورت کو لازم ہے کہ ایسا ہرگز نہ کرے ورنہ اگر کرے گی تو نکاح کالعدم ہونے کی وجہ سے ہمیشہ معصیت میں مبتلا رہے گی۔

عورت کو غیر کفو ہونے کا علم نہ ہو

اسی سے اس صورت کا بھی حکم معلوم ہو گیا جس میں عورت کو شوہر کے غیر کفو ہونے کا علم نہ ہو اور کفو ہونے کی شرط کرکے یا بلا شرط نکاح کیا ہو اور بعد میں معلوم ہو جائے کہ

علہ رہا یہ کہ اگر قاضی نے اس کی ورنہ جہالت پر دعویٰ کیا کہ نکاح فسخ کر دیا تو کیا حکم ہو گا اس کی تحقیق اس رسالہ میں خیار بلوغ کے آخر پر ہو چکا ہے علماء کے ذریعہ سے معلوم ہو سکتی ہے

عہ۔ اور اگر عصبہ نہ ہونے کی حالت میں کسی اور کو ولایت نکاح پہنچتی ہو تو بالغہ کے نکاح بغیر اطلاع میں اس سے اذن کی حاجت نہیں

وہ شخص کفو نہیں ہے تو عورت پر واجب ہے کہ معلوم ہوتے ہی اس سے الگ ہو جائے کیوں کہ قول مفتی بہ کے موافق غیر کفو سے بلا اذن ولی نکاح درست نہیں ہوتا تو جس وقت اس کا غیر کفو ہونا ظاہر ہو گیا اسی وقت ثابت ہو گیا کہ نکاح اول ہی سے باطل تھا۔

غیر کفو میں باپ دادا کے علاوہ کا نکاح کرنا

دوسری صورت یہ کہ باپ دادا کے سوا کسی دوسرے ولی نے نابالغ کا نکاح غیر کفو میں کر دیا ہو یا باپ دادا نے کیا مگر وہ معروف[1] بسوء الاختیار یا فاسق متہتک ہو یا نشہ کی حالت میں نکاح کیا ہو اس صورت میں بھی نکاح بالکل باطل ہے۔

باپ دادا کا غیر کفو میں کیا ہوا نکاح

تیسری صورت یہ کہ باپ، دادا نے ہوش و حواس میں نابالغ کا نکاح غیر کفو میں کیا ہے اور وہ باپ دادا فاسق متہتک نہ ہو اور معروف بسوء الاختیار نہیں ہے اور یہ حکم عام ہے چاہے باپ دادا کو نکاح کے وقت کفو ہونے کا علم تھا یا نہیں ہر ایک دونوں صورتوں میں نکاح صحیح اور لازم ہو جاتا ہے البتہ اگر دوسری صورت یعنی لاعلم ہونے کی صورت میں کفاءت کی شرط پر نکاح کیا ہو تو اس کا حکم علیحدہ ہے جو کہ صورت ۹ میں آگے آ رہا ہے۔

بالغہ کا ولی کی اجازت سے لاعلمی میں غیر کفو میں نکاح

چوتھی صورت یہ ہے کہ بالغہ عورت کا نکاح ولی کی اجازت سے کفو نہ ہونے کا علم ہوتے ہوئے غیر کفو میں ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ نکاح صحیح اور لازم ہو جاتا ہے اور کسی کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار نہیں رہتا یہ حکم

---

[1] معروف بسوء الاختیار اور فاسق متہتک کے معنی خیار بلوغ کے بیان میں مفصل گزر چکے ہیں وہاں دیکھ لیے جاویں۔

تمام اولیاء کے لیے عام ہے خواہ باپ دادا ہوں یا ان کے علاوہ کوئی دوسرا ولی ہو۔
لیکن فرق صرف یہ ہے کہ اگر لڑکی باکرہ ہے اور باپ دادا کی ولایت سے نکاح ہوا
ہے تو اجازت کے لیے صرف لڑکی کا خاموش رہنا کافی ہوگا اور لڑکی ثیبہ (صحبت کی ہوئی)
ہے یا باپ دادا کے علاوہ کسی دوسرے ولی کی ولایت میں نکاح ہوا ہے تو اجازت
کی ضرورت ہے محض خاموش رہنا کافی نہیں۔

بوقت نکاح کفاءت

پانچویں صورت یہ ہے کہ بالغہ عورت کا نکاح ولی کی اجازت سے کسی ایسے شخص سے ہوا کہ جس کی کفاءت
کا حال معلوم نہیں تھا لیکن نکاح کے وقت کفاءت کی شرط کر لی تھی یا واضح طور پر شرط تو
نہیں کی تھی لیکن شوہر کی طرف سے کفو ہونا ظاہر کیا گیا تھا اور اسی بنا پر نکاح کر کے
نکاح کر دیا ہو پھر خلاف ظاہر ہوا ہو اور ثابت ہوا ہو کہ کفو نہیں ہے اس صورت کا حکم
یہ ہے کہ عورت کو بھی خیار فسخ حاصل ہوگا اور اس کے ولی کو بھی۔ لیکن اگر یہ عورت
ابھی تک باکرہ ہو تو اس کا خیار خاموش رہنے سے باطل ہو جائے گا۔ یعنی اگر معلوم
ہونے کے بعد فوراً کہہ دیا کہ مجھ کو اس شخص سے نکاح باقی رکھنا منظور نہیں جب تو اختیار
باقی رہے گا اور بذریعہ حاکم مسلم نکاح فسخ کرا سکے گی۔ ورنہ اگر نامنظوری ظاہر کرنے میں
کچھ بھی تاخیر کر دی تو خیار فسخ باقی نہیں رہے گا۔

ثیبہ کی بولنا صراحتاً اجازت ضروری ہے

یہ حکم اس وقت ہے جب کہ لڑکی باکرہ ہو اور اگر لڑکی ثیبہ ہو چکی ہے

عہ۔ مثلاً شوہر کسی ذلیل پیشہ سے تعلق رکھتا ہو یا چھوٹے یا بڑے اور معتمد ادا کرے اور پیری اس
کے چھوٹے یا بڑے رشتہ دار وغیرہ پیشہ ور ہیں، پیر وغیرہ قبول کرے کہ یہ بولا کہ ... مستند ہے اور جبر کا قبول
کرنا اس وقت دلیل رضا ہے جب کہ بالغ ہونے سے پہلے خلوت صحیحہ نہ ہو چکی ہو

تو اس کے خاموش رہنے سے اختیار باطل نہیں ہوتا جب تک صراحۃً یا دلالۃً رضامندی
نہ پائی جائے اس وقت تک اختیار باقی رہے گا اور یہی حکم لڑکے کا، اس کا خیار فسخ بھی
محض خاموشی سے باطل نہیں ہوتا بلکہ صراحۃً یا دلالۃً رضا کی ضرورت ہے۔ اور دلالۃً
رضا کی صورت یہ ہے کہ مثلاً لڑکی مہر وغیرہ پر قبضہ کر لے۔

چھٹی صورت یہ ہے کہ نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح اس کے باپ یا دادا[1] نے ایسے
شخص سے کیا جس کو اس کے بیان کی بنا پر کفو سمجھ لیا تھا یا کفو ہونے کی شرط کر لی گئی تھی اور بعد
میں معلوم ہوا کہ غیر کفو ہے[2] اس صورت میں یہ تفصیل ہے کہ بالغ ہونے سے پیشتر تو صرف
باپ دادا کو اختیار رہے گا اگر اس نے فسخ نکاح کرا دیا فسخ ہو جاوے گا اور اگر حقیقت ظاہر
ہونے کے بعد بھی نکاح کو منظور رکھا تو لازم ہو جائے گا اور اگر باپ دادا نے سکوت
کیا تو صرف اس کے سکوت سے اختیار باطل نہ ہوگا بلکہ باپ دادا کو بھی اختیار رہے گا
اور بالغ ہونے پر لڑکے لڑکی کو بھی اختیار حاصل ہو جائے گا اس لیے بالغ ہونے کے
بعد نکاح لازم ہونے کے واسطے دونوں کی رضامندی شرط ہے باپ دادا کی بھی اور
لڑکے یا لڑکی کی بھی پس بلوغ کے بعد لڑکے یا لڑکی اور باپ یا دادا میں سے ایک بھی
چاہے تو نکاح فسخ ہو سکتا ہے اگرچہ دوسرا ان میں سے نکاح پر رضامند ہو جاوے۔

---

[1] اسی طرح مجنون و معتوہ کا بیٹا ان احکام میں باپ کے برابر ہے جیسا کہ پیشتر گذر چکا

[2] اگر کفاءت کی شرط نہ کی تھی اور نہ زوج نے اپنا کفو ہونا بیان کیا تھا بلکہ باپ دادا نے محض اپنے گمان سے
کفو سمجھ کر نکاح کر دیا تھا پھر ظاہر ہوا کہ کفو نہیں تو اس صورت میں غیر کفاءت ہونے میں باوجود تتبع اور
مراجعت علماء کو کوئی جزئیہ صریح نہ مل سکا اور ہمیں قواعد سے دریافت اس کا معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت میں
خیار فسخ نہ دیا جائے مگر عمل کے وقت اہل علم ان جزئیات کو دیکھ کر جن کا حوالہ اصل کتاب کے
حاشیہ پر درج ہے کسی جانب کو خود ترجیح دیں ہمارا نتیجہ یہ رہا

واللہ اعلم واتمہ واحکم۔

بحمدہ تعالیٰ تمہ کا خلاصہ ختم ہوا اب تتمہ کا خلاصہ آتا ہے۔

خلاصہ :-

غیر مسلموں سے نکاح کے احکام یعنی حکم التزویج

مع

اختلاف دین الازواج

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مذہب زوجین کے اختلاف کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ یہ اختلاف نکاح سے پہلے ہی موجود ہو دوسرے یہ کہ بعد نکاح پیدا ہو جائے۔

پہلی صورت میں مسلمان عورت کا نکاح کسی کافر سے کسی حالت میں جائز نہیں چاہے کوئی کوئی قسم ہو اسی طریقے سے مسلمان مرد کا نکاح بھی کسی کافر عورت سے جائز نہیں۔ البتہ اگر عورت کتابیہ یعنی یہودیہ یا نصرانیہ وغیرہ ہو تو اس سے مسلمان مرد کا نکاح دو شرائط کے ساتھ ہو سکتا ہے۔

اوّل یہ کہ وہ اقوام یورپ کی طرح صرف نام کی عیسائی اور حقیقت میں لا مذہب دہریہ نہ ہو بلکہ اپنے مذہبی اصول کو کم از کم مانتی ہو اگرچہ عمل میں خلاف بھی کرتی ہو۔
دوسرے یہ کہ وہ اصل سے ہی یہودیہ یا نصرانیہ ہو اسلام سے مرتد ہو کر یہودیت یا نصرانیت اختیار نہ کی ہو۔

جس وقت یہ دونوں شرائط کسی کتابیہ عورت میں پائی جائیں تو اس سے نکاح صحیح و منعقد ہو جاتا ہے۔ لیکن بلا ضرورت شدیدہ اس سے بھی نکاح کرنا مکروہ ہے اور

بہت سی خرابیوں پر مشتمل ہے اسی لیے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں مسلمانوں کو کتابیہ عورتوں کے نکاح سے منع فرمایا تھا اور جب عہد فاروقی میں کہ زمانہ خیر تھا ایسے مفاسد موجود تھے تو آج جس قدر مفاسد ہوں کم ہیں خصوصاً موجودہ اقوام یورپ کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات ازدواج کو بالکل ہی ایمان و دین اور دنیا کو تباہ کر دینے والے ہیں جن کا روز مرہ مشاہدہ ہوتا ہے۔

دوسری صورت یعنی نکاح

بعد نکاح شوہر بیوی میں سے کسی کے کافر ہونے کی چار صورتیں

نکاح کے بعد زوجین کا یا ان میں سے کسی ایک کا مذہب بدل جائے اس کے چار احتمال ہیں۔

یعنی چار صورتیں ہیں!

پہلا احتمال یہ ہے کہ دونوں کافر تھے پھر یک ساتھ دونوں مسلمان ہو گئے۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ دونوں مسلمان تھے پھر معاذ اللہ دونوں ایک ساتھ مرتد ہو گئے۔

ان دونوں احتمالوں میں نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا بلکہ نکاح بعینہٖ قائم رہتا ہے۔[1]

تیسرا احتمال (یعنی تیسری صورت) یہ ہے کہ دونوں میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے اور دوسرا بدستور کفر پر باقی رہے اس کے دو جز ہیں ایک یہ کہ مرد مسلمان ہو جائے اور عورت کافر رہے تو اس صورت کا حکم یہ ہے کہ اگر عورت کتابیہ ہے تو نکاح پر کوئی اثر نہ پڑے گا نکاح بحال قائم رہے گا۔ اگرچہ وہ اہل کتاب کا ایک مذہب چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کرے مثلاً یہودیہ سے نصرانیہ (عیسائی) ہو جائے یا اس کا عکس (یعنی عیسائی سے یہودی) ہو جائے اسی طرح سے اگر ایسا ہو کہ جس وقت مرد مسلمان ہو ٹھیک اسی وقت مجوسیہ بیوی نے اہل کتاب کا مذہب قبول کر لیا اس صورت میں بھی نکاح بر

---

[1] اگرچہ ان دونوں احتمالات میں اختلاف مذہب صادق نہیں آتا لیکن اس کو بھی بیان کر دیا گیا۔

کوئی اثر نہ پڑے گا۔

البتہ اگر اس کا عکس ہوا یعنی اسلام زوجین کے بعد مجوسیت اختیار کرلی تو نکاح ٹوٹ جائے گا۔

اور اگر عورت غیر کتابیہ مثلاً ہندو یا مجوسیہ وغیرہ ہے تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ یہ واقعہ دارالاسلام[1] میں ہوا ہے تو قاضی اس کی عورت پر اسلام پیش کرے وہ بھی اسلام قبول کرلے تو نکاح بحالہ قائم رہے گا اور اگر وہ اسلام لانے سے انکار کردے یا سکوت کرے تو نکاح فوراً فسخ کردیا جائے اور اگر واقعہ دارالحرب میں ہوا ہے تو وہاں عورت پر تین حیض گذر جانا ہی اسلام سے انکار کر دینے کے قائم مقام ہوجاتا ہے یعنی اگر عورت مسلمان نہ ہوا اور تین حیض اس کی حالت پر گذر جائیں تو نکاح خود بخود فسخ ہوجائے گا۔

دوسرا جزو یہ ہے کہ عورت مسلمان ہوجائے اور خاوند کفر پر باقی رہے تو خواہ یہ کافر کتابی ہو یا غیر کتابی ہر حال میں اس کا حکم یہ ہے کہ اگر واقعہ دارالاسلام کا ہے تو قاضی اس کے خاوند پر اسلام پیش کرے اگر وہ مسلمان ہوجائے تو نکاح بحالہ قائم رہے گا اور اگر اسلام قبول نہ کرے یا سکوت کرے تو قاضی ان دونوں میں فوراً تفریق کردے اور اگر واقعہ دارالحرب کا ہے تو عورت کو تین حیض گذر جانا ہی انکار اسلام کے قائم مقام ہو جاوے گا اور بعد تین حیض گذرنے کے عورت بائنہ ہوجاوے گی۔

---

[1] بشرطیکہ وہ اصل سے کتابیہ ہو اگر اسلام سے مرتد ہو کر کتابیہ ہوگئی تھی تو بغیر اسلام لانے کے اس عورت سے کبھی نکاح نہیں ہوسکتا۔

عدت کا حکم

(بصورت اسلام احد الزوجین)

اگر زوجہ اور شوہر دونوں دارالاسلام میں ہوں اور عرض اسلام کے بعد تفریق کی گئی ہے تب تو بالاتفاق عدت واجب ہے اور اگر دونوں میں سے ایک یا دونوں دارالحرب میں ہیں اور اس لیے عرض اسلام نہ ہو سکا بلکہ تین حیض گذر جانے کی وجہ سے بائنہ ہوئی ہے تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر شوہر مسلمان ہوا ہے تو بالاتفاق عدت واجب[1] نہیں اور اگر عورت مسلمان ہوئی ہے تو صاحبین کے نزدیک اس پر ان تین حیض کے علاوہ دوسرے تین حیض تک عدت گذارنا واجب ہے اور امام صاحب کے نزدیک عدت واجب[2] نہیں اور احتیاط اسی میں ہے کہ صاحبین کے قول پر عمل کیا جائے حضرت امام طحاوی نے اسی کو اختیار فرمایا ہے۔

مرتد ہونے کی چوتھی صورت

چوتھی صورت یہ ہے کہ شوہر و بیوی میں سے کوئی معاذ اللہ مرتد ہو جائے اس کی دو صورتیں ہیں۔

---

[1] یعنی میاں بیوی دونوں دارالاسلام میں ہوں اور اگر ایک دارالاسلام میں ہو اور دوسرا دارالحرب میں تو تفریق قاضی نہیں ہو سکتی بلکہ تین حیض گذرنے پر بینونت ہو جائے گی یعنی تو نکاح جاتا رہے گا

[2] یعنی اس کو اسلام کے بعد اس کی بیوی کی بہن وغیرہ سے فوراً نکاح کر لینا جائز ہے اگر عدت واجب ہوتی تو اتفاقی عدت سے قبل بہن وغیرہ سے نکاح جائز نہ ہوتا

[3] البتہ اگر یہ عورت حاملہ ہو تو امام صاحب کے نزدیک بھی وضع حمل سے قبل اس سے نکاح جائز نہیں

(۱) شوہر کا مرتد ہو جانا

(۲) دوسرے بیوی کا مرتد ہو جانا

دونوں کے احکام علیحدہ علیحدہ ہیں اور اس چوتھی (صورت) احتمال کے احکام پر اکابر علماء کے تصدیقی دستخط بھی موجود ہیں۔

اختلاف مذہب کے حکم سے متعلق ایک ہدایت

شوہر و بیوی کے اختلاف مذہب کی پہلی صورت

اور دوسری صورت کے ان چار احتمالات (صورتوں) میں سے اول کے تین احتمالات کے احکام میں تو کوئی اختلاف نہ تھا اس وجہ سے ان کا مسودہ تمام حضرات کے سامنے پیش نہیں کیا گیا بلکہ صرف حضرت حکیم الامت اور چند حضرات کے ملاحظہ پر اکتفا کیا گیا۔

اور (چوتھی صورت) کے حکم میں کچھ اختلاف تھا اس وجہ سے صرف اس صورت کے احکام کو پیش کر کے تمام حضرات کے دستخط حاصل کیے گئے ہیں۔

شوہر کے مرتد ہو جانے کی صورت کا حکم

اگر کسی عورت کا شوہر معاذ اللہ اسلام سے منحرف ہو جائے (مرتد ہو جائے) تو ائمہ اربعہ کے اجماع اور اتفاق سے بدون قضاء خود بخود اس کا نکاح فسخ ہو جاتا ہے قاضی کا فیصلہ اور حاکم کے حکم کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور یہ شوہر کا مرتد ہونا خلوت صحیحہ سے پہلے ہوا ہے تو آدھا مہر شوہر کے ذمہ ہے اور عورت پر عدت واجب نہیں۔ اور اگر خلوت صحیحہ کے بعد ارتداد ہوا ہے تو پورا مہر لازم ہے اور عورت پر عدت بھی واجب ہے نیز (مرتد پر عدت کا نفقہ بھی لازم ہے۔

زوجہ کے مرتد ہو جانے کا شرعی حکم

بعض لوگوں نے مسائل نہ جاننے کی وجہ سے غلطی یہ سمجھ لیا ہے کہ اگر کوئی عورت مرتد ہو جائے (نعوذ باللہ) جب بھی نکاح فسخ ہو جائے گا اور اسی وجہ سے ناواقفیت کی وجہ سے تمام روایات فقہیہ کے خلاف یہ تفریع کر بیٹھے (یعنی یہ مسئلہ نکالنے لگے کہ) اس حالت کو تجدید اسلام کے بعد دوسرے شوہر سے رہائی حاصل کرنے کا آسان علاج سمجھ لیا اور مرتد ہونے کی بلائے عظیم میں مبتلا ہو کر اپنے تمام عمر کے نیک اعمال برباد کر دیئے حالانکہ شرعاً جس اُن کا مقصد حاصل نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ اس صورت میں دوسرے شخص سے نکاح کی ہرگز اجازت نہیں بلکہ یہ لازمی ہے کہ دوبارہ اسلام لائے اور دوبارہ نکاح کر کے پہلے ہی شوہر کے ساتھ رہے چنانچہ مندرجہ ذیل تفصیل سے معلوم ہوگا۔

وہ تفصیل یہ ہے کہ عورت کے مرتد ہونے کی صورت میں مذہب حنفیہ میں تین قول ہیں۔

ایک ظاہر الروایۃ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عورت کے مرتد ہونے سے نکاح تو فوراً فسخ ہو جائے گا لیکن پھر اس کو حبس وقید کر کے تجدید اسلام پر بھی اور اس پر بھی مجبور کیا جائے گا کہ وہ اپنے پہلے ہی خاوند سے تجدید نکاح کرے جیسا کہ قاضی خاں اور عالمگیریہ اور درمختار وشامی میں اس کی تصریح ہے کہ ظاہر الروایۃ جس میں فسخ نکاح کا حکم دیا گیا ہے اس کے ساتھ یہ بھی مذکور ہے کہ عورت تجدید نکاح کرے جیسا کہ قاضی خاں اور عالمگیری اور درمختار وشامی میں اس کی تصریح ہے کہ ظاہر الروایۃ جس میں فسخ نکاح کا حکم دیا گیا ہے اس کے ساتھ یہ بھی مذکور ہے کہ عورت کو تجدید اسلام اور شوہر اول سے تجدید نکاح پر مجبور

حکومت مجبور کیا جائے گا خواہ اس کے مرتد ہونے کی غرض خاوند اول سے علیحدہ ہونا ہی
ہو یا حقیقتاً اس کے عقائد بدل گئے ہوں دونوں صورتوں میں اس کو تجدید نکاح
پر مجبور کیا جائے گا (کما صرح بہ الشامی)

دوسرا قول: مشائخ بلخ و سمرقند اور بعض مشائخ بخارا اسمٰعیل زاہد ابو النصر دبوسی
اور ابو القاسم صفار وغیرہ کا فتویٰ ہے کہ عورت کے مرتد ہونے کی صورت
میں نکاح فسخ ہی نہیں ہوتا بلکہ بدستور یہ عورت شوہر سابق کے نکاح میں رہتی ہے

تیسرا قول وہ نوادر کی روایت ہے امام اعظم ابو حنیفہ سے کہ یہ عورت
دار الاسلام میں بھی کنیز بنا کر رکھی جائے گی[1] اور اس کے خاوند کا قبضہ اس پر
بدستور سابق باقی رہے گا۔

حاصل یہ ہوا کہ اگر عورت مرتد ہو جائے تو اس کے نکاح کے بارے میں
ابو حنیفہ کے تین قول ہو گئے۔

ایک یہ کہ نکاح فسخ ہو جاتا ہے لیکن بعد تجدید اسلام اس کو تجدید نکاح
پر مجبور کیا جائے گا اور کسی دوسری جگہ نکاح کرنے کا اختیار نہ دیا جائے گا۔
(وھو ظاہر الروایۃ)

دوسرا یہ کہ نکاح فسخ ہی نہ ہوگا بلکہ وہ دونوں بدستور زن و شوہر ہی رہیں گے[2]

---

[1] تفصیل اس مسئلہ کی یہ ہے کہ اگر عورت مرتد ہو کر دار الحرب میں چلی جائے یا دار الحرب میں
ہی مرتد ہو تو اس کو کنیز بنا سکتے ہیں اس پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے اور دار الاسلام میں [illegible] کا اختلاف
صرف اس میں ہے کہ دار الاسلام میں رہتے ہوئے بھی کنیز بن سکتی ہے یا نہیں

[2] لیکن اس روایت پر فتویٰ دینے کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ تجدید اسلام اور تجدید نکاح
سے قبل شوہر کو استمتاع یعنی صحبت وغیرہ کی اجازت نہ دی جائے جیسا کہ [illegible] تحت [illegible]
بعض مسائل ضروریہ میں [illegible] آتا ہے

تیسرا یہ کہ عورت کو کنیز بنا کر رکھا جائے گا۔

ان تینوں اقوال میں اگرچہ کچھ اختلاف ہے لیکن اتنی بات پر تینوں متفق ہیں کہ عورت کو کسی طرح یہ حق نہ دیا جائے گا کہ وہ اپنے پہلے خاوند کے نکاح سے علیحدہ ہو کر دوسری جگہ نکاح کر لے۔ اس لیے یہ بات متفق علیہ ہو گئی کہ عورت کو دوسری جگہ نکاح کا ہرگز اختیار نہ ہوگا۔ اب ہندوستان میں موجودہ حالات میں اس متفقہ حکم پر عمل کرنا پہلی روایات کو اختیار کرتے ہوئے غیر ممکن ہے کیونکہ فسخ نکاح کا حکم دے دینے کے بعد پھر دوبارہ نکاح کے لیے مجبور کرنے والی کوئی طاقت مسلمانوں کے پاس موجود نہیں ہے اور جس جگہ موجود ہوتی ہے وہاں پر بھی مشکلات اور دشواریوں کا سامنا ہوتا ہے اس وجہ سے پہلے قول یعنی ظاہر الروایت پر عمل کرنا ہندوستان میں موجودہ حالت میں غیر ممکن ہوگیا کیونکہ اس کے ایک جزو پر عمل کرنا اگرچہ اختیار میں ہے لیکن دوسرا جزو یعنی دوبارہ اسلام لانا اور دوبارہ نکاح پر مجبور کرنا قطعی طور پر اختیار میں نہیں ہے۔

نوادر کی روایت پر عمل

اور نوادر کی روایت پر عمل کرنا تو ظاہر روایت سے بھی مشکل بلکہ بحالت موجودہ غیر ممکن ہے اس وجہ سے اس کے مشائخ بلخ وسمرقند کے قول کو اختیار کیا اور اس پر فتویٰ دیا جائے کوئی چارہ نہ رہا۔ اور صاحب نہر کو اگرچہ ان مشکلات کا سامنا نہیں تھا جو آج ہم پر گزر رہی ہیں مگر وہ اپنے وقت میں اس روایت پر فتویٰ دینے کو تجویز فرماتے ہیں اور اس کے خلاف کرنے کو سخت مشکل ہی قرار دیتے ہیں اور حضرت علامہ ابن عابدین شامیؒ بھی اس فتویٰ کی مخالفت نہیں فرما سکے اور جو کچھ فرمایا ہے وہ روایات نوادر پر قدرت ہونے کے وقت فرمایا ہے اور جب اس پر قدرت نہ ہو تو ان کے نزدیک بھی مشائخ بلخ

جماع و دواعی جماع بھی جائز رہیں۔ فقہ احناف میں ایسے نظائر موجود ہیں کہ باوجود
صحت نکاح وبقاءً نکاح کے جماع و دواعی جماع حرام ہوتے ہیں جیسے موطوءہ بالشبہ
کہ اس کا نکاح بدستور سابق قائم ہے مگر انقضائے عدت تک اس سے ہمبستری
وغیرہ بالکل حرام ہے اسی طرح حاملہ من الزنا اگر غیر زانی سے نکاح کرے تو اگرچہ
نکاح صحیح ہو جاتا ہے مگر شوہر کو صحبت جائز نہیں ہوتی۔

مرتد سے تجدید ایمان و تجدید نکاح کا حکم

مسئلہ نمبر ۲: جماعت استمتاع کے لیے تجدید اسلام کا ضروری ہونا آیت مذکورہ
اور اجماع وغیرہ سے شق اولی میں ثابت ہو چکا ہے پھر تجدید اسلام کے بعد ظاہر
الروایۃ کے موافق تو تجدید نکاح بھی ضروری ہے بغیر اس کے استمتاع جائز نہیں
گو مشائخ بلخ کے قول پر تجدید نکاح شرط نہیں۔

لیکن اس خاص جزو میں ظاہر الروایت کو ترک کرنے کی کوئی ضرورت
داعی نہیں لہٰذا تجدید نکاح کو بھی ضروری کہا جاوے گا کہ اسی میں احتیاط ہے۔

مسئلہ نمبر ۳: صورت مذکورہ میں تجدید نکاح کے لیے انقضائے عدت ضروری
نہیں رکھا ہو تو نکاح میں لیکن مہر جدید ضروری ہے جو دس درہم سے کم
نہ ہو جیسا کہ فتح القدیر وغیرہ میں مصرح ہے اور مہر سابق کا بدستور واجب
فی الذمہ رہنا ظاہر ہی ہے۔ البتہ اگر قبل خلوت صحیحہ مرتد ہو گئی ہو تو مہر سابق ساقط
ہو جاتا ہے۔

محمد اصغر نقوی

اس مجموعے سے نقل [illegible] بدستور سابق [illegible]

علی الامۃ المظلومۃ والتیسیر وجعل اللہ ھذا السعی مشکورا۔ وھذا العمل مقبولا

مبرورا۔ وصلی اللہ علیٰ سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

کتبہ بقلمہ اذل الخدام مرزا حقیر نظام ظفر احمد

العثمانی تغمدہ اللہ بالغفران والرضوان

۲۶ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد حمد وصلوٰۃ گذارش ہے کہ اس رسالہ فیض مقالہ کا نہایت ضروری ہونا

بھی ظاہر ہے اور اس کا جامع مانع اور بے حد مفید ہونا بھی محتاج بیان نہیں۔ اس

کو سرسری نظر سے دیکھنے والا بھی بیساختہ کہہ اٹھتا ہے ؎

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم

کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

درحقیقت امت مرحومہ کی اس اہم مشکل کا حل حضرت اقدس ہی جیسے

جامع کمالات کا محتاج تھا۔ آپ نے جس تندہی غور و خوض کو ایک عرصہ دراز تک

اس کی تحقیق و تصنیف میں مبذول فرمایا ہے اس کا کچھ اندازہ وہی لوگ کرسکتے ہیں

جن کو زمانہ تالیف میں حاضری کی دولت نصیب ہوئی ہو۔ حضرت والا نے بارہا

ارشاد فرمایا ہے کہ اتنی مشقت عمر بھر کسی کام میں نہیں ہوئی حق تعالیٰ حضرت والا

دامت برکاتہم کے سایۂ رحمت کو ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھے آمین ثم آمین

اب اس کی ضرورت ہے صرف اس قدر گذارش ہے کہ رسالہ ہذا میں جو قیود و

شرائط درج ہیں وہ نہایت درجہ ضروری ہیں عمل کے وقت ان کو خوب پیش نظر

رکھیں اور پوری طرح ان کی پابندی کریں محض ضرورت کا بہانہ لے کر اتباع ہوا

میں مبتلا نہ ہوں۔ نیز حضرات ارباب فتویٰ کی خدمت میں درخواست ہے کہ تمام

کہ فتوے کے وقت تمام شرائط کو بخوبی ملحوظ رکھنا ضروری تصور فرماویں وھو الموفق

للصواب والعاصم عن کل خطیئہ

الملتمسان

سراج احمد غفرلہ — کمترین خدام کمترین علماء احقر عبدالکریم عفی عنہ

مدرس خانقاہ امدادیہ — از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون

۲۷ر رمضان مبارک ۵۵ھ — ۲۲ رمضان مبارک ۵۵ھ

مہر
مدرسہ مظاہر علوم
سہارنپور

از مظاہر علوم سہارنپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم   حامدا ومصلیا ومسلما

امابعد۔ ہم نے بامعان نظر وخوض تمام اس فتویٰ الحیلۃ الناجزہ کو تقریبا
سوا ماہ تک مسلسل مرۃ بعد مرۃ دیکھا اور ساتھ ہم یقین کرتے ہیں کہ اس زمانہ میں
حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ مولانا تھانوی دامت برکاتہم جیسے فقیہ کو جو علاوہ علوم ظاہری
و باطنی علوم کی مہارت تامہ کی احوال زمانہ و مشکلات حاضرہ سے بخوبی واقف ہیں
یقینا یہ حق حاصل ہے کہ فتوے کے لیے کسی دوسرے امام کے مذہب کو اختیار فرما
لیں کیونکہ بوقت شدید ضرورت دوسرے اماموں کے مذہب کو اختیار کرنا بھی فقہ حنفی کا
ایک حکم ہے بناء علیہ گذارش ہے کہ گو حضرت اقدس کا فتویٰ ہم جیسوں کی تائید
وتصحیح کا اصلاً محتاج نہیں لیکن تعمیلا لحکمہ والتماسہ ان مسائل کی تائید وتصحیح سے
افتخار حاصل کرتے ہیں۔

حیلۂ ناجزہ پر شبہات کے جوابات

یعنی

رفاق المجتہدین فی وفاق المجتہدین

ایک رسالہ وفاق المجتہدین نظر سے گذرا جس میں مفقود کے متعلق ایک سوال کا اجمالی جواب دینے کے بعد مفصل جواب کے لیے مجیب نے آٹھ جز قرار دیئے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں۔ اب بتاتا ہوں کہ سوال کے بعض اجزاء کا تفصیلی جواب دوں گا تفصیل جواب کے اجزاء کے سوال کو شمار کر لیجیے جن کی فہرست یہ ہے۔

(۱) عاجزانہ معاشرہ زندگی بسر کرتی ہے

(۲) حرام کاری کا قوی اندیشہ ہے

(۳) پانچ برس گذرنے پر عورت شادی کے لائق نہ رہے گی پھر طویل مدت کیوں مقرر کی گئی۔

(۴) جب مذہب احناف میں میرے لیے جگہ نہیں تو اس مذہب میں رہ کر کیا کروں۔

(۵) مذہب حنفیہ پر تشدد کا الزام

(۶) مولانا امام مالک علیہ الرحمۃ کی روایت کی تحقیق

(۷) علمائے حنفیہ کا ضرورت کے وقت غیر مذہب پر فتویٰ دینے کی حقیقت

(۸) مذہب حنفی کا اصلی حکم اور اس کی پوری تحقیق

اس کے بعد مجیب نے ان کا نمبروار جواب لکھا ہے اور اصلی مدعا رسالہ ہذا کا یہ ہے کہ احناف مسئلہ مفقود میں جو دوسروں کے مذہب پر فتویٰ دیتے ہیں

یہ درست نہیں چونکہ یہ مدعا تصریحات فقہ کے مخالف ہے اور اس پر جو دلائل قائم کیے گئے ہیں وہ مخدوش ہیں اس واسطے مختصر طور پر اس رسالہ کا جواب ضروری معلوم ہوا۔ لہذا معروض ہے کہ پانچویں جزو تک کے جواب کا تو یہ حاصل ہے کہ امام صاحب کا مذہب قوی ہے سو اس میں کوئی شک نہیں امام صاحب کا قول یقیناً راجح اور احتیاط پر مبنی ہے۔ لیکن قول مالکیہ کو اختیار کرنے کی بنا یہ نہیں ہے کہ مذہب امام کو ضعیف سمجھا گیا ہو بلکہ باوجود اس کو قوی اور راجح سمجھنے کے ضرورت کی وجہ سے خروج من المذہب کی گنجائش دی گئی ہے۔ (یعنی اپنے مذہب پر عمل کے بجائے دوسرے مذہب پر عمل کی گنجائش دی گئی ہے)

چھٹے جزو کے جواب میں مجیب نے اہم اشکال یہ بیان کیا ہے کہ رجوع کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول پر عمل کیسے جائز ہو سکتا ہے اس کا جواب تو یہ ہے کہ غالباً امام مالک علیہ الرحمۃ رجوع کو تسلیم نہیں فرماتے ہوں گے جیسا کہ حضرت امام احمدؒ رجوع کرنے کی روایت کو نہایت سختی سے رد فرماتے ہیں۔ چنانچہ مغنی میں ہے۔

قال الاثرم قيل لابي عبد الله ...... قلت يروى عن عمر
ضعيف عن عمرؓ قال يختلف هذا قال لا ان يكون انسان
يكذب ص۱۳۱ ج۸

اور جن محققین نے رجوع کرنے کی روایت کو صحیح فرمایا ہے ان کے نزدیک اس کے راوی ثقہ ہوں گے اس وجہ سے اختلاف کا منشاء دراصل روایت کی توثیق میں اختلاف ہوگا اور اس کے بہت سے نظائر ہیں اور چونکہ رجوع کرنے کی روایت کی سند کسی جگہ نہیں مل سکی اس وجہ سے تفصیلی حال راویوں کا اور ان میں اختلاف کا نہیں معلوم ہو سکتا۔

مفقود الخبر کے مسئلہ پر پیش کیا گیا ایک اشکال

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے علاوہ حضرت عثمانؓ اور حضرت ابن عمرؓ کا بھی یہی مذہب ہے جیسا کہ حضرت مولانا لکھنوی نے ہدایہ کے حاشیہ میں بحوالہ حضرت ابن ابی شیبہ نقل فرمایا ہے اور ان سے رجوع کی روایت نہیں اس وجہ سے حضرت عمرؓ کے رجوع کے بعد بھی اس قول کو ان حضرات کی اتباع میں اختیار کر سکتے ہیں ۔

مفقود الخبر کے مسئلہ پر تین تحقیقی سوالات

جزئیہ کے جواب میں تین امور کی تحقیق ہے پہلا یہ کہ حنفیہ کے نزدیک دوسرے مذہب پر فتویٰ دینے کے ضوابط اور شرائط کیا ہیں

نمبر ۲ جو حضرات نے دوسرے مذہب پر فتویٰ دینا جائز بتلایا ہے یہ قابل اعتماد ہیں یا نہیں ؟

نمبر ۳ مالکیہ کا اصل مذہب کیا ہے ؟ پہلے جزو میں فقہاء کرام کی چار عبارتیں پیش ہیں ۔

عبارت ۱ : لا یفتی بغیر الراجح فی مذهبنا فاسئل عن حکم لا یجیب الا بما هو صواب عنده فلا یجوز ان یجیب بمذهب الغیر

(از شامی)

(۲) قیل لحنفی ما مذهب الامام الشافعیؒ کذا یقول قال ابو حنیفةؒ کذا

درمختار ۔

(۳) فان القاضی المقلد اذا قضیٰ بغیر مشهور مذهبه لا ینفذ حکمه فی الاصح

از درمختار لان المعتمد ان القاضی لا یصح قضاؤه بغیر مذهبه خصوصاً قضاة زماننا شامی ۔

المستحق عن الاستیفاء اذا استندنا الخ .

ثم حرر ان قول ائمۃ الشافعیۃ کذلک ثم قال ان ذلک مبنی علی التفویض محض انہ یجب تقلید الاعلم ومن غیرہ والاصح انہ تخییر تقلید ای شاء ولو مفضولا وان اعتقدہ کذلک اھ پس یہ قول حجت نہیں اور اگر تسلیم کر لیا جاوے تو عبارتِ ثالثہ ورابعہ کی طرح اس کو بھی عدم ضرورت پر محمول کیا جائے گا اور عبارتِ ثالثہ کے جواب میں شامی کی پوری عبارت نقل کر دینا ہی کافی ہے لہذا ذیل میں وہ عبارت درج ہے۔ ردالمحتار میں عبارتِ ثانیہ مذکورہ بالا کے بعد ہے۔ نعم لو قضی مالکی بذلک نفذ کما فی البحر والنہر وقد نظمہ شیخنا الرملی الخ اس پر اول تو شامی نے یہ لکھا (نفذ) لانہ مجتہد فیہ وھذا کلہ مبنی علی ما فی البزازیۃ قال العلامۃ والفتوی فی زماننا علی قول مالک وعلی ما فی جامع الفصولین لو قضی قاض بانقضاء عدتہا بعد تمادی المدۃ لظہور الحیض بعد مضی تسعۃ اشہر نفذہ اھ لان المقلد ان قاضی لا یصیر قضاؤہ بغیر مذہبہ خصوصاً قضاۃ زماننا۔

پھر چند سطروں کے بعد فرمایا ہے۔ قلت لکن ھذا اذا امکن قضاء مالکی بہ او تحکیمہ اما فی بلاد لا یوجد فیہا مالکی یحکم بہ فالضرورۃ متحققۃ وکان ھذا وجہ ما مر عن البزازیۃ وجامع الفصولین فالاٰیر وقولہ فی البحر انہ لا داعی الی الافتاء بقول نعتقد ان خطأ یحتمل الصواب مع امکان الترافع الی مالکی یحکم بہ اھ تأمل۔ ولہذا قال الزاہدی وقد کان بعض اصحابنا یفتون بقول مالک فی ھذہ المسألۃ للضرورۃ اھ ثم رأیت ما یخالفہ ذکرہ محشی مسکین عن السید الحموی الخ

اس میں علامہ شامی نے خود تصریح فرمادی کہ قضا بمذہب الغیر کے بارہ میں جو تصحیح کا حکم ہے وہ عدم ضرورت کے ساتھ خاص ہے اور صاحب نہر کے قول الا ان یدعی اور مع امکان التفریق الخ سے بھی صاف واضح ہے کہ اگر ضرورت داعی ہو اور تحفظ عن الابتلاء ممکن نہ ہو تو افتا بمذہب الغیر میں کوئی اشکال نہیں۔ اور عبارات زائدہ کا جواب اسی جواب سے معلوم ہو گیا کیونکہ فتویٰ اور قضا اس باب میں ایک ہی حکم رکھتے ہیں۔ درمختار رسم المفتی میں ہے ۔

حاصل ما ذکرہ العلامۃ قاسم فی تصحیحہ انہ لافرق بین المفتی والقاضی الا قلت ای فی اتباع ما ہو حجۃ کما صرح بہ الشامی۔ علاوہ ازیں عبارت مذکورہ بالا میں فتویٰ اور قضا دونوں کی اجازت مصرح ہے مثلاً بزازیہ کی عبارت میں فتویٰ کی تصریح اور جامع الفصولین کی عبارت میں قضا کی تصریح ہے۔

امر دوم کی جو تحقیق لکھی ہے کہ افتاء بمذہب الغیر کی ابتدا غیر معتمد مشائخ سے ہوئی ہے اس کا جواب اول تو یہ ہے کہ جب معتمد مشائخ نے اس کو قبول کر لیا تو وہ قول معتمد ہو گیا کما لا یخفی دوسرا جواب یہ ہے کہ زاہدی وغیرہ سے اصل مسئلہ کی ابتدا صرف اس کی ہوئی ہے کہ خاص ان جزئیات میں افتا بمذہب الغیر کو نقل کیا ہے ورنہ اصل مسئلہ افتا بمذہب الغیر کا ان کی نقل پر موقوف نہیں کیونکہ اصل مسئلہ تو متقدمین اور متأخرین کی تصریحات سے ثابت ہے چنانچہ استیجار علی تعلیم القرآن کے جواز پر متأخرین میں سے صاحب ہدایہ و قاضی خاں اور صاحب کنز وغیرہ سب محققین فتویٰ دیتے ہیں اور متقدمین سے امام فضلی اور فقیہ ابو اللیث نے بھی فتویٰ دیا تھا جس کی تفصیل حیلۂ ناجزہ باب دوم کے مقدمہ میں موجود ہے) اس سے صاف طور پر ثابت ہوا کہ ضرورت کے وقت مذہب غیر پر فتویٰ دینے کے جواز پر مشائخ کا اتفاق ہے اس کے بعد

کسی خاص مسئلہ میں بالتخصیص فتوی کی منقول ہونے کی ضرورت نہیں رہتی پس اگر زاہدی
وغیرہ کی نقل نہ ہوتی جب بھی اصل مسئلہ ثابت ہونے کے بعد تحقق ضرورت کے
وقت مسئلہ بصورت قضا میں فتوی دے سکتے تھے اور اب ان کی نقل سے تائید ہو
گئی خاص کر جب محققین نے ان کی نقل کو قبول کر لیا۔ غرض زاہدی و قہستانی کا ضعف
اس مسئلہ کی نقل میں مضر نہیں کیونکہ وہ نقل صرف تائید کے واسطے ہے اصل
مدار ان پر نہیں بلکہ مشائخ محققین یعنی امام فضلی وغیرہ پر ہے بلکہ مسئلہ افتاء
بمذہب الغیر للضرورۃ کی اصل خود امام یوسفؒ سے بھی منقول ہے چنانچہ شامی
نے رسم المفتی میں بحوالہ بزازیہ نقل کیا ہے انہ صلی الجمعة مغتسلا من الحمام
ثم اخبر بفارة میتة فی بئر الحمام فقال اذا ناخذ بقول اخواننا من
اهل المدینة اذا بلغ الماء قلتین لم یحمل خبثا اه اور اس کے بعد صاحب
رسالہ نے ابن نجیم سے جواز شافعی مسئلہ مفقود میں الاخذ بمذهب الغیر ان
الفاظ میں اعتراض نقل کیا ہے کہ اذا اعترض علی انه لو حکم لا حاجة
للحنفی فی ذلك لان ذلك فی مذهبنا ... اولی چونکہ اس
اعتراض میں خود یہ لفظ موجود ہے لا حاجة للحنفی الی ذلك اس سے ثابت
ہوتا ہے کہ ابن نجیم وغیرہ عدم ضرورت کے متعلق میں کلام کر رہے ہیں نہ کہ تحقق
ضرورت کے بعد فتوی اور قضا بمذہب الغیر کے جواز میں اس کے بعد اسی
اور اسی قسم کے قریب رسالہ کے مصنف پر جو لکھا ہے کہ لوگ بہت تعجب
کرتے تھے کہ جب حضرت علامہ ابن عابدین شامی مذہب کے خلاف فتوی دینا
منع کرتے ہیں اور علامہ زاہدی اور علامہ قہستانی کو غیر معتبر بھی کہتے ہیں پھر بعض
مسائل جیسے مفقود و ممتدة الطہر وغیرہ کے بارے میں حتی الوسع ضرورت کے وقت
حضرت امام مالکؒ کے قول پر عمل کرنا کیوں جائز کہتے ہیں اس کا جواب یہ ہے

کہ علامہ شامیؒ نے رفعِ حرج کے لیے مسئلہ کو ظاہر کر دیا ہے مگر نہ خود فتویٰ کی اجازت
بلکہ یہاں تک احتیاط کی کہ بجائے لفظ یفتی کے یحکم لکھا، چنانچہ لکھتے ہیں:
حیث لم یوجد مالکی یحکم به۔ اس میں دعویٰ ہے کہ شامی نے رفع
حرج کے لیے مسئلہ کو ظاہر کر دیا مگر نہ خود فتویٰ دیا نہ فتویٰ کی اجازت۔ یہ
نہایت ہی عجیب ہے کیونکہ وہ تو موضعِ ضرورت میں فتویٰ اور قضاء بمذہب
الغیر کی صاف تائید فرما رہے ہیں چنانچہ ممتدۃ الطہر کے باب میں ان کا جو
قول ہے وہ عبارت ۲ کے جواب میں گزر چکا اور زوجۂ مفقود کے بارے
میں بھی اسی طرح صاف تائید کی ہے جیسا کہ ابھی آتا ہے اور اس کے بعد
لکھا ہے "بلکہ یہاں تک احتیاط کی بجائے لفظ "یفتی" کے "یحکم" تحریر کیا۔
اس جملہ کا کوئی صحیح مفہوم ہی معلوم نہ ہو سکا جو اس پر کلام کیا جاتا البتہ
اتنی بات واضح ہے کہ اس جملہ سے شامی کا مقصود قضاء و فتویٰ بمذہب
الغیر کی تائید و حمایت ہے کیونکہ انہوں نے اول زوجۂ مفقود کے بارے میں
مذہب مالک پر فتویٰ دینے کی تائید قہستانی، بزازیہ سے نقل کی ہے پھر لکھا ہے

"واعترض فی النهر وغيره بانه لا داعی الی الافتاء بمذهب
الغیر لامکان الترافع الی مالکی یحکم بمذهبه"

اس کے بعد اس کے جواب میں لکھا ہے لکن قدمنا ان الکلام عند
تحقق الضرورة حیث لم یوجد مالکی یحکم به۔

مذہبِ مالکی پر عمل سے متعلق بنیادی اشکال

پس یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ مؤلف اپنے دعویٰ پر اس سے استدلال کس طرح کرنا چاہتے ہیں؟
اس کے بعد عنوان "حاصلِ تحریرات" کے آخر میں جو درج ہے کہ

اگر مالکی مذہب کے قاضی اور مفتی نہ ہوں تو مجبوراً مذہب مالکیہ کے پورے احکام کی پابندی کرتے ہوئے احناف خود عمل کر سکتے ہیں۔ اس میں اول تو سخت اشکال یہ ہے کہ یہ اجازت دینا بھی تو فتویٰ ہے جس سے صاحب رسالہ دوسروں کو منع کر رہے ہیں کیا فتویٰ کے لیے خاص لفظ فتویٰ کی شرط ہے۔ دوسرے یہ کہ خود عمل کیسے ممکن ہے جبکہ مذہب مالکیہ میں قضاء قاضی شرط ہے اور قاضی کو قضا بمذہب الغیر سے صاحب رسالہ منع کر گئے ہیں۔ تیسرے عامی کو از خود تو اپنے مذہب کی ضعیف روایت پر بھی عمل کی اجازت نہیں جو مذہب غیر پر عمل کرنے سے اہون ہے۔ چنانچہ شامی نے علامہ بیری سے نقل کیا ہے۔

ھل یجوز للانسان العمل بالضعیف من الروایۃ فی حق نفسہ نعم اذا کان لہ رأی اما اذا کان عامیا فلم اره لکن مقتضی تقییده بذی الرأی انہ لا یجوز ذلک قال فی خزانۃ الروایات العالم الذی یعرف معنی النصوص والاخبار وھو من اھل الدرایۃ یجوز لہ ان یعمل علیھا وان کان مخالفاً لمذھب۔ اھ

پھر مذہب غیر پر عمل کی اجازت کیسے ہو سکتی ہے۔ چوتھے عامی کو مذہب غیر معلوم کیسے ہوگا جبکہ اہل علم کو اس رسالہ میں بتلانے تک سے بھی منع کیا گیا ہے گو پھر خود بتلا بھی رہے ہیں اور اس پر عمل کی اجازت بھی دے رہے ہیں۔

امر سوم: کی تحقیق میں روایات مختلفہ نقل کر کے جو اضطراب ظاہر کیا گیا ہے اس کا مختصر حل یہ ہے کہ ابن ابی شیبہ کی روایت کہ مالکیہ کے نزدیک قید بابہ طلاق زن دیا ہے رفتہ مالک بکتب مالکیہ بلکہ خود مدونہ امام مالک کی تصریحات کے خلاف ہونے کے سبب قابل اعتماد نہیں اور مسلک الختام کی عبارت در اگر زن بست سال ماندہ رنج بسیار کشد اجل برائے او زسر نو گیرند و اگر صغیر باشد آنکہ بازوج

او صغیر است یعنی چار سال باشد کا محمل غلط ٹھیرا کر یہ ترجمہ کیا گیا ہے کہ چار سال کی
مدت صرف صغیرہ اور آئسہ یا زوجۃ الصغیر کے لیے ہے اس لیے شبہ میں پڑ گئے
ورنہ اس کا تو صاف اور سیدھا مطلب تو یہ ہے کہ صغیرہ اور آئسہ کے لیے بھی وہی
چار سال کی مدت ہے۔ جو کبیرہ حائضہ کے لیے اس سے پیشتر بیان ہوئی۔ معلوم نہیں
کہ یہ معنی کس طرح قرار دیے گئے کہ صغیرہ کا اور حکم ہے اور کبیرہ کا اور۔ نیز رہ
گئیں مدونہ اور فتح الباری کی روایتیں سو ان میں اجمال اور تفصیل کا فرق ہے
اور یہ اضطراب نہیں کہلاتا۔ اور گو فتح الباری سے کسی قدر تفصیل معلوم ہوگئی مگر مسائل
فتح الباری کی روایت بھی مجمل بلکہ موہم ہے اگر پوری تحقیق اور صحیح تفصیل مطلوب
ہو تو جلد ۲ جزء ۱۳ ملاحظہ فرمایا جائے۔ اس میں مدینہ منورہ کے علمائے مالکیہ سے
مبسوط اور مدلل فتاویٰ حاصل کرکے شائع کئے گئے ہیں۔ فقط واللہ اعلم

(۲) چوتھی جزء میں مؤلف نے کئی مقدمات پر بحث کی ہے مگر ہم بقدر حاجت اختیار صرف اصل
مقصد پر کلام کرتے ہیں جیسا کہ دوسرے اجزاء میں بھی ضروری امور پر کلام کیا گیا ہے
اس جزء چہارم کا اصل مقصد یہ ہے کہ حاکم کی رائے کے سپرد کرنے کا قول جو کہ تحفہ
میں موجود ہے اس میں زوجۂ مفقود کے لیے کافی رعایت موجود ہے اس سے
دوسرے امام کا مسلک مطلقاً ہی اختیار کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ غالباً مؤلف
نے تفویض کا یہ مطلب قرار دیا ہے کہ حاکم کو پورا پورا اختیار دیا ہے کہ جب
چاہے مفقود پر موت کا حکم لگا دے۔ اسی وجہ سے مؤلف نے "احسن المقال"
کے عنوان "تفویض الی رأی الامام" کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ "مفقود کا معاملہ
قاضی اسلام کے حوالہ کر دیا جائے" لیکن دراصل اس قول کا یہ مطلب نہیں اس
وجہ سے اس قول سے کوئی سہولت اور رعایت نہیں نکل سکتی۔

حاکم کو مفقود کی تفتیش کرنے کی تاکید

اس قول کا اصل مطلب یہ ہے کہ مفقود پر موت کا حکم لگانے کے لیے مشائخ مذہب سے جو مختلف مدت منقول ہیں، ان پر مدار رکھنے سے بہتر یہ ہے کہ حاکم، خود مفقود کے حالات میں غور کرے اور جب اس کی موت کا گمان غالب ہو جائے اس وقت موت کا حکم لگائے چنانچہ علامہ شامیؒ نے "شرح وہبانیہ" سے "تفویض" کی یہ شرح نقل کی ہے۔

مفقود کی تحقیق سے متعلق عبارت فقہی

وان يفوض يجتهد ويفعل ما يغلب على ظنه فلا يقول بالتقدير لانه لم يرد به الشرع بل ينظر في الاقران وفي الزمان والمكان ويجتهد۔

اس کے بعد علامہ شامیؒ کا قول لکھا ہے: "لانه يختلف باختلاف البلاد وكذا غلبة الظن تختلف باختلاف الاشخاص فان الملك العظيم اذا انقطع خبره يغلب على الظن في ادنى مدة انه قد مات الخ"

مزید عبارت فقہی

پھر خود تحریر فرماتے ہیں: "وقضاؤه انه يجتهد ويحكم القرائن الظاهرة الدالة على موته على هذا يبتنى ما في جامع الفتاوى حيث قال فقد في المهلكة فموته غالب فيحكم به كما اذا فقد في وقت الملاقات مع العدو الخ"

اس کے بعد فرماتے ہیں:

قاضی زادہ اور بحر کی عبارت

وافتى به بعض مشائخنا وفي البحر انه افتى به قاضي زاده صاحب بحر الفتاوى۔ لكن لا يخفى انه لا بد من مضي مدة [illegible]

حتی یغلب علی الظن موتہ لا بمجرد فقدہ عند ملاقاۃ العدو الخ

تعجب ہے کہ اس قدر صاف تصریحات کے پیش نظر ہوتے ہوئے صاحب رسالہ نے قاضی کے لیے اختیار مطلق کو کس طرح تجویز کیا؟

مفقود کی موت کا مدار گمان غالب پر ہے

خلاصہ یہ کہ مذکورہ بالا تصریحات سے یہ ثابت ہو گیا کہ مفقود الخبر کی موت کا دار و مدار غالب گمان پر ہے چنانچہ وہ گمان غالب اس کے ہم عمر لوگوں کی موت ہونے سے حاصل ہوتا ہے یعنی موتہ لا یعیش مثلہ یعنی اتنی عمر کے لوگ زندہ نہ رہتے ہوں اس قدر مدت سے اندازہ لگایا جاتا ہے دوسرے ظاہری قرائن سے حاصل ہو اور غالب گمان کے بغیر موت کا حکم لگا دینے کا ہرگز اختیار نہیں ہے۔

جب یہ بات واضح ہو گئی تو پھر اس قول میں صرف اس مفقود کی بیوی کو سہولت ہو گئی جس کی موت پر ظاہری قرائن دلالت کرتے ہوں اور عام مفقود الخبروں کی بیویوں کے لیے کسی قسم کی آسانی نہیں پیدا ہوئی بلکہ ان کے لیے اب بھی وہی دشواری باقی ہے جس سے سخت پریشانی ہے پھر چونکہ حاکم کی رائے پر موقوف کر دینا قاضی شرعی کے پائے جانے پر ہے اور اس وقت ہندوستان میں وہ نہیں پائے جاتے اور کوشش کے بعد کامیابی کی جلد امید نہیں اس لیے زوجۂ مفقود کو ہندوستان کی بحالت موجودہ کچھ بھی سہولت نہ ہوئی۔ اور جب ضرورت باقی ہے تو رفع حرج کے لیے امام مالک کا قول بالکلیہ اختیار کرنا پڑے گا۔

کما لا یخفی وھذا آخر ما اردنا ایرادہ فی ھذا المقام والتوفیق بید الملک العزیز العلام۔

سے غلبۂ ظن ہی ہوتا ہے۔ جب وہ دوسرے طریق سے حاصل ہو گیا تو اصل مقصود
میں خلل نہیں آتا اور جب غلبۂ ظن شرط ٹھیرا اور وہ بھی مقترن بالقرائن الظاہرۃ
الدلالۃ تو حاکم کے لیے کلی اختیار کیسے ثابت ہو سکتا ہے اور فتح القدیر میں قال
بعضہم یفوض الی القاضی کے بعد جو فای وقت رأی المصلحۃ حکم بموتہ موجود
ہے اس میں مصلحت سے مراد غلبۂ ظن ہی ہے کما یعلم صنیع الشامی رحمۃ اللہ
علیہ حیث قال تحت قول الدر واختار الزیلعی تفویضہ الی رأی الامام)
قال فی الفتح فای وقت رأی المصلحۃ حکم بموتہ قال فی النہر وفی الینا
بیع قیل یفوض الی رأی القاضی ولا تقدیر فیہ فی ظاہر الروایۃ وفی
القنیۃ جعل ہذا روایۃ عن الامام قلت والظاہر ان ہذا غیر خارج عن
ظاہر الروایۃ ایضا بل ہو اقرب الیہ من القول بالتقدیر لانہ فسرہ فی
شرح الـ بان ینظر ویجتہد ویفعل ما یغلب علی ظنہ فلا یقول
بالتقدیر لانہ لم یرد بہ الشرع بل ینظر فی الاقران والزمان والمکان
ویجتہد۔ نیز علامہ زیلعی جنھوں نے اس قول کو مختار کہا ہے وہ اختیار کی یہ وجہ
بیان فرماتے ہیں۔ لان العمر الذی لا یعیش بعدہ غالباً یختلف
باختلاف البلاد وکذا غلبۃ الظن یختلف باختلاف الاشخاص الخ اس
سے صاف ظاہر ہے کہ ان حضرات نے مصلحت کو عام نہیں رکھا بلکہ اقران اور
زمان و مکان میں غور کرنے کے بعد غلبۂ ظن سے اس کی تفسیر کی ہے اور اس تفسیر
کو تسلیم کرنا لازم ہے کیونکہ اگر اس قول کی یہ تفسیر تسلیم نہ کی جائے بلکہ مجمل قرار
دیں کہ قاضی کو علی الاطلاق اختیار ہے تو اس قول کو درست کہنا بھی مشکل ہوگا

لہ شامی کی اس عبارت میں نہر فائق کے قول کہ بل ہو اقرب الیہ من القول بالتقدیر
کیا تصریح ہے کہ تفویض مطلق مراد نہیں بلکہ تقدیر مدت سے ... غرض

تینوں انواع میں سے پہلی نوع یعنی یجعلونہ والیا فیولی قاضیاً کا واقع ہونا
تو ہمارے علاقہ میں بہت دشوار ہے اور دوسری نوع کا ناکافی ہونا مسئلہ میں مذکور
ہوا اور تیسری نوع یعنی ولی انکاہ جمعہم ورضا المسلمین ممکن ہے لیکن
سالہا سال سے برابر کوشش جاری ہے لیکن ابھی دور از امکان ہے اور اگر
خداوند قدوس کامیابی بھی عطا فرمادے جب بھی حضرات مالکیہ کے قول کو
اختیار کئے بغیر چارہ کار نہیں ہے کیونکہ قاضی کو سپرد کر دینے سے مشکل حل
نہیں ہوتی جیسا کہ پہلے خط میں بھی عرض کیا جا چکا ہے۔

مگر پہلے تو صاحب ہدایہ وغیرہ جلیل القدر مشائخ کرام کے خلاف کی
جرأت مشکل ہے دوسرے اس طور پر جب کہ ان کے قول کی علت یعنی عوام کو دشواری
میں پڑ جانے کا اندیشہ آج کل بڑھ رہا ہے جس کا مشاہدہ ہے۔

دوسرے یہ کہ مفقود میں تحکیم یعنی ثالث بنانا ممکن نہیں ہے کیونکہ اس
کے لیے دونوں فریق کی رضامندی شرط ہے اور مفقود الخبر کی رضامندی کی کوئی
صورت نہیں ہو سکتی اس وجہ سے تحکیم یعنی ثالث بنانے کا فتویٰ نہیں دیا جا
سکتا۔ فقط والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

کتبہ الاحقر عبد الکریم عفی عنہ

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون یکم محرم الحرام ۱۳۵۱ھ

آپ کا خط بھی مولانا دامت برکاتہم کے ملاحظہ سے گزار دیا تھا اور طریقہ مذکورہ کی
تصویب فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ مولوی صاحب کو میری جانب سے بھی لکھ دینا اور یہ بھی لکھ
دینا کہ آپ کی جدوجہد سے دل خوش ہوا اور مبارکباد دیتا ہوں حق تعالیٰ زیادہ توفیق عطا فرمائے۔

تمت

نوٹ: الحیلۃ الناجزہ بحمد اللہ مکمل ہو گئی آگے کے صفحات میں کتابت کی تصحیحات پیش ہیں جو شیخ حسن کا

تصدیقات حضرات علماء دہلی

از مدرسہ اسلامیہ فتح پوری

حامداً و مصلیاً و مسلماً۔ ہم نے مجموعہ رسائل مفیدہ کا مطالعہ کیا زمانہ موجودہ کے لحاظ سے اس کا ضروری اور از حد مفید ہونا محتاج بیان نہیں۔ درحقیقت بہت امور کی اس باہم مشکل کا حل حضرت حکیم الامۃ مولانا تھانوی دامت برکاتہم جیسے فقیہ کامل کا محتاج تھا کہ علوم ظاہری و باطنی کی مہارت و احوال زمانہ و مشکلات حاضرہ سے بخوبی واقفیت رکھتے ہیں۔

جناب حضرت قبلہ حکیم الامت نے جو اس کتاب مجموعۂ رسائل مفیدہ میں جن مسائل کو بکمال تحقیق و تدقیق و احتیاط تحریر فرمایا ہے اگرچہ وہ ہم جیسے علماء کی تائید و تصحیح سے اصلاً بے نیاز ہیں لیکن تحصیل خیر و ثواب کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم ان مسائل کی تائید سے افتخار حاصل کرتے ہیں۔

خادم العلماء سلطان محمود عفی عنہ — محمد شریف اللہ غفرلہ

سجاد حسین بقلم خود مدرس فتح پوری دہلی — کمترین محمد عبد القادر غفرلہ

۷-۴-۵۳ — مدرسہ فتح پوری دہلی

عبد الرحمٰن عفی عنہ — محمد محبوب الٰہی — سعید احمد

مدرس فتح پوری دہلی — مدرسین مدرسہ فتح پوری دہلی

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

میں نے مجموعہ رسائل مفیدہ کے ایک ایک مضمون کو لفظاً بلفظ اور حرفاً

بحرف بحرف پڑھا۔ مسائل مذکورہ رسالہ ہذا کے باعث ہندوستان میں جس قدر دشواریوں
کا سامنا ہوتا ہے وہ اظہر من الشمس ہیں اور ضروریات کے باعث مقلد کو دوسرے
امام کے قول پر فتویٰ دینا یا ضعیف اور مرجوح قول کو مفتی بہ بنانا جائز ہے اور
پھر وہ ضرورت بھی کسی خاص شخص کی ساتھ مخصوص نہ ہو۔ بلکہ ابنائے زمان کے لیے
اہم ہو اور ضرورت بھی منحصر ضروریات دنیویہ کی ساتھ نہ ہو بلکہ بہت سی صورتوں
میں دینی نمک انتشار بھی ہو تو ایسی صورتوں میں تو جواز سے بھی بڑھ جانا محل استحباب
نہیں۔ چنانچہ رسالہ موصوفہ میں فقہ حنفی کے وہ مسائل جن پر اس زمانہ کی دشواریوں
کے باعث عمل درآمد میں صعوبت پیش آرہی ہے وہ سب جمع کئے گئے ہیں اور
دفع ضرورت کے باعث دوسرے ائمہ کے اقوال پر مع تحقیق و تنقیح تام اور شروط
ضروریہ فتویٰ دیا گیا ہے رسالہ کا جامع نافع ہونا اور کسی پہلو اور کا تشنہ رہنا ہے نہ
چونکہ نہ تو حضرت مصنف ادام اللہ بالیقین کا انتساب ہی بتلا دینے کے لیے
کافی تھا لیکن رسالہ دیکھنے کے بعد تو اس کا یقین تحقیقی طور پر ہو جاتا ہے پھر مجھ
جیسے کی تصدیق تو کیا کسی کی تصدیق بھی رسالہ مذکورہ میں کسی قسم کی تحسین پیدا نہیں
کر سکتی۔ لیکن امتثالاً للامر اور نیز کسی صورت سے ہو اپنے نام کی نسبت کو بھی یہ
ناچیز ذریعہ نجات آخرت سمجھتا ہے اس لیے ان سطور کو پیش کش کرتا ہوں۔

اشفاق الرحمن کاندھلوی مدرسہ فتح پوری دہلی

۲۸ ربیع الاول یوم سہ شنبہ ۱۳۵۲ھ

از مدرسہ عبدالرب دہلی

مابعد: بندہ نے اور دیگر مدرسین مدرسہ مولوی
عبدالرب صاحب مرحوم دہلی نے بغور و خوض
مجموعہ رسائل الحیلۃ الناجزۃ وغیرہ کو دیکھا درحقیقت حضرت اقدس دام ظلہم العالی
نے ان فتاویٰ میں جس تحقیق و تدقیق سے کام لیا ہے اس کی کماحقہ جو تعریف

نہیں کر سکتے ہیں۔ یقیناً ہندوستان میں موجودہ حالت کو دیکھ کر بجز اس کے کوئی صورت نظر نہیں آتی ہے کہ مطابق رسالہ ہذا کے علماء فتوے دیں اور حضرت اقدس دام ظلہ نے ایک بہت بڑی ضرورت کا انتظام کامل فرما دیا ہے اور ان کو حق حاصل ہے کہ وہ ضروریات کو ملاحظہ فرما کر کسی دوسرے امام کے مذہب کو اختیار فرمائیں۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔

محمد شفیع دیوبندی مدرس
مدرسہ عبدالرب دہلی

محبوب الٰہی غفرلہ دیوبندی مدرس
مدرسہ مولوی عبدالرب مرحوم دہلی

از مدرسہ حسینیہ دہلی

حامداً و مصلیاً و مسلماً۔ اما بعد ہم نے رسالہ الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ کو اول سے آخر تک پڑھا۔ اس میں جو کچھ مسائل حاضرہ سے متعلق ہے۔ بالکل صحیح اور درست ہے خدا تعالیٰ حضرات مؤلفین کی مساعی جمیلہ کو قبول فرما کر عام مسلمانوں کو ہدایت کی توفیق فرمائے حقیقت میں امت مسلمہ پر ایک بہت بڑا احسان فرمایا کہ ایسے مسائل مہمہ کو بروقت حل فرما کر امت کی صحیح رہنمائی فرمائی۔ خدا تعالیٰ ان حضرات کو احسن الجزاء اور خیر البقاء کی دولت سے مالا مال فرمائے۔

عاجز رشید احمد غفرلہ مدرس اول حسینیہ

خادم الطلبہ یعقوب احمد غفرلہ سند یافتہ دارالعلوم دیوبند حال مدرس عربی عربک ہائی اسکول دریا گنج دہلی) ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ

تصدیقات حضرات علماء میرٹھ

از مدرسہ اسلامیہ صدر بازار میرٹھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ حبیبہ الکریم

ہم سب نے رسالہ "الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ" کو معہ "المختارات فی مہمات التفریق والخیارات" کو بغور تام و خوض ما لا کلام مطالعہ کیا عمدۃ العلماء و الفضلاء حضرت حکیم الامت مجدد الملۃ مولانا تھانوی لا زالت شموس افاداتہم بازغۃ نے یہ رسالہ بہ تحقیق انیق ایسا تصنیف فرمایا ہے جس کی وجہ سے ہزاروں مردہ قالبوں میں جان آگئی اور صدہا عفائف مظلومہ زندہ ہو گئیں۔ علمائے دین مبین و مفتیان شرع متین کے لیے یہ رسالہ غنیمت باردہ ہے۔ خداوند تعالیٰ حضرت مؤلف مد فیوضہم اور ان کے معاونین کی مساعی جمیلہ کو مشکور فرمائے آمین۔ نیز "حکیم الازدواج معہ اختلاف دین الازواج" ضمیمہ جات تحریر مؤلف مولانا محمد شفیع صاحب مفتی دار العلوم دیوبند بھی نہایت لاجواب و باصواب ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔

بندہ عبد الرحمٰن غفرلہ	بندہ محمد
صدر المدرسین مدرسہ امداد الاسلام	"القاسمی الدیوبندی" مدرس مدرسہ
میرٹھ	عربی امداد الاسلام صدر میرٹھ
بندہ سید طاہر حسین غفرلہ	بندہ اختر شاہ غفرلہ امروہی
مدرس مدرسہ امداد الاسلام	مدرس مدرسہ امداد الاسلام
صدر بازار میرٹھ	صدر میرٹھ

از مدرسہ عالیہ شہر میرٹھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً ! اما بعد بندہ نے حضرت حکیم الامت مجدد الملۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب زید مجدہم کی کتاب "الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ" کا مع ضمیموں کے بغور کامل مطالعہ کیا۔ درحقیقت کتاب ان مسائل میں کہ جن کا تعلق قضاء سے ہے نہایت کارآمد اور مفید ہے اور اس کا موجودہ عہد میں مسلمانوں کے لیے مشعل ہدایت ہے اس کتاب سے وہ تمام

تا مرفقیہ کی ضرورت ہو۔ مگر ہوس شرکت مع الاکابر اور امتثالِ امر داعی ہوا تحریر پر۔ بس میری عدمِ اہلیت کی رعایت فرماویں تو مشکور فرمادیں اور ضرورت ہی سمجھیں تو درج فرمادیں۔ اس عدمِ اہلیت کے سبب تمام فتاویٰ پر تصدیق سے بیشتر معذور رہا۔ والسلام حضرت کی خدمت میں سلام مسنون فرمادیں۔

عاشق الٰہی عفی عنہ

۳ر جولائی ۳۲۳ھ

الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لا نبي بعده اما بعد فقد تشرفت بمطالعة هذه الرسالة الفائقة والصحيفة الرائقة والخلاصة الرائقة بامعان النظر وحسن الفكر فوجدت الاجوبة كلها صحيحة بلا ارتياب ولله در المجيب اجاد فيما اجاب وبذل الجهد في تخليص الاجوبة فاصاب ما هي باولى بركة منه فانه للامة طبيب وشفقة الطبيب على المريض ليس بعجيب فجزاه الله عنا احسن جزائه ومتعنا بطول عمره وبقائه وعلى الامة ان يراعوا بالقيود والشرائط المذكورة حق المراعاة ويعضوا عليها بالنواجذ فانها من اهم المهمات ويجتنبوا عن الحرية في الدين واتباع الهوى كما هو ديدن اهل الزمان لانه من الموبقات واخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على سيدنا محمد واله وصحبه اجمعين ۔ عاشق الٰہی عفی عنہ میرٹھی

تصدیقاتِ حضراتِ علماءِ مرادآباد

از مدرسہ امدادیہ مرادآباد ؛ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ حق حمدہ والصلوۃ والسلام علی افضل الخلق محمد و علٰی

اخوانه من الانبياء والمرسلين وعلى آله وصحبه اجمعين وبعد فقد نظرنا
معشر فقهاء المملكة الاسلامية بالمدرسة العالية الامدادية في
الرسالة التي صدرت في هذا العصر من صدر من هو صدر زمننا
للدهر - وجهبذ اهل التحقيق بالتحقيق - شيخ الشريعة والطريقة
عارف المذهب والحقيقة - اشرف الانام بامر بالشرف الاعلى مولينا
اشرف على كرمه الله الولي - وموضوع الرسالة انما هو القول
بفسخ نكاح زوجة العنين والمجنون والمفقود والمتعنت
منهم عند الحاجة والضرورة الملجئة - اخذا في جل هذا الباب
بمذهب سيدنا مالك رحمة الله عليه دون جميع المجتهدين - ولا يخفى
ان الفتوى بمذاهب ائمة الهدى لدى الضرورات مصرح عند المشائخ
واهل الروايات كما ذكر القهستاني في حق المفقود والرملي في المتعنت
واما العنين فالتاجيل ثم التفريق في حقه مشهور عند الحنفية
ولا يخفى على اهل الاشتغال بالفقه واما المجنون فاصل حكمه ايضا مما
يوجد له اصل عند الاحناف وهو على مذهب محمد رحمه الله تعالى
لان الحكم بما هو مذهب اصحاب الامام حكم بمذهبه اذا كان
برعاية الاصول المقررة كما في الشامي نقلا عن الدرر من كتاب الدعوى
واما اذا حكم الحنفي بمذهب ابي يوسف او محمد او نحوهما من اصحاب
الامام فليس حكما بخلاف رأيه هذا او نحو ذلك من اقوال المالكية
وغيرهما التي تيسر عند المطالعة بين ايدينا على المنقول في الرسالة المتعلقة
بالمالكية فانه نقل بعينه عن عبارات المنقول عنه وغير ما نقل الا عن
المنقول عليه - واما الكتابات للرسالة فمعلوم ان الضرورة تبعث فيها

بگرامی خدمت قطب الارشاد والتکوین سیدی و مرشدی حضرت مولانا صاحب
مدظلہم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ "الحیلۃ الناجزۃ" کے متعلق مدرسین کے
دستخط ارسال کرنے کے ساتھ ایک مشورہ عرض کرتا ہوں اور دعا کا متمنی ہوں

مشورہ

صورت مرقومۃ الذیل بھی کثیر الوقوع ہے اگر اس کا حکم زوجہ غائب غیر
مفقود کے احکام کے ضمن میں نہ سمجھا جاتا ہو تو بطور ضمیمہ کہیں ذکر فرما دیا جائے۔

وہ صورت یہ ہے کہ بہت سے آدمی عمر بھر کے لیے قید ہو جاتے ہیں اور
اُن کی زوجات کی دو حالتیں ہوتی ہیں۔ وجود نفقہ اور عدم وجود نفقہ علی ہذا صبر
علی التجرد اور مظنۂ ابتلاء در زنا۔ ایسے اشخاص کی زوجات کے لیے بھی مخلص
شرعی کا معلوم ہونا ضروری ہے۔ والسلام

احقر خیر محمد از جالندھر
۱۸ ربیع الاول ۵۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ
واصحابہ اجمعین اما بعد۔ فیقول حسین علی بن محمد بن عبد اللہ۔
حق تعالیٰ ان علماء کرام کو جزائے خیر عطا فرماوے نہایت احسن کام کیا ہے

ف: جب اس کا بعنوان معنون ہے تو وہ غائب غیر مفقود ہی ہے اور غائب کے احکام رسالہ
میں مفصل موجود ہیں جن کا مستقل عنوان یہ ہے "حکم زوجہ غائب غیر مفقود" لہٰذا کسی
اضافہ کی حاجت نہیں۔ حقیر عبدالکریم عفی عنہ

ان علماء کرام کی خدمت میں عرض باادب ہے چودہ[1] یا پندرہ سال قیدو الا مثلاً جو ہووے اس کی عورت کا حکم بھی کچھ تحریر فرمائیں۔ اور طلاق و نکاح بالاکراہ بہت ہو رہی ہیں اس کا بھی حیلہ[2] فرمائیں۔ جزاکم اللہ تعالیٰ عنا احسن الجزاء وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

از بندہ نقیر اللہ عفا اللہ عنہ

از مدرسہ رشیدیہ رائپور ضلع جالندھر

بخدمت جناب مولانا مولوی

شبیر علی صاحب دامت برکاتہم وفیوضہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اما بعد گذارش کہ رسالہ "حیلہ ناجزہ" بنام مولانا مولوی عبدالعزیز صاحب مدرس مدرسہ ہذا پہنچا چونکہ مسائل لکھنے کا کام یہاں احقر کے متعلق ہے اس واسطے بندہ نے بہ مسرت رسائل حیلہ ناجزہ و مختارات وحکم ازدواج کا تمام ابتدا از اول تا صفحہ ۱۰۲ مطالعہ کیا فتاویٰ مالکیہ و مرقومات کا تا حال بوجہ عجلت جواب مطالعہ نہیں کیا۔ حضرت مولانا حکیم الامت دام فیوضہم کا اہل اسلام پر بہت بڑا احسان ہے کہ حضور نے بہت بڑی مشقت برداشت فرماکر ان تمام مسائل کو صرف حل ہی نہیں کیا بلکہ بہت سی مشقتوں سے بیکدوش کر دیا۔ زوجہ مفقود الخبر کے فسخ

---

[1] جس قیدی کا پتہ معلوم ہو وہ تا حیات غیر مفقود ہے اور جس کا پتہ معلوم نہ ہو وہ مفقود ہے اور ہر دو کے احکام بعنوان مستقل رسالہ میں مفصل مذکور ہیں ۱۲ حقیر عبدالکریم عفی عنہ

[2] اول تو اس کے لیے کوئی حیلہ اس وقت پیش نظر نہیں دوسرے کوئی حیلہ اس باب میں کارگر بھی معلوم نہیں ہوتا کیونکہ دوسرا فریق جب قوت زیادہ رکھتا ہے تو حیلہ کی مزاحمت کر سکتا ہے۔ ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔

عبدالکریم عفی عنہ

نکاح کا فتویٰ تو مدت سے بہت علماء حنفیہ دیتے تھے مگر قضاءِ قاضی کا عند المالکیہ شرط ہونا اس کی طرف کسی نے توجہ نہ کی تھی اس غلطی کو حضرت مولانا دامت برکاتہم نے ہی رفع کیا ہے۔ مرتدہ کے عدم فسخ نکاح کو ترجیح دی ہے۔ یہ بہت ہی احسن ہے باقی تمام مسائل بھی اچھی طرح حل فرما دیئے جزاهم الله احسن الجزاء۔

اب اہل علم وفہم کے لیے ضروری ہے کہ عاجزہ و ناشزہ میں تحقیق سے غور وفکر کو کام میں لائیں بلا تدبیر کوئی فیصلہ نہ کریں جس طرح عاجزہ کو تکلیف ہوتی ہے اسی طرح ناشزہ کے باقدرت بھی بہت لوگ تکالیف برداشت کرتے ہیں۔ تحقیق وتسہیل مسائل میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا گیا کاش کہ لوگ شرائط کے ساتھ ان پر عمل کریں۔ زیادہ کیا عرض کیا جائے۔ فقط

الراقم بندہ ونفیر اشرف عفا اللہ عنہ

مدرس مدرسہ رشیدیہ رائیونڈ ڈاکخانہ بہت پور ضلع جالندھر

الجواب صحیح: فضل احمد مہتمم مدرسہ بنڈ پور گوجرانوالہ

الجواب صحیح: ابراہیم عفی عنہ مدرسہ جگراؤں ضلع لودھیانہ

الجواب صحیح: عبد العزیز عفی عنہ مدرس مدرسہ رائے پور ضلع جالندھر

الجواب صحیح: محمود میروی بقلم خود

الجواب صحیح

عبد الکریم عفی عنہ

بگھیلہ ڈاکخانہ بہت پور ضلع جالندھر

تصدیق از مدرسہ نذیریہ ضلع سورت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ محمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست　　　آخر آمد ز پس پردۂ تقدیر پدید

اما بعد! ایک عرصے سے جس چیز کی ضرورت محسوس ہوتی تھی اور اس کے حل کو تلاش کیا جاتا تھا بحمد اللہ اس کو رسالہ "الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ" نے پورا کر دیا۔ میں نے اس رسالہ کو اول سے آخر تک بغور پڑھا مفقود، مجنون، متعنت وغیرہ کے احکام اور ان کی دشواریوں کو دور کرنے میں یقیناً رسالہ مذکورہ نے برمحل ہماری رہبری کی اور ایک حد تک ہماری مشکلوں کو دور کر دیا۔ ہندوستان میں موجودہ حالات کے اعتبار سے بجز اس کے اور کوئی چارہ کار نہیں کہ علماء احناف اور مفتیان مذہب حنفی ان صورتوں پر عمل کریں اور انہیں کے مطابق فتویٰ دیں جن کو رسالہ مذکورہ میں حل کیا گیا ہے بوجہ موجودہ دور میں جن کے حل کی بہت ضرورت تھی تاکہ اس مظلوم اور بے بس طبقہ کو خلاصی ہو سکے جس کی زندگی حل نہ ہونے کی وجہ سے تلخ ہے۔ اللہ تعالیٰ مولف دامت برکاتہم کو اس کی جزائے خیر دے کہ انہوں نے امت مرحومہ کی دشواری اور مصیبت کا لحاظ کرتے ہوئے سعی بلیغ اور جدوجہد کو کام فرما کر ایسی سہل صورت پیدا کر دی اور تنگی مذہب کا الزام دور کر دیا جو فی حد ذاتہ بھی غلط اور عدم علم پر مبنی تھا۔ اسی طرح ان معاونین کو بھی جزائے خیر عنایت کرے جنہوں نے اس رسالہ کی ترتیب وغیرہ میں حصہ لیا ہے۔

جنون اصلی اور جنون مستوعب اور جنون طاری اور جنون عارض کی تفصیل بدائع کتاب الصوم ص ۸۹ و ص ۹۰ جلد ۲ باب الزکاۃ سے معلوم ہو سکتی ہے۔

واما المجنون جنونا مستوعبا بان جن قبل دخول شهر رمضان فافاق

اور بہت سی سہولتیں پیدا کر دینے والا ہے اور آج کے دن کی مظلوم عورتوں کی تکلیف کا بہت بڑی حد تک رافع ہے کاش ہندوستان کے جملہ علماء حنفیہ اس پر متفق ہو جائیں اور اگر ان کے علم میں اس سے زیادہ سہولت کی روایتیں کتب فقہ احناف میں موجود ہوں تو ان سے دریغ نہ فرمائیں۔ نیز شرائط مبینہ فی الرسالہ پر زیادہ توجہ کو مبذول فرمائیں اور اگر کتب فقہ احناف کی ورق گردانی کی جائے تو ممکن ہے کچھ اور بھی آسانی کی صورت نکل آئے۔ رسالہ مذکورہ کی ترتیب و تدوین لائق صد تحسین و آفریں ہے۔ وفي الهندية نرجو ان اطبق الجنون حتى بلغ ستة اشهر بطلت اھ (وفيها ايضا كتاب الوصية اواخر ج ۴ ص ۲۹) من رد المحتار وفي ص ۱۲۹ من ج ۲ الزيلعي وشمول الجنون شهرا سنة اطباق عند الامام الثاني وفي رواية عنه ان اكثر من يوم وليلة فاطباق وقال محمد سنة كاملة وفي رواية عنه في رواية شهر وعند الامام في رواية شهر وبه يفتى وبه يعتمد بما بلغني في اخرى اه والله اعلم وعلمه اتم۔

میرے ناقص خیال میں مفقود کے لیے ایک سال کی روایت تاہم زیادہ کی سہولت پیدا کرنے والی ہے جو علامہ القاسم کے فتویٰ میں ہے اگر مخصوص شرائط کے ساتھ اور مخصوص حالات میں اس پر عمل کیا جائے تو زیادہ مفید ہو گا۔ لان الامر اذا ضاق اتسع مؤلف دامت برکاتہم کا بھی اسی طرف رجحان معلوم ہوتا ہے اور سال کی ابتداء وقت مرافعہ سے شمار کی جائے کہ اس کے نظائر میں مالکیہ نے اعتبار کیا ہے۔ چنانچہ مؤطا مع التنویر ثانی ص ۔ باب اجل الذي لا يمس امرأته میں مرافعہ کے دن سے ایک سال کا اعتبار کیا ہے۔ والعلم عند الله تعالى ۔ وهو في احقاق الحق اسلافنا اعانة ۔

کتبہ سید مہدی حسن غفرلہ مفتی راندیر ضلع سورت۔ یکم اگست [illegible]

تصدیقات علماء امرتسر

از مدرسہ نعمانیہ امرتسر

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ الاجوبۃ حاضرہ کے پیش نظر یہ رسالہ مسلمانوں کی اہم مشکلات کا بہترین حل ہے جملہ مسائل زیر بحث کی ایسی جامع و مانع تحقیق و ترتیب حضرت حکیم الامت مدظلہ جیسی جامع کمالات ہستی کا ہی کام ہے۔ اس رسالہ کی تالیف سے حضرت نے مسلمانانِ ہندوستان پر عموماً اور علماء حنفیہ پر خصوصاً بڑا بھاری احسان کیا ہے۔ روزمرہ کی مشکلات کا بہترین اور صحیح ترین حل تجویز کر دیا گیا ہے۔ یہ علماء حنفیہ کے لیے مشعلِ ہدایت کا کام دے گا۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے فیوض و برکات سے مسلمانانِ عالم کو بہرہ ور فرمائے۔

محمد حسن صدر مدرس مدرسہ نعمانیہ (مفتی امرتسر)

عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ۔ مدرس مدرسہ نعمانیہ امرتسر

عبدالحکیم مدرس مدرسہ نصرۃ الحق امرتسر

محمد بہاء الحق قاسمی ابن حضرت مولانا مفتی پیر غلام مصطفےٰ صاحب قاسمی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ۔

غلام محمد عفی عنہ امام جامع مسجد شیخ خیرالدین مرحوم امرتسر

اصحاب الدین عفی اللہ عنہ مدرس مدرسہ تقویۃ الاسلام امرتسر

محمد نور عالم مدرس عربی مسلم ہائی اسکول امرتسر۔

خاکسار حکیم محمد عبدالخالق عفا اللہ عنہ چوک فرید امرتسر

خاکسار عمرالدین شیخ (مولوی فاضل) قادیان ضلع گورداسپور۔

تصدیق از مدرسہ بہاولپور

از مدرسہ عربیہ احمد پور شرقیہ بہاولپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
بعد حمد و صلوٰۃ مخفی نہ رہے کہ بندہ نے

ایام قیام تھانہ بھون میں رسائل الحیلۃ الناجزۃ و مختصرات کو بغور دیکھا صحیح پایا
اس فتن کے زمانہ میں ان مسائل کی اشاعت نہایت ضروری تھی جو حضرت
والا دامت فیوضکم کی سعی سے ظہور میں آگئی۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا کے فیوض ظاہری
و باطنیہ کو ہم غلاموں کے سروں پر ہمیشہ قائم و دائم رکھے اور حضرت والا و
دیگر سعی کنندگان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ فقط

العبد المذنب

واحد بخش مدرس اول مدرسہ عربیہ احمد پور شرقیہ
ریاست بہاولپور حال مقیم خانقاہ تھانہ بھون

تصدیقات علماء کراچی

از مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ کراچی

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ
الذین اصطفیٰ۔ اما بعد احقر نے
رسالہ الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ بہت ہی غور و خوض سے دیکھا۔
اس میں کچھ شک نہیں کہ ان مسائل کے حل کے لیے دیار ہند میں بہت بڑی
ضرورت تھی۔ جناب حضرت مؤلف مدظلہم العالی اور ان کے معاونین کو حق
سبحانہ وتعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے کہ ان حضرات نے باوجود مشکلات در پیش
حاضرہ بہت ہی تحقیق و تدقیق کے ساتھ ان مسائل کو اقوال علماء کرام حنفیہ

رحمہم اللہ تعالیٰ ۔ باختیار التزام حل فرما کر جمیع علمائے ہند پر احسان فرمایا ۔

حقیر جملہ علمائے کرام دیار ہندیہ کی خدمت اقدس میں عرض کرتا ہے کہ فتوی مذکورہ کو بالضرورۃ معمول العمل فرماویں

خود حضرات علمائے کرام حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے مسائل جائزہ دقیقہ پر اس طرح عمل کر کے پس آیندوں کے لیے راہ عمل بیان فرما کر اجازت دے دی ہے کہ جزئیات مسائل میں جو گذشتہ زمانہ کے مختلف ادوار میں واقع ہونے جائیں اسی طرح عمل کیا کریں ۔

ھذا والعلم عند اللہ سبحانہ وتعالیٰ

حررہ المسکین محمد صادق عفی عنہ

مہتمم مدرسہ مظہر العلوم محلہ کھڈہ کراچی سندھ

ہم ذیل کے دستخط کنندگان مدرسین مدرسہ مظہر العلوم نے بھی رسالہ مذکورہ کو مطالعہ کیا ہم بھی جناب مہتمم صاحب کے لکھے ہوئے کی شرعی طور پر تصدیق کرتے ہیں ۔ محمد صدیق عفی عنہ ۔ افضل احمد غفرلہ ۔ عبدالصمد سربازی غفرلہ ۔

بندہ محمد عطاء اللہ ۔ ۔ ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ

تصدیقات علماء گوجرانوالہ

از مدرسہ انوار العلوم گوجرانوالہ

مکرم و محترم جناب مولانا محمد شفیع صاحب زید مجدکم ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

سلام مسنون کے بعد عرض ہے کہ آپ کا ہدیہ یعنی رسالہ الحیلۃ الناجزہ موصول ہوا حسب الارشاد بندہ نے دیکھا مجھے اس کے جملہ ابواب سے اتفاق ہے امید ہے اس سے ایک حد تک ارتداد کا سد باب ہو جائے گا ۔ جزا

جزاہ اللہ عنا وعن جمیع المسلمین خیراً۔ فقط والسلام

علی الاحقر الکرام محمد عبدالعزیز از گوجرانوالہ مسجد جامع

مورخہ ۵ ربیع الثانی ۱۳۵۳ھ

میں نے بعض مقامات سے رسالہ الحیلۃ الناجزہ کو دیکھا ہے واقعی موجودہ ضرورت کو بطریق احسن پورا کر دیا ہے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء

محمد چراغ مدرس مدرسہ انوار العلوم جامع گوجرانوالہ

۱۸ جولائی ۱۹۳۳ء

وباللہ التوفیق۔ مجموعہ رسائل کا مطالعہ کیا۔ سب جوابات صحیح ہیں۔ فقہاء متقدمین ومتاخرین کے مسائل کو نہایت واضح کیا گیا ہے۔ ہندوستان میں ایسے امور کی بڑی ضرورت تھی۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی کو جن کی سعی بلیغ سے ان مشکلات کا حل لوگوں تک پہنچا۔ اللہ تعالیٰ ان رسائل کو عامۂ مسلمین کے لیے نافع بنائے۔ آمین

محمد خلیل عفا اللہ عنہ

مدرس مدرسہ انوار العلوم جامع مسجد گوجرانوالہ

وقتی تحریرات کو رسالہ موصوفہ میں جمع فرما کر آپ نے تمام مسلمانوں کو مرہون منت کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سعی بلیغ کے مقابلہ میں جزائے خیر سے مشرف فرمائے

عبدالواحد مدرس مدرسہ انوار العلوم جامع مسجد گوجرانوالہ

تصدیقات علماء کشمیر

از دار الفتاویٰ سوپور کشمیر

احقر نے کتاب واجب الحیلۃ الناجزہ للحلیلۃ العاجزہ کا مطالعہ غور وخوض سے کیا شروع سے

معیار میں اعلیٰ واکمل پائی۔ یہ کتاب جواہرات قیمتہ سے مشحون و مزین ہے۔ اس کتاب میں ایسے نقول ہیں جو کہ علامہ فحول اور نکتہ رس اس کے کنہ وحقیقت میں بلا تامل نہیں پہنچ سکتا ہے اس میں ایسے معضلات منحل وشکوک ہوتے ہیں جو کہ آج تک سفینۂ روزگار میں نمایاں نہیں دیکھے۔ اور آج تک کسی عالم فاضل نے ان کا نقشہ بحیثیت مجموعیت نہیں کھینچا۔

التماس

اس کتاب کے انطباع کرانے میں کئی غلطیاں سرزد ہوئی ہیں لیکن وہ سبقت قلم ناسخ سے ہیں۔ اگرچہ مصحح نے اغلاط نامہ کتاب کے ابتداء میں مع الفاظ صحیحہ تسوید فرمائے ہیں لیکن بعض جگہ ابھی لفظی کئی غلطیاں رہ گئی ہیں ان کے تدارک کا جناب مصنف یا مصحح سے توقع ہے۔ تاکہ کتاب کی وقعت ان اغلاط ناسخ سے کم نہ ہو جائے مطالعہ کرنے والے کو۔

حقیقت

الحمد للہ والمنۃ صاحب کتاب نے زمانہ ضرورت کے دوران میں چاروں طرف ظلمات میں چراغ ہدایت منجلی و روشن فرمایا تاکہ کسی ماہر کو شکوک کے کانٹے طلب کے پاؤں میں چبھ نہ جائیں۔ فقط

العبد

خاکسار عبد الجبار مفتی و امام مسجد جامع سوپور کشمیر

جناب مولانا عبد الجبار صاحب مفتی و امام مسجد جامع سوپور کشمیر کی مذکورہ بالا عبارت سے میرا اتفاق ہے مزید یہ ہے کہ موجودہ وقت کے مکدر فضا اور متعدد کمزوریوں کے باوجود ایسے اہم مسائل کا حل صرف کمالات حضرت مصنف صاحب سے ہی ہے تعریف کی ضرورت نہیں، وقت خود بتلا دے گا۔ فقط

ثلاث رسائل مبتكرة تحت عنوان الحيلة الناجزة للحيلة العاجزة مع تتمتها

البديعة التي لم تنسج على منوالها فلله در مؤلفها الإمام الذي قيل في

حقه من أراد التبحر في الفقه فهو عيال على أبي حنيفة لعادة الثلاث. المؤلف

قد كشف الغمة عن مهمات الأمة فإن الحوائج البشرية قد تنوعت أنواعا لا

تكاد تحصيها العقول ولا يحتوي على بعضها المنقول ولكن تتقصى عن كل أمر

مسئول فكانت الحاجة ماسة إلى حل هذه الرسائل الأنيقة الباحثة

عن المسائل البديعة العميقة فجاءت بحمد الله لا تكاد العيون ترى

مثلها وكيف لا وقد نسج بردها من مارس الأفكار في ثنائه وتقاصرت

العقول دون وصفه والحق أن يقال ؎

بالله قد لي من حديث به	أصبحت نشوانا كأس المدام
من لي بمن قد بت من هجره	شوقا جرى في مهجتي والعظام
أتيه إذ عظيت بحالة مثله	أشرف علي الحبر العالي المقام
لا زال في خير وفي رفعة	شمسا على أوج انطباق الغمام

المسود الفقير

شمس الدين عفي عنه الحنفي مذهبا الديوبندي

تلمیذ [illegible] ڈھاکہ ربیع الاول [illegible]

حضرت اقدس مد ظلہ العالی۔ بعد آداب و تسلیمات کے عرض ہے کہ حضور

کو بخیریت رکھے۔ "الحیلۃ الناجزۃ" کو بندہ نے بغور ملاحظہ کیا۔ اس مجتہدانہ تحقیق

سے کہ اس میں ہر پہلو کو پیش نظر رکھتے ہوئے اور فروع کو اصل کے ساتھ مربوط

رکھتے ہوئے جو حکیمانہ و عالمانہ جواب تحریر فرمایا گیا ہے ہر لفظ پر کلمۂ تحسین

زبان سے نکلنے کو جی چاہتا تھا۔ اس کی بڑی ضرورت تھی کہ حضرت علامہ

اس لیے ادب سے استفادہ عرض ہے کہ فقہاء کرام نے صغیر غیر قادر علی
الجماع کے متعلق تصریح فرمائی ہے کہ اس کی خلوت صحیح نہیں ہے۔ فی الشامیۃ ص۳۳۳
وفی خلوۃ الصغیر الذی لا یقدر علی الجماع تردد ورجح قاضی خان انہ لا
تصح فکان ہو المعتمد ولذا قید فی الذخیرۃ بالمراہق اھ وکذا
فی مجمع الانہر ص۳۵۹ اسی طرح وجود ثالث کے مانع خلوت ہونے سے صغیر
لا یعقل کو مستثنیٰ کر دیا۔ فی الدر المنتقی علی حاشیۃ مجمع الانہر بخلاف
صغیر لا یعقل الخ۔ یا مجنون سو اس کو دوسرے کی خلوت صحیحہ متحقق ہونے کے
لیے مانع ہونے کے لیے مخل اور مشابہ با صغیر کہا گیا ہے۔ فی العالمگیریۃ ص۲۹۲
ومطیعہ مکلکلہ والمجنون والمعتوہ کالصبی فان کانا یعقلان فلیست بخلوۃ
وان کانا لا یعقلان فہی خلوۃ کذا فی السراج الوہاج اور مجنون صغیر نوم ہر چند
کہ عوارض سماویہ ہونے میں متساوی ہیں۔ لیکن نوم موجب خطاب ہے نہ مسقط اور
صغر کے ساتھ مشابہ اور الحق ہے اور عبارت عالمگیریہ بھی اسی کی طرف قریب
قریب تصریح کرتی ہے۔ لیکن جب مجنون دوسرے کے خلوت کے مانع ہونے
یا نہ ہونے میں مشابہ صغیر ہے تو خود اس کی عدم تحقق خلوت میں بھی اسی
کے مشابہ ہوگا۔ فکان عند المجنون ما یصغر اجنبی ناہی فلم تکن خلوتہ
صحیحۃ وغیر ذلک سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء نے مجنون کو کہیں مشابہ نوم نہیں
فرمایا ہے اور پھر نائم کی خلوت کو صحیح قرار دینا یہ بھی متفق علیہ نہیں ہے۔
کما یفہم من العالمگیریۃ ص[illegible] (کلکتہ) ولو دخلت علی زوجہا وہو نائم
وحدہا صحت الخلوۃ علم بہا زوجہا او لم یعلم وہذا الجواب محمول
علی قول ابی حنیفۃ اما عندہما فللنائم حکم الیقظان کذا فی الظہیریۃ
حضرت والا کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اب جو مرضی ہو۔ ان صحح فمن

باللہ والا فمن ھذا العبد الضعیف المجید ء۔

محمد اسحٰق عفی عنہ
کارکن بازی ڈھاکہ ۲۰ ربیع الاول سنہ ۱۳۵۲ھ

آراء حضرات علماء بہار

از امارت شرعیہ بہار محترم المقام جناب مولانا محمد اشرف علی صاحب
زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

جناب کا مرسلہ رسالہ مجموعی رسائل (الحیلۃ الناجزہ) میری غیبت میں پہنچا میں سفر
میں تھا۔ اس لیے آج تک دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا جناب کا نہایت شکر گذار
ہوں کہ آپ نے اس ناچیز کے پاس بھیج دیا۔

اس وقت جزو دوم کا مقدمہ سرسری طور پر دیکھا دار الکفر میں قضاۃ المسلمین
کی ضرورت کو پوری کرنے کے لیے فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ نے جو صورت تجویز فرمائی
ہیں وہ نہ معلوم کیوں اس رسالہ میں مذکور نہ ہوئیں۔ یعنی یصیر القاضی قاضیا
بتراضی المسلمین۔ اور ان یتفقوا علی واحد یجعلونہ والیاً فیولی
قاضیاً الخ۔ اور جب یہ صورت موجود ہے تو پنچایت کی صورت اختیار کرنا بلا ضرورت
مسلک غیر کا اختیار کرنا ہوگا۔ اس مسئلہ کی بابت شامی، بحر، نہر، فتح القدیر وغیرہ میں
جو عبارتیں ہیں وہ آپ سے پوشیدہ نہ ہوں گی مگر سہولت کے لیے مولانا احمد علی مونگیری کا خطبہ بعبارۃ خدمت
کرتا ہوں جس میں وہ تمام عبارتیں مذکور ہیں تاکہ جناب آسانی سے ان سب پر
پھر غور کر سکیں افسوس ہے کہ آج ہی چند گھنٹے کے بعد پھر باہر سفر میں جا رہا
ہوں انشاء اللہ تعالیٰ اچھی طرح دیکھنے کے بعد جو کچھ عرض کرنا ہوگا عرض کروں

لہ اس کے بعد ایک مطبوعہ خط تعلق تعامل اہل علم پر مشتمل ہمراہ تھا (رفیع عفی عنہ)

گا۔ اس وقت جو بات نہایت اہم معلوم ہوئی اس کی طرف توجہ دلانا ضروری معلوم ہوا۔ اگر جناب کے تحریر کردہ قلم سے حنفیہ کے اس مسلک کا بیان بھی اب بطور ضمیمہ اس رسالہ میں شامل ہو جائے تو بہتر ہوگا۔ اس مسئلہ کی ضرورت و اہمیت سے کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کا) کہ یہ خلاف ہے نص قرآنی لن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلا کے۔ اس کا جواب یہاں سے لکھا گیا تقلید قضا من الکافر ولایت سلطانیہ کی بنا پر نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ نصب قاضی کا فریضہ جو مسلمانوں پر عائد ہوتا ہے وہ اس کو قوت تنفیذ باقی نہ رہنے کے سبب ادا نہیں کر سکتے۔ مگر جب حکومت کافرہ نے کسی کو قاضی یا والی بنا دیا تو عدم قدرت کا مانع مرتفع ہو گیا لہذا اس کی تعبیر یوں کی جائے گی کہ سلطان یا والی کافر نے جو کسی کو عہدہ قضا دے کر سپرد کیا ہے در اصل وہ سپردگی اہل اسلام کی جانب سے ہے جس پر عامہ مسلمین کا سکوت بھی دال ہو سکتا ہے (دلالۃ) اور حکومت کافرہ صرف بہم رسانی ہے اور اس تقرری دیا ہونے کی شرط رفع یعنی قوت تنفیذ حاصل ہونے کے واسطے ہے حاصل یہ ہے کہ حکومت کافرہ کی طرف سے جو تقرر قاضی کا ہوا ہے وہ تولیت قضا نہیں بلکہ تولیت قضا کی شرط ہے پس اس تقریر سے اہل اسلام پر کافر کی ولایت کا شبہ بحمد اللہ بالکل رفع ہو گیا۔ تتمہ جو دستگیر نے بیان کے جواب میں یہ بھی لکھا گیا تھا کہ اس کی نظیر تحکیم قضا من الباغی المتغلب ہے اور اسی میں شمس الائمہ نے یہی توجیہ کی ہے جو ابھی مذکور ہوئی عبارت شمس الائمہ کی تتمہ رسالہ کے حاشیہ میں مذکور ہے۔

(۲) ختم پر بعد قولہ والمعنی فیہ الی قولہ) وبقدر حصل۔ ملاحظہ فرما لیا جائے۔ پھر اس کے بعد مولانا سجاد صاحب نائب جماعت الاحرار سنہ میں تھانہ بھون تشریف لائے ہوئے مولانا کفایت اللہ صاحب بھی میں ہمراہ تھے اسی وقت بھی مولانا سجاد صاحب نے نصب القاضی من العامہ کو صحیح قرار دینے کی بہت سعی فرمائی اور تقلید قضا من الکافر پر اشکال مذکور کا اہتمام سے اعادہ فرمایا۔ حضرت حکیم الامت علیہ نے احقر سے ارشاد فرمایا کہ غالباً یہاں سے کچھ جواب بھی تو لکھا گیا تھا۔ احقر نے تتمہ امداد الاحکام جلد دوم میں تلاش کر کے وہ جواب سنایا جس میں مذکورہ مسئلہ یعنی نصب القاضی من العامۃ کی عدم صحت

نمونہ نوٹس منجانب محکمہ شرعیہ

محکمہ شرعیہ / شرعی کمیٹی

تاریخ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ حوالہ نمبر ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

مقدمہ نمبر ـ ـ ـ ـ ـ ـ بابت ـ ـ ـ ـ ـ ـ

نوعیت دعویٰ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

نام ـ ـ ـ ـ ـ ـ دختر / پسر ـ ـ ـ ـ ـ ـ

مقام ـ ـ ـ پوسٹ ـ ـ ـ ـ تحصیل ـ ـ ـ

ضلع ـ ـ ـ صوبہ ـ ـ ملک ـ ـ ـ ـ ـ

بنام

فلاں ـ ـ پسر فلاں ـ ـ ـ ساکن ـ ـ ـ

پوسٹ ـ ـ ـ ـ تحصیل ـ ـ ـ ضلع ـ ـ ـ ـ ـ

صوبہ ـ ـ ـ مدعیہ / مدعی ـ ـ ـ ـ ـ ـ

حسب ضابطۂ شرعی مدعی / مدعا علیہ مذکور کو اطلاع دی جاتی ہے کہ مدعی مذکور نے شریعت کے قانون کے تحت محکمۂ ہذا میں شرعی فیصلہ کے لیے درخواست پیش کی ہے جس کی نقل مطابق اصل ہمراہ منسلک ہے۔ اس مقدمہ کی سماعت کے لیے تاریخ ـ ـ ـ دن ـ ـ ـ ـ وقت ـ ـ ـ ـ مقرر ہے۔ شرعی قانون کے تحت مذکورہ تاریخ میں حاضر ہوں۔

دستخط صدر محکمۂ شرعیہ

یا قائم مقام صدر

تاریخ

فارم برائے عرضی دعویٰ

بمحکمہ عدلیہ شرعیہ دارالقضاء / شرعی کمیٹی

مقدمہ نمبر ـــــــــــــ

نوعیت دعویٰ

حکم شرع کے مطابق عرض گذار ـــــــ دختر ـــــــ

مقام ـــــــ پوسٹ ـــــــ تحصیل ـــــــ

ضلع ـــــــ صوبہ ـــــــ ملک ـــــــ

بنام

مسمیٰ ـــــــ پسر ـــــــ برادری ـــــــ

مقام ـــــــ پوسٹ ـــــــ تحصیل ـــــــ

ضلع ـــــــ صوبہ ـــــــ ملک ـــــــ

بگرامی خدمت جناب والا قاضی صاحب / صدر صاحب شرعی کمیٹی

عرض ہے کہ

(اس جگہ دعویٰ کا پورا مضمون مع دستخط مدعی تحریر ہوگا)

فارم درخواست مختار نامہ

برائے محکمۂ شرعیہ / شرعی کمیٹی

بابت مقدمہ نمبر ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

مسماۃ مدعی / مدعا علیہ 1 اپنے مقدمہ برائے

کے سلسلہ میں میں ـ ـ ـ ـ ـ ـ مختار بنانے والے کا نام ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

دختر / پسر ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ برادری : ـ ـ ـ ـ ساکن ـ ـ ـ ـ ـ

پوسٹ ـ ـ ـ ـ ـ تحصیل ـ ـ ـ ـ ـ ضلع ـ ـ ـ ـ صوبہ ـ ـ ـ ـ

ملک ـ ـ ـ ـ ـ ـ اپنے مقدمہ نمبر ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ کے سلسلہ میں

نام جس کو مختار بنایا گیا ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ پسر ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

پوسٹ ـ ـ ـ ـ ـ ـ تحصیل ـ ـ ـ ـ ـ ضلع ـ ـ ـ ـ ـ ـ

صوبہ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ملک ـ ـ ـ ـ ـ ـ کو اپنا مختار وکیل بنا کر

مکمل طور پر اپنے کو ہر طریقے سے پابند قرار دیتا ہوں / دیتی ہوں۔ اور

فلاں ـ ـ ـ ـ ـ پسر ـ ـ ـ ـ ـ ـ مذکور کو اپنی طرف سے

اس مقدمہ میں مجاز بناتی ہوں۔

مختار یا وکیل بنانے والے کے دستخط

گواہ :　　　　　　　　　　　　تاریخ

گواہ :

نمونہ اقرار نامہ تقرر ثالث

بعدالت شرعی کمیٹی ....

مدعی .... پسر ...... ساکن ......

ضلع .... صوبہ ....

نوعیت مقدمہ : مقدمہ شرعی

چونکہ شرعی کمیٹی مذکور میں سماۃ .... نے

ایک دعوی بابت تفریق و فسخ نکاح دائر کیا ہے جس میں مدعاعلیہ بحیثیت فریق طلب ہے دونوں فریق اپنے اپنے ثبوت و گواہی پیش کرنے کا حق رکھتے ہیں اور پوری پیروی مقدمہ کی بابت فریقین کر رہے ہیں چونکہ مقدمہ شرعی کا فیصلہ کرنے کے لیے شرعی کمیٹی / دارالقضاء مذکورہ کو پورا پورا اختیار ہے اس لیے ...... پسر .... نے اپنی جانب سے شرعی کمیٹی / دارالقضاء کے قاضی فیصلہ کنندہ کو اپنا ثالث مقرر کر دیا ہے کہ جو بھی فیصلہ مقدمہ بالا کے سلسلہ میں قاضی صاحب دیں گے طاہر حسین کو قبول و منظور ہوگا۔ اس سے انحراف و انکار نہ ہوگا چونکہ طاہر حسین اور اس کے والد کو قاضی صاحب مذکور پر مکمل اعتماد و یقین ہے اس لیے ہوش و حواس اور ثبات عقل کے ساتھ بلا جبر دائرہ قاضی صاحب دارالقضاء شرعی کمیٹی کو پورا پورا اختیار دے دیا ہے اور ان کو اپنے مقدمہ کا ثالث بنایا ہے کر دہ شرعی قوانین و ضابطہ کے تحت واقعات سے واقف ہو کر جو جا ہے فیصلہ دے دیں مجھے قبول و منظور ہوگا اگر باوجود مجھے اقرار

کنندہ نے فیصلہ قاضی یا فیصلہ شرعی کمیٹی سے گریز کر کے ہندوستان کی کسی بھی عدالت میں فیصلہ قاضی صاحب کے خلاف کوئی مقدمہ یا اپیل دائر کرے گا تو وہ باطل اور جھوٹا ہوگا لہٰذا یہ دستاویز اپنی رضا و خوشی سے اقرار نامہ تقرر ثالث تحریر کر دیا کہ سند ہو اور بوقت ضرورت کام آئے۔

دستخط گواہ   دستخط اقرار کنندہ

تاریخ   تاریخ

نوٹ: واضح رہے کہ یہ مندرجہ بالا اقرار نامہ وثیقہ نویس سے اقرار نامہ کے اسٹامپ پر تحریر کرایا جائے اور زیادہ بہتر ہے کہ اقرار نامہ کو رجسٹرار کے یہاں رجسٹرڈ کرایا جائے۔ تو اس اقرار نامہ کی رو سے کوئی فریق شرعی کمیٹی کے فیصلہ کا قانون حکومت کی رو سے بھی خلاف کرنے کا مجاز نہ ہوگا۔ (خورشید حسن قاسمی)